



حضر محترم
یعنی میر علی شاکر کی طرف سے

سید محمد شمس بہار لال صاحب دیکھیں



نقد تالی کر دہی راہ گاہی صاحب بہار گویا
کتاب یہ میر علی شاکر صاحب لال صاحب بہار



قصہ ٹھگ

باب سینتیسواں

مین نہیں ہے۔ لیکن ساتھ ہی اسکے یہ خیال میری طبیعت میں پے در پے دوڑ رہا تھا۔ بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ میرا دل شہادت دے رہا تھا کہ میں اپنے ارادے میں ضرور کامیاب ہوں گا۔ بعض اوقات میرے لوح دل پر یہ امر ایسا نقش ہو جاتا تھا کہ اسکی زندگی کا پیالہ بے زیر ہو چکا ہے۔ میں اسکی طبیعت کی شرارت اور نئے نئے ظلم اور اسکی فطرت کا روزمرہ مقابلہ کرتا تھا۔ اور دیکھتا تھا کہ وقت پیدائش اسکو ایذا رسانی اور جو رد و تعدی سے جسم بنایا ہے۔ یا کچھ رحم اور انصاف سے بھی حصہ ملا ہے۔ میرا یہ خیال غلط تھا۔

(جوابات کی خدا کی قسم لا جواب کی)

آج وہ کام اس کجخت نے کیا ہے جو دیکھنے والے کے کلیجہ میں سوساخ کرتا ہے۔ ایسی حالت میں ہم لوگوں کا خاموش رہنا قہر الہی میں داخل ہونا ہے۔ کیا اس سے بڑی کجکسی ہو سکتی ہے۔ میرے ہمراہی (ہم اولاد ہو کر رہ سکتے۔ اب اسکی زندگی کا زمانہ قریب

خان نشہ کی حالت میں گانے اور ناچنے لگا میں نے اسوقت کو غنیمت سمجھا۔ اور خیال کیا کہ خلق خدا کو اسکے جابر نیچو اور ناقابل برداشت ظلم سے آنیدہ کے واسطے محفوظ کروں اور اسکی زندگی کا خاتمہ کروں۔ لیکن میں اپنے لشکر میں پہنچا اور اپنے سب ہمراہیوں کو جمع کیا اور وہ جوش کجواک مدت سے میری طبیعت میں موجزن تھا ان کے روبرو بیان کیا۔

میں۔ بہاؤ تینے دیکھا ہے کہ غفور خان ایک جو شیطان ہے کیا ایسے شخص کو آدمی کہہ سکتے ہیں تو جملہ پنڈاریوں کی خود خصلت ظلم پر مبنی ہے لیکن یہ ان سب پر فوقیت رکھتا ہے اس لئے زندہ رکھنے کے لالچی نہیں ہے۔ موتی اور پیر فانی تم کار بنجا دے رہمن کی لڑکی کی قسمت کو یاد کرو تمہیں میرے غصہ کا حال معلوم ہو گا جس نے اسوقت مجھے اس شریر النفس کے غارت کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اور میں ایسا ہی کرتا مگر مجھکو معلوم ہوا کہ اسکی قسمت کا فیصلہ اسوقت میرے ہاتھ

یقین۔ اگر تم ذرا ہی دل نہادی اور توجہ سے مجھے مدد دو گے تو ایسا ہی ہوگا۔ جیسا تمہارا خیال ہے۔ لیکن جو تدبیر میں نے اس کے قابو میں لائیگی سوچی ہے۔ اسکو بغور سنو۔ اور اپنی رائے صاحب ظاہر کرو کہ میں اپنے ارادہ میں اس تدبیر سے کامیاب ہو سکتا ہوں یا نہیں۔

پیر خان۔ میر صاحب آج آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ کے واسطے جان تک حاضر ہے۔ فرمائیے وہ تدبیر کیا ہے۔ اور ہم اس میں کہاں تک آپ کی مدد کر سکتے ہیں۔

یقین۔ میرے پیارے بھائیوں یہ تم جو بی جانتے ہو۔ کہ خاص برائی کی تین بوتلیں جو میں گنٹور سے لایا تھا وہ اب تک میرے پاس موجود ہیں چونکہ خان کی شراب کے نام پر رال شکی ہے۔ وہ نام سننے ہی ہمارے خیمہ میں بلا تکلف آجائیگا۔ اور جو وقت تشریف کا دور چلے گا۔ میں اس کے حصہ میں وہ انیون جو خان مالوہ کی ہے ملا دوں گا۔ چند پیالہ پیکر تھوڑے تھے عرصہ میں اس کے حواس خمسہ میں فرق آجائیگا۔ پھر بآسانی ہمارا شکار ہو جائیگا۔

پیر خان و موتی وغیرہ۔ واہ میر صاحب واہ۔ کیا کہنے۔ آفرین ہے آپ کی تیزی عقل پر اور مرجا ہے۔ آپ کی جودت طبع پر۔ کیا ہی عمدہ تدبیر سوچی ہے۔ آج ہی اسکا فیصلہ کر دیجئے۔

یقین (تیزی سے) یقین ہے تمہاری آفرین اور سمجھہ پر اور لعنت ہے میرے شور سے پر (جو تم سے کوئی بات دریافت کرتا ہوں اور تم بے سوچے سمجھے جواب دیتے ہو) کیا ایسے عظیم الشان لشکر میں ایک سردار لشکر کا خون کرنا آسان ہے۔ کیا تمہارا تجویز اور صاحب رائے کے چاند کو گہن لگ گیا۔ کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ کسی روز موقع سے شب کی وقت جب تمام لشکر سکھہ نیند سوتا ہو خان کو بلا لیں۔ اگر خان سوا اپنے گھوڑے و خوجی کے آجاوے تو زہرے قہر پیر خان (خفیف ہوا کہ) خرمندگی کے لہجہ میں۔

واقعی آپ کا ارشاد بجا ہے۔ لیکن جو وقت شادمانی اور کامیابی کا عالم ہوتا ہے تو اسکی عقل میں کیسے عجلت کا فتور ہوتا ہے۔ اب غور طلب یہ بات ہے کہ ہم غفور خان کے زین پہلے جو بیت عمدہ بنا ہوا ہے اور اس میں اسکا تمام سرمایہ ہے (کھنڈ قبضہ کر کے) یقین۔ یہ بڑا ہی پیچیدہ معاملہ ہے۔ اس میں نہایت ہی احتیاط سے قدم رکھنا ہے۔ اول اس کے زین کا لینا۔ دوسرے اسکا پوشیدہ کرنا۔

پیر خان۔ (سوچ کر اور تھوڑی دیر خاموش رہ کر) مجدد صاحب جو کہ میری سمجھ میں آتا ہے عوض کرتا ہوں آپ اس میں کسی بیشی کر کر درست فرمائیے۔ یہ تو ممکن ہے۔ کہ آپ خان کو اس کے لشکر سے علیحدہ کر کے شام کی وقت اپنے خیمہ میں لے آئیں اور جبکہ وقت

جب خان خوب نشہ میں مین ہو جایگا تو مجبور آپ ہی کے خیمہ میں آرام کریگا۔ اور جو وقت ہم اپنے ارادے میں کامیاب ہونگے۔ تو خان کے ساتھ اسکے گھوڑے اور زین کو بھی دفن کر دیں گے۔ اور اسکی چیزیں نکال لیں۔ ورنہ ہم اسکے قتل ہی قیمت سمجھیں گے۔

موتی۔ یہ بات درست ہے۔ لیکن بیشک میں شگون بدیکہ لوں کوئی بات نہیں کہہ سکتا۔
مین۔ پیر خان کی رائے پر غور کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ کہا تنگ ممکن ہے۔

پہر ہم اس رات علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔ علی الصبح جو وقت سلطان خاوند نے تخت افق پر جلوس فرمایا اور پہاہ انجمن شمشیر شامی کے فوف سے ہزیمت پائی سفر کیا اور ہم سب غفور خان کے ہمراہ تھے۔ اگر کہی آئے پیچھے کچھ فاصلہ پہنچی ہو جلتے تھے تب ہی اور داتا غفور خان کے ہی راستہ پر آ جاتے تھے اور

اپنی شجاعت اور علم اور جو واقعات نیک و بد سمجھے ہوئے تھے انکی کامیابی کا تذکرہ کرتے ہوئے جلتے تھے۔
مین۔ خان صاحب آپ کو مقام گنٹور کا محل اور انگریزوں کے تو قیمر مکانات کو کچھ کنی غریب دیکھا گوا انکے مزاج میں نہ کسی قسم کی امارت ہوتی ہے۔ نہ آنکے ان سامان آسائش نظر آتا ہے۔ سداے سنی کے برتنوں اور کوٹ پتلون کے کچھ ہی نظر نہیں آتا۔

سونے چاندی۔ جو اہرات کا ذکر ہی کرنا فضول ہے۔ پہر ہم اپنے ملک کے نابون۔ راجاؤں۔ رئیسوں سے ان گول ٹولی والوں کو کس طرح نسبت دیکھتے ہیں۔ ہم نے اپنی طبع کی غرض سے کس طرح ان سب کا قیمر بنایا۔

خان۔ (تکبرانہ لہجہ میں) غور سے سنو۔ ہمارے سردار کی بزدلی نے ہماری طبیعت کے جوش کو سرد کر دیا۔ اسکی کم ہمتی نے ہماری قوت اور دلیری کو نامردی سے بدل دیا۔ اگر کچھ ہی ہمت کو کام میں لاتا۔ تو ہم ضرور خزانہ پر حملہ کرتے اور اپنی قوت و مردانگی کی داد پاتے اور جو وقت ہم کو ہماری محنت و جانفشانی کا ایک حقول صلہ ملتا۔ تو اسوقت ہماری خوشی کا کون اندازہ کر سکتا تھا۔ لیکن فطرت نے یہ موقع ہی نہ دیا۔ بس ہم نے اپنے اطمینان اور دلی بڑاس نکال لینے کی غرض سے انکو تو قیمر مکانات اور بنگلے میں آگ لگا دی۔

مین۔ خان صاحب آپ سچ فرماتے ہیں۔ لیکن ان مکانات کے شعلوں نے ان نامردوں کی طبیعت کو بھی خوب ہی جلایا۔ آپ کو اس نایاب شے کا حال (جس سے انسان کا غم غلط خوب ہی ہوتا ہے بلکہ انسانی خوشی کا جلاہ کہنا چاہیے) یاد ہے یا نہیں وہ چہرٹی چہرٹی ہتکین جو میں نے لی تھیں۔

خان۔ (خوش ہو کر) انسانی خوشی کا جلاہ نہیں بلکہ

جوانی کا عالم زندگی کا فحش بخش نظارہ کہنا ہی
 سچا نہیں ہے۔ اسکا ذائقہ اسکا سرور مجھے خوب یاد
 ہے۔ واقعی یہ لوگ عمدہ شراب پیتے ہیں۔ افسوس
 میں نے اسکی قدر نہ کی۔ دو چار بوتلون کا ہمراہ
 رہنا کچھ مشکل نہ تھا۔ اب کیا ہوتا ہے۔

گیا وقت پہرہ ہاتھ آتا نہیں

عین۔ گو میں اسکے مزہ سے ناواقف ہوں لیکن
 داشتہ آید بکار کے خیال سے میں نے چند بوتلین
 اٹھالی تھیں۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ اب بھی
 موجود ہونگی۔ اگر آپ اسکو زندگی کا فحش بخش
 نظارہ سمجھتے ہیں۔ تو پھر مجھے ہی اسکی لذت چکھنا ہو۔
 اور اپنے خزانچی کو حکم دیجئے خلی کو کام میں نہ لائے۔
 بخدا ایسی نفیس شراب بہشت میں بھی نصیب نہوگی
 خان۔ (مجبور ہو کر) میں اسوقت کیا جواب
 دوں۔ خیر موقع سے دیکھا جائیگا۔ لیکن اسوقت
 تو تم ہی کنجوسی کر رہے ہو۔

عین۔ (سکا کر) خان صاحب آپکے واسطے۔ اور
 پھر کنجوسی۔ ہرگز نہیں۔ لیکن ایسے شکر میں نہ ہونگے
 خلاف کام کرنا یا اسکا ذکر کرنا شراب خوری کا تقہ
 پہنا ہے۔ اسلئے مناسب حلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ شب
 کی وقت تشریف لائیے اور اگر آپ کو آئندہ کیواسطے
 بھی درکار ہو تو اپنا گھوڑا مع زین کے لیتے آئیے رین
 کے اندر دو تین بوتلین باسانی آسکتی ہیں۔ اگر نہ

خاطر ہے تو حکم دیجئے کہ میں پلاؤ گرک ہی تیار کروں
 اور پھر تنہا ہی میں شب کی وقت خوب دوڑاؤں
 رات کو بادہ پیامج کو توبہ کرنی
 رند کے رند رہے ہاتھ جنت نہ لگی

خان۔ میر صاحب اطمینان رکھو۔ اگر فاضل تہی
 ہی شراب ہے۔ اور جبکی مجھے تم امید دلاتے ہو تو میں
 ضرور تمہارے پاس پہنچوں گا۔ اور ہم پہنچا عتیاط
 سے اس مجلس کو آراستہ کرینگے۔ کہ کسیو خبر نہ لگے گی۔
 اور میں اپنے سائیس کو حکم دوں گا کہ میرے گھوڑے کو
 تمہارے گھوڑوں میں باندھ دے۔

یہ بات سنتے ہی میرادل باغ باغ ہو گیا اور جھکو اپنی
 عمدہ تدبیر کی کاسیابی پر ناز ہوا کہ بلا کسی خطرہ کے
 ایسا عظیم سرمایہ جھکو ملیگا۔

عین۔ یہ امر طے ہو چکا۔ کہ یہ بات بالکل پوشیدہ
 رہے گی۔ جو وقت پلاؤ تیار ہو جاوے گا۔ میں پھر خان
 کو جو میرا ہمارا اور عین ہے آپ کے پاس بھیج دوں گا
 خان۔ نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ میں خود تاریکی
 میں تمہارے خیمہ تک چہل قدمی کرتا ہوں پلاؤ لگاؤں گا
 پہر سائیس سے کہا۔ آج شب کو جو وقت مجھکو میرا
 کے خیمہ کی طرف جاتے ہوئے دیکھو اس طرح سے میرا
 گھوڑا مع زین میرے پیچھے پیچھے آنا کہ گویا میں
 سو رہا ہوں چاہتا ہوں۔ اور جو وقت میر صاحب
 کے خیمہ میں داخل ہوں تم گھوڑے کو میر صاحب

گھوڑوں میں ہانڈہ دینا۔

سائیس۔ بہت بہتر خداوند۔ جو حکم۔

خان۔ دیکھو کسی سے یہ ذکر نہ کرنا۔ کہ میں کہان

جاتا ہوں۔ اور اگر کوئی شخص اتفاق سے اُس وقت

کوئی سوال کرے تو تم کچھ جواب نہ دینا۔

سائیس۔ حضور کے حکم کی تعمیل کو میں اپنا جان

فرض سمجھتا ہوں۔ مجھے کبھی عدول علمی نہیں ہوئی۔

خان۔ تمہارے واسطے یہ ہی بہتر ہے۔

پہر وہ آدمی پیچھے رہ گیا۔ اور ہم نے اپنا سلسلہ

شروع کیا۔ مختلف سرداروں کی لیاقتوں اور ان کے

سلوک کو نیک حال کہتے رہے۔ غفور خان ایک عمدہ

سپاہی تھا لیکن فطرت نے کج خلقی بد مزاجی اس کی

طبیعت میں کوٹ کوٹ کر پھری تھی۔ اس وقت شہر

کے شوق اور امید نے اس کے مزاج کو بالکل بدل دیا

اور اسکے ریاکار اس وقت کے کس عقلمندی اور

خدمت سے بہرے ہوئے تھے۔

ہم بادل شادان و فرمان چلے جا رہے تھے۔ لیکن

تھوڑی دیر کے بعد ایک ایسے کف دست میدان

میں گذر ہوا کہ جان آفتاب کی تیز تیز کرنیں اپنا

پورا جلوہ دکھا رہی تھیں۔ دھوپ کی تیش اور

تیزی نے آنکھوں میں چکا چوند پیدا کی۔ اور بار

متد کے جھونکوں نے جھونٹوں پر پیپڑی مٹی۔ اُس وقت

کی پریشانی اور حیرانی۔ مایوسی۔ حرمانی۔ ناامیدی

پورا جوہن دکھلا رہی تھی۔ قدرت خدا اور سچے

عقاب اور حرمانی کا نوٹ خود بخود ناظر کی نظر دین

میں کھینچتا تھا۔ اور ایک نصیحت آمیز سا ہوتا

چلا جاتا تھا۔ اس قسم کے خیالات ہمارے دل میں

مستواتر دورہ کر رہے تھے۔ اور دست بدعا تھے

تجھے فضل کرتے نہیں لگتی بار

نہ ہو تجھے مایوس اُمید دار

کہ تیر دعا بھد پھینچا اور اس کی رحمت کا دریا جوش

میں آیا۔ جند ہی قدم آگے بڑھے ہوں گے کہ

سانے درخون کے جھنڈ دکھلائی دیے۔ اور ایسے

سر سبز مقام پر پہنچے۔ کہ جکا فوجت بخش نظارہ

ہی تشنہ لب اور خشک حلق کی پیاس بجھاتا تھا۔

اس خوش منظر سے دلوں سرد اور آنکھوں کو نور

ہوا۔ اور ہماری ناکامی اور شکستہ دلی کے لشکر

پر امید اور کامیابی کی فرج نے غلبہ پایا۔ اور

جگہ قیام کیا۔

سر پہر کے بعد خان کے پے در پے پیغام آئے کہ

کہانا تیار ہے لیکن میں انکار ہی کرتا رہا۔ کہ

ابھی سفر کی تھکان کم نہیں ہوئی۔ میرے آدمی

سب پریشان ہیں کیونکہ اگر میں وقت مقررہ سے

پہلے اطلاع دیدیتا۔ تو میں اپنے ارادوں میں

نا کامیاب رہتا۔

موتی۔ میر صاحب آپ صبح سے خان کے ساتھ

ہیں۔ افسوس شگون دیکھنے کا خیال آپ کو نہوا۔
تین۔ واقعی میں نے نہیں دیکھا۔ مگر میں یقین
کرتا ہوں۔ کہ تم نے شگون ضرور دیکھا ہوگا۔ اور
میر لول اس بات کی شہادت دیر لے کہ شگون
ہمارے موافق نکلا ہے۔

موتی۔ یہ امر آپ پر بخوبی روشن ہے۔ کہ میں
اپنے کام میں کسی فاضل نہیں رہتا۔ جو وقت کل
شب کو آپ سے علیحدہ ہوا۔ تو میں نے اور پیر خان
نے ہمراہی دیگر ٹھگون کے گڑ کا چڑا مارا چڑایا
اور اپنے رکش کرنے والے دیوتا یعنی (دیوی) سے
شگون کا خواستگار ہوا۔

اس نے ہکو تباد اور پہلا و کا شگون عمدہ تھوڑی
دیر کے بعد بخشا۔ اس لئے اب ہکو کوئی خوف نہیں۔
میں۔ میں نے اول ہی خیال کر لیا تھا۔ جو وقت
غفور خان نے ہماری سب باتوں کو تسلیم کیا تھا۔
کہ شگون کے عمدہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔
اگر شگون عمدہ نہوتے۔ تو ہماری سب تدبیریں
ہمارے خلاف ہوتیں۔ ابی بہت سے ٹکرائے ہوئے
ہیں اور بہت ہی تفتیح اوقات ہوتی ہے۔ خیر
اسکی نسبت بعد میں دیکھا جاویگا۔ وہ بہت ہی
نازک وقت ہوگا جو وقت خان کا غائب نہ ملے
ہوگا۔ اسلئے ایک عرصہ تک ہکو خاموش رہنا پڑیگا۔
موتی۔ جہاں صاحب ہم نے باہم مشورہ کر لیا

امدادہ کر لیا ہے۔ کہ ہم روز ایک نئی مہم آپ کے
سامنے پیش کیا کریں۔ ان چند اربوں میں کوئی
شخص ایسا ہے جسکے پاس ہزار بارہ سو روپیہ نہ ہو
بڑے شرم کی بات ہے۔ کہ ہم شب کا وقت بیکار کھینچ
میں۔ موتی ابی ٹھیرو۔ جلد ہی نکلے۔ پہلی جو کام
درمیش ہے۔ اسکو انجام کرنا چاہئے۔

میرے ہمراہی ٹھگ۔ ابی میر صاحب اپنا حق
ٹکر کرتے ہیں ہنگ کا کام ہے۔ کہ وقت پر لپٹاؤ
منصبی پورے طور سے ادا کرے ہم سب تیار ہیں۔
لوگبائی۔ تو ہم اپنا وقت بیکار نہ کہیں اسلئے
سے پہلے ہی قبر تیار کر لیں۔

میں۔ نہیں۔ شاید اسکو شبہ ہو جاوے وہ
بہیڑی کی طرح ہوشیار رہتا ہے۔ کیا بعد میں جلد
تیار نہیں ہو سکتی۔

لوگبائی۔ آپ سچ فرماتے ہیں۔ اسکو گہرا دفن
کر نیکی ضرورت نہیں۔ اور ہم میں تین بڑے لوگبائی
بڑے مشاق ہیں جو چند لمحہ ہی میں تیار کر دیں گے۔
پیر خان۔ کیا اسکا سائیس ہی مارا جائیگا۔

موتی۔ بیشک۔ میر صاحب اور تم خان کی خبر
لے لیا۔ اور سائیس کو میوے واسطے چھوڑ دینا۔
میں۔ بس سب انتظام ہو گیا۔ اس امر کا ضرور
خیال رہے۔ کہ ہر مذہب پر خان ہمارے ساتھ ہوگا
اور تم سب باہر ہو گے۔ لیکن جو شیادہ ناگہور نہ ہو

زین کا ہوا تیار رہے۔ گو مجھے کچھ بھی خوف نہیں ہے۔ تاہم احتیاط شرط ہے۔ اگر خدا خواستہ یہ بات معلوم ہو گئی یا کچھ شبہ ہو گیا۔ تو ہم کو فوراً بیان سے فرار ہونا لازمی ہو گا۔

موتی۔ نہ مجھے کچھ خوف ہے مگر ایک مزار مشہور بہادر آدمی کے غائب ہوجانے سے ہنگامہ ضرور برپا ہو گا۔ لیکن سائبہ ہی اسکے مختلف رشتہ میں ہونگی بغض کا خیال ہو گا۔ کہ اب بیان ٹھہر کر کیا کرتا روپیہ بہت ساجع کر لیا تھا۔ اس لئے وہ چلا گیا یا کسی شکار کی تلاش میں کسی جگہ گیا ہے۔ یا کسی شخص نے اسکو قتل کر دیا۔

علاوہ برین جبکہ ہم نیاڑ سے روانہ ہونے میں کس پنڈاریوں کا خون خان اور اسکے آدمیوں کی جانیں تھیں۔ اس بات میں کوئی شک شبہ نہیں ہے۔ مجھے خوب حال معلوم ہے۔ یہ لوگ نجم شیطان ہیں لیکن اب تم جاؤ اور ہوشیار رہو۔ اور پیر خان کو میرے پاس بھیج دو۔ اسوقت شاہ خاں تاریکی کے پر خوف حملہ سے مغلوب ہو کر اور اپنا شرفی تخت چھوڑ کر ڈگمگاتے بھٹے قدموں سے غریب کی جانب بھاگا چلا جاتا تھا انسان و حیوان اس مخلوق کا شہدہ کی حالت کو بیم دہر اس سے دیکھ رہے تھے اشجار تاریکی کے خوف سے آہ سرد دہر رہے تھے پندہ اپنی چاہ کی جگہ تلاش کر رہے تھے ہیک شام کی وقت

اسلام کے سچے بندوں نے امد اکبر کا لغو بار بار۔ اور تفرق کردہ کے گرد جمع ہو کر نماز پڑھنے میں مل ہوئے۔ اور ہاتھ پھیلا پھیلا کر اس روز کے خون اور ظلم و زیادتی کی معافی مانگی۔ پھر سب آدمی علیحدہ علیحدہ ہو کر اپنے اپنے گھوڑے کی پاس بستر بچا کر لیٹ رہے کہ شب آرام سے گزاریں۔ اور صبح آئندہ کیواسطے مستعد ہوجاویں۔

وہ وقت (جکا میں منتظر تھا) قریب آیا۔ اور میں اپنے خیمہ میں خان کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں اسوقت کی خوشی کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ میرے رگ و پے میں ایک حرارت متواتر دورہ کر رہی تھی۔ کیونکہ میرا خیال بہت مستقل تھا کہ میں آج ایک جابر پنجہ کا کام تمام کر دوں گا۔ میرے پاس صرف پیر خان موجود تھا۔ اور ہم دونوں کے منہ پر خیر خاموشی لگی ہوئی تھی۔ اور دل ہی دل میں بے دریغ خیالات آئندہ کے گھوڑے بڑی تیزی سے دوڑ رہے تھے۔ آخر تھوڑی دیر کے بعد قہر سکوت ٹوٹی اور پیر خان نے مجھے دریافت کیا۔

پیر خان۔ میرا صاحب آپ نے ماہہ دلی شے تو کسی بوتل میں آمیز کر لی ہوگی۔

میں۔ بیشک ایک بوتل برانڈی میں دو توکے وہ افیون ملائی ہے جس میں نہایت تیزی ہے۔ میں نے اسکو چکھتا ہوا اسکا مزہ بالکل دوا کا معلوم

جب وقت خان سرور کی حالت میں ہو گا۔ اس وقت یہ بول پلائی جاوے گی۔ اور اگر ہم ایسا نہ کریں گے تو سوائے ناکا سیال اور پشیمانی کے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ بلکہ اس جگہ کا قیام اور یہاں سے جان سلامت لیجا نا مشکل ہو گا۔ اگر خدا نخواستہ یہ صورت پیش آئے تو بڑے شرم کی بات ہے۔

پیر خان۔ آپکا ارشاد بجا ہے۔ مگر وہ یہاں سے کسی صورت میں بھی صحیح و سلامت نہیں جاسکتا۔ کیا میں اپنی قوت کا اسکی طاقت سے مقابلہ نہیں کر سکتا کیا آپ کے روال نے کسی وقت خطا کی ہے لیکن جب وقت خان پیالیان اٹھا کر غل چائیگا اس وقت کا کیا فکر ہے۔ اگر مناسب سمجھئے تو موتی وغیرہ کو بلالیا جاوے۔ کیونکہ موتی کے پاس ستار اور ڈھولک ہے۔ اسکی آواز اور گانے والوں کا شور خان کے غل غبار پر سبقت لیجا ویگا۔

عین۔ نہیں۔ گانے بجانے سے بہت سے آدمیوں کی توجہ اسطرف ہوگی۔ اور بلا تامل چلے آویں گے۔ اس حالت میں ہمارا اصلی مطلب خبط ہو جاویگا۔ ہاں جہاں تک ممکن ہو۔ احتیاط کریں۔ اور باقی سب اس قاور مطلق کے بہرہ دہ پر چھوڑ دیں۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے جو چاہے گا کرے گا یہ بات حکومت کی اس کو ہی سزا ہے

رات بہت گزر چکی تھی۔ اور اس وقت کی تاریکی چشمہ ظلمات کی تاریکی کا پورے طور سے مقابلہ کر رہی تھی۔ شہر غوشان کا پورا منظر تھا۔ بلکہ یہ کہنا چاہئے۔ کہ خاموشی اس شکر عظیم پر قبضہ کنان تھی۔ جو تون کی طح ساکت نظر آ رہا تھا۔ بڑے غور کے بعد معلوم ہوا۔ کہ ایک شخص ہوشیار تھا جو جو آدمی اس کے راستہ میں گہری غیند میں خیر سونے میں نہایت احتیاط سے چتا ہوا۔ اور اسکی سے قدم اٹھاتا ہوا چلا آتا ہے۔

عین۔ بہائی پیر خان دیکھو وہ خان آتا ہے۔ اس کے پیچھے پیچھے سائیس گھوڑا لار ہا ہے۔ پیر خان۔ واقعی خان نے اپنا وعدہ ایفا کیا۔ اتنے میں غفور خان کی آواز آئی کہ میر صاحب آپ ہی ہیں نا۔

عین۔ خالص صاحب تشریف لائے اور غریبانہ کو اپنے قدم میں منت لروم سے منور فرمائیے۔ خان۔ اس تاریکی میں ذکر ہاتھ کو ہاتھ نہیں دکھلائی دیتا، مجھے خوف تھا۔ کہ میں آپ کا خیمہ نہ بھول جاؤں۔

عین۔ میں بڑی دیر سے آپکا منتظر تھا۔ غفور خان۔ (خوش ہو کر) کیوں میر صاحب اب ہکو ہارے دل کی چیمیتی اور سرور کی بخشش دانی اور غم غلط کر نیوالی شے ضرور ملیگی۔ کچھ

دھوکہ تو نہیں ہے۔

مین۔ بخدا دھوکہ نہیں ہے۔ آپکا خیال کہ ہر گیارہ
ملاحظہ فرمائیے یہ رکھی ہوئی ہے یہ پیرخان پلاؤ لیٹے
گیا ہے۔

خان۔ میں نے اسی خیال سے کہ شب کو میرا
کے خان خوب پیر ہو کر کہا نالوش کرونگا۔ آج دن
بہر فاقہ کیا ہے۔ میں جلد آجانا۔ لیکن خاص کام
کی وجہ سے میں دربار میں بیوایا گیا اور کسی عرصہ
تک میں نے جو آپ کو منتظر رکھا آپ معاف فرمائیے
مین۔ آپ کی عنایت کا نیا زند کمال شکور ہے۔
آپ کا ارشاد فرمانا آپ کے اطلاق کی قربی ہے۔
فرمائیے آپ کا گھوڑا کہاں ہے۔

خان۔ غالباً میرے سائیس نے تمہارے گھوڑے
میں باندھ دیا ہوگا۔ میں اپنے ملازموں کو دھوکہ
دیکر آیا ہوں۔ اور در دھوکہ بھانا کر کر سورا۔
اور سب کو سخت عافیت کر دی کہ مجھے بیدار کرنا۔
تہوڑی دیر کے بعد سب لوگ خواب غفلت میں
خراٹے لیٹے گئے۔ میں آہستگی سے اپنے پلنگے
اٹھ کر اردو بے پائون خیمہ سے باہر آیا۔ اور
سائیس سے اشارہ کر کے چلا آیا۔ غالباً امید ہے
کہ آپ کے آدمی گہانے وغیرہ گھوڑے کے سلتے
قال دین گے۔

مین۔ ابھی اسکا بندہ است کرتا ہوں۔

پیرخان کہہ وقت پلاؤ لیکر آیا۔ خان اسوقت
ایسا ہکا۔ جیسے باز کو تر پر۔

خان۔ اب خراب جلد پلاؤ لیٹے۔ زیادہ دیر
نہ لگائیے۔ مے کے بغیر پلاؤ خشک معلوم ہوتا ہے۔

علق کو چیلند ہے۔ میں نے اسوقت ایک شراب
کا پیالہ پیش کیا۔ خان نے بہت خوشی سے نوش کیا

اور کہا یہ وہ شراب ہے جو حوران ہشتی پیتی ہیں۔
میر صاحب فداحیال تو کرو کہ اگر بالفرض ہم بچے

اعتقاد والے لوگوں کو بہشت میں بھی یہ شراب
ملے۔ تو کس طرح ہو چکے کیونکہ ہمارے سامنے وہ

وہ حد میں جکے حسن کی ہم کسی سے ہی تیشہ نہیں
دیکھتے کھڑی ہوئی ہونگی۔ (تہقکہ لگا کر ادب پر

خاموش رہ کر) من نام من دانم۔ میر صاحب اب
آپ نوش کیجیے۔

مین۔ نہیں خاں صاحب یہ شیشہ خاص آپ کے
حصہ کا ہے۔ اور ایک بوتل اور آپ کیوٹے

موجود ہے۔ میں ادب پیرخان قیسری بوتل کو
آپسین تقسیم کر لیٹے۔ افسوس کہ زیادہ شراب

نہیں ہے اور نہ بوتل ہی بڑی ہے۔
خان۔ میں تمہارے کلام کی تائید کرتا ہوں وہ

جس قدر افسوس کیا جاوے وہ کم ہے۔ لیکن حق
ہے میں اسی کی قدر کرنی چاہیے (پہر ایک قہقہہ

پیکر دیکھو یہ بے ایمان فرنگی روزمرہ اس ناوہ

شراب کا استعمال کرتے ہیں اور نشے کی حالت میں
کیسے کیسے کارنایان کرتے ہیں۔ اور ایک نیر کے پاس
کریسیان چپا کر اور انہیں ہٹا کر شراب پیتے ہیں۔ اور
گاتے میں ناچنے میں پھر وہی ہوتا ہے جو جاتے ہیں۔ کیا
کبھی تمکو دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔

مین۔ میں نے مجھ خود ہی دیکھا ہے اور سنا ہی ہے
میں ان لوگوں کے حالات سے بخوبی واقف ہوں۔
خان۔ (کے بعد سکوت کے بعد) کاش اگر میں ان کا
ملازم ہوتا تو کیا اچھا ہوتا۔ خود اس شراب کو پیتا۔
اور اپنے دوستوں کو بھی اس سے محروم نہ رکھتا۔
مین۔ واقعی اس میں کیا شگ ہے۔

خان۔ میر صاحب اب میں ان فرنگیوں کی نوکری
خود کروں گا کیونکہ یہ ولایتی شراب مجھے بہت ہی اچھی
معلوم ہوتی ہے۔ اور یہ شراب بیت سے کئے مسلمانوں
کو اس طرف راغب کرے گی۔ میں نے سنا ہے کہ سکندریہ
بھی شراب پیتا ہے۔ نہیں معلوم کہ کہاں تک امر محم ہے
مین۔ جو وقت میں حیدر آباد میں موجود تھا۔ میں نے
بھی سنا تھا۔ اور اسی مقام پر اس نایاب شراب کو
چکھا تھا۔ اور اسی باعث سے میں نے گنٹور کے مقام
پر پہن کر ان چند بوتلوں کو احتیاطاً اٹھایا تھا۔

خان۔ (ایک بوتل کو ختم کر کر اور کیتھرا فوس کے
ساتھ آہر دہر کر) یہ تو شہنشاہ کی بیٹی کے شراب ہے
بلائے خدا میر صاحب اور لائیے۔ ۵

ساتی تیرے مدتے ساتی
غم میں نہ کہہ تو کچھ ہی باقی
جام پلا بہر بہر کے مے کے
ہو دین جس سے سب کو اچھے
بات یہ ہی ہے مانے اگر تو
سچ تو یہ ہی ہے جانے اگر تو
کچھ ہی مزا ہے مے کے نہیں ہے
لطف کہیں بے اس کے نہیں ہے
ساتی پیارے آفت دالے
خوش اور اچھی صورت والے
جلد لگا دے منہ سے شیشہ
مے کے بغیر دم ہے ٹکستا
مے ہو اصلی لندن والی
پیرس کی یا برلن والی

مین۔ (دوسری بوتل پیش کر کے) خان صاحب صرف
یہ ایک بوتل اور موجود ہے۔

خان۔ (خوش ہو کر اور نصف بوتل چڑھا کر) میر
صاحب تو میں ناچ بھی سکتا ہوں۔ اور گانا بھی گا
سکتا ہوں۔ گو ہمارے مذہب کے خلاف ہے۔
لیکن گائیکی ممانعت نہیں ہے کیونکہ پیغمبر صاحب کی تعظیم
اور توصیف میں راگ گاؤں گا۔ چونکہ میں ستار فرب
جاتا ہوں۔ اس لئے مجھے ایک ستار اس وقت درکار تھا
کیا آپ لوگوں میں کسی کے پاس موجود ہے۔

عین۔ میرے ایک ملازم کے پاس موجود ہے۔
کیا تار ہی منگا دیا جاوے۔ یا اسکو ہی طلب کیا جاوے۔
خان۔ اگر وہ کچھ گانا ہی جانتا ہے تو ضرور بلواؤ۔
اور کسی قسم کا خوف نہ کرو۔

عین۔ خوش آواز ہے۔ اسکا گانا دلپیر اثر کرتا ہے۔
بہاٹی سپر خان جلد جاؤ اور موتی کو بلاؤ لیکن ساتھ ساتھ
خان۔ (زرا نوں پر ہاتھ مل کر) افسوس اسوقت کوئی
معتوق پرورش پیش نظر ہوتا تو کیا اچھا ہوتا جیت
ہم نے کرشنا پر قیام کیا تھا۔ تو ایک حسین زوجہ کن
مازودا کی کان عاشقوں کی جان میرے پاس موجود
تھی۔ جس سے کیا ہی لطف تھا۔ افسوس ایک نا ممکن
بات کا اسوقت ذکر ہی کرنا لغو ہے۔

عین۔ خان صاحب گہرا بیٹے نہیں جو وقت بنگاڑ
پہنچ جائینگے۔ تو اس سے زیادہ حظ اٹھائیں گے۔
یہی موتی سے ستار کے آگیا ہے۔

موتی۔ (سلام کر کے) آقاہ۔ آج خان صاحب نے
یا د فرمایا ہے۔

خان۔ پیارے گوتے۔ کیا یہ ستار ملا ہوا ہے۔
اسکے سب پر دے درست ہیں۔

موتی۔ صاحب یہ ستار آپ کے لائق نہیں ہے۔
لیکن سب طرح سے درست ہے۔

غفور خان اس طرح سے ستار کے پر دوں پر اپنی انگلیاں
جلد جلد چلاتا تھا جس سے ناظر کی نظر میں جیتا تھا کہ

یہ شخص اس فن میں کامل مہارت رکھتا ہے۔ اور
سب لوگ تعجب کی نظر سے نگران تھے۔ دیکھئے کہ خان
کس طریقہ سے ستار بجاتا ہے۔

خان۔ (زور کی آواز میں) تھوڑی سی شراب اور
پلاؤ۔ تو میں ستار بجانکی کوشش کروں۔ ارے
موتی کوئی غزل ہی یاد ہے یا نہیں۔

موتی۔ خان صاحب میں ایک دیہاتی آدمی غزل کو
کیا جانتا ہوں۔ مان لہارا اور پیر وین کی رنگینان
البتہ آپ کو سناسکتا ہوں۔

خان۔ ان راگنیوں کو بیان کون سمجھے گا۔ میں ایک
غزل بتلاتا ہوں۔ جو غالباً تمہیں ہی یاد ہوگی۔
(اسے چہرہ زربائے تور شکب بتان آدزی)

میر صاحب تھوڑی سی شراب اور پلاؤ۔ آج تم نے
خوب ساتی گری کی۔ میرے پیارے ساتی۔ میں
تمہیں ان غزلوں سے بھی بہتر غزل سناؤں گا۔ جو

خواجہ حافظ نے اپنے دیوان میں اپنے ساتی کی خان
مین لکھی ہیں۔ (پھر شراب کا ایک پیالہ چڑھا کر اسکا
ذائقہ بھلا ہوا ہے۔

عین۔ خان صاحب اس بوتل پر کاغذ بھی اور قسم کا
چسپان ہے شاید یہ شراب۔ اعلیٰ درجہ کی ہے۔
ملاحظہ فرمائیے۔

خان۔ یہ شراب تیز معلوم ہوتی ہے۔ اچھا موتی
اب تم کچھ گاؤ۔

موتی نے گانا شروع کیا۔ اور خان نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ دوزن کی آواز ملکر ایسی پیاری معلوم ہوتی تھی۔ جس سے ایک مجمع کثیر کے ہو جانیکا اقبال تھا۔ اور ہم اپنے ارادے میں ناکامیاب رہتے۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں خان خاموش ہو گیا تو میں نے اور پھر خان نے بہت کچھ تعریف و توصیف کی اور کہا کہ آج خوش قسمتی سے اس پیشیل اور کف دست میلان اور لائق ووق جنگل میں دولاہق گوئیوں کا گانا سنا۔ لیکن اب خالص صاحب خاص آپکا نمبر ہے۔ خان۔ میرے بعد پیر میرے پیارے ساتھی تمہارا نمبر ہے۔ اچھا تھوڑی شراب اور پلاؤ کہ فوب سرد ہو۔ افسوس اگر ہمارے پاس کافی ذخیرہ موجود ہوتا تو ہم روز اسی طرح سے جشن مناتے منے اڑاتے پیریا کو خالی کر کر اور بوتل کی طرف دیکھ کر ابھی تو نصف سے بھی کم بوتل خالی ہوئی ہے۔ آؤ بہت ہے۔ ایک پیار موتی کو بھی دو وہ بھی اس کا سستی ہے موتی۔ حضرت مجھے معاف فرمائیے۔ میرے اور آپ کے مذہب میں بہت فرق ہے۔ میں قوم کا بڑا خان۔ افسوس تو اس کے منے سے نادانف ہے۔ اور تیرا اعتقاد بھی دوسرا ہے۔ لیکن تیرا نام بھی کیا پیارا ہے۔ جیسا کہ تیرے نام کے ساتھ خان موزوں ہو سکتا ہے ویسا ہی لفظ نام ہے اگر ہمارا تیرا نام ایک ہوتا تو ہمارے ساتھ بہت میں بھی رہتا۔

دہان حورون سے لطف آٹھاتا۔ اب غفور خان کو نشہ بھی ہو گیا تھا۔ اور آواز میں بھی پیاری بن تھا۔ اسنے غزل کے گانے کی بتیری کوشش کی لیکن ناکامیاب رہا۔ خان کارنڈین کی طرح آنکھیں ٹکانا نزاکت سے کرو گردن کو مڑانا اسوقت ایک عجیب لطف دیتا تھا۔ پھر غل چاکر میر صاحب میرا طلق بالکل خشک ہو گیا ہے میں کیا خاک گاؤں۔ دوسرے ذکام نے میری آواز کو اور بھی پیاری کر دیا۔ ایک چوہ پیکر خان نے پیر گانے کی کوشش کی۔ مگر کچھ فائدہ ہوا۔ ایک نشہ خراب دوسرے خاص مالوہ کی افیون اس میں ملی ہوئی۔ جو اپنا قاتل اثر کر رہی تھی۔ خان کو کامیاب نہونے دیا۔ اور مجبور ہو کر کہا۔ موتی خان نہیں موتی رام اب تم گاؤ میں سار بجاؤں گا موتی نے گانا شروع کیا۔ لیکن خان نے مجبور ہو کر ستار زمین پر رکھ دیا۔

خان۔ میر صاحب آپ جانتے ہیں کہ میں کن ہوں اور کھد سوار ماتحت ہیں۔

میں۔ حضرت اب لڑا صاحب کے قوت بازم ہیں تین ہزار سواروں کے افسر ہیں۔

خان۔ پھر تم لوگوں نے مجھے گویا کیوں قصہ کیا۔ میں کبھی ڈکاؤں گا۔ اور نہ بجاؤں گا۔ لیکن میر صاحب آج آپکا غلام ہوں۔ اس میری بوتل

حزیرے علی کو بالکل خشک کر دیا۔ پڑتی شراب ہے
مین۔ فاضل صاحب اب آپ کو سوائے شراب کے
دوسری شے دلدی ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ اور نہ
درام دی سکتی ہے۔ لہذا اور پیو۔ صرف ایک پیار
موجود ہے۔

خان۔ اب جیکو سب دیدہ۔ اب میں کافر و زکون
کی طرح خواہ وہ کیسے ہی غلیظ ناپاک ہوں کہہ ہو کر
پیو نکا۔ اور جیسا کہ مین نے اول میں ذکر کیا ہے
اب اُنکی ملازمت ضرور اختیار کرو نکا کیا تم جانتے
ہو کہ جو وقت وہ کہے ہو کہ شراب پیتے ہیں۔ کیا
الفاظ سے نکالتے ہیں۔

مین۔ میں نے ایک شخص سے جو انگریزوں کا ہنگام
تہا نک ہے کہ وہ بہا بہا۔ بہا۔ بہا کہتے ہیں۔
خان۔ (خیر مگر) این۔ بہا۔ بہا۔ بہا۔
اسکے کیا معنی ہیں۔

مین۔ جس طرح سے ہم رنگ بسم اللہ الرحمن الرحیم
کہتے ہیں اسی طرح سے یہ لوگ لفظ بہا۔ بہا
بہا کو استعمال کرتے ہیں۔

خان۔ میر صاحب اس میں خشک نہیں۔ اب مجھے
آٹھ مین مدد دو کیونکہ شراب میرے مغز میں چڑ گئی
اور غیر چار دن طرف پہر تا نظر آتا ہے۔ اگر مجھے کھڑا
کر دو تو میں آخری پیار اس طرح پی لون جبکہ کوئی
مسلمان یا فرنگی پیتا ہے۔ آپ اپنے کیا اچا کہا ہے۔

مین نے خان کو کھڑا کیا اور خان نے بسم اللہ۔ بہا
بہا بہا کہنا اس پیار کو بالکل خالی کر دیا۔
اوسکا سر جھک گیا۔ اُنکی آنکھیں بڑی طرح پھرنے
لگیں اوس نے آگے ہانکنے کی کوشش کی۔ لیکن مرد
کی طرح زمین پر گر گیا

پیر خان۔ (دوبلہ لہجے میں) فاضل صاحب تکلیف
نہ کیجئے۔ خان صاحب اب تم مردہ ہو گئے ہو۔ فرنگی
اور مسلمان ہر کتنے مین خوب تماشا دکھلایا۔

مین۔ اب خان کو رسیدہ ہا بھادو۔ مین تیار مین
اور تم مین سے ایک آدمی چہرے دو۔

اُن آدمیوں نے اوسکو اٹھایا اور جب وہ بیٹھ گیا
اُسکا سر پیر اسکے کندھوں پر گر پڑا۔ اور منہ سے
کف نکلنے لگا۔

موتی۔ یہ تو مر گیا ہے اُسے چونا نہ چاہئے۔ یہ
سچ ہے۔

مین۔ تمہارا خیال غلط ہے۔ نشہ میں ہر شخص کی
ایسی ہی حالت ہو جاتی ہے مین نے مدد آدینو کو
ایسی حالت میں دیکھا ہے۔ اب اسکی گردن پید
کر دو اور اہد چہرے دو۔

انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پیر خان نے وہ قاتل بات
کہی۔ اور خند خان نے میری مضبوط گرفت میں
سے نکلنے کی واسطے زور کیا۔

پیر خان۔ بس میرے۔ یہ ظالم جہنم میں پہنچایا۔

میں۔ الحمد للہ۔ کہ ہمارے رکشاکرنیوالے دیوتا (دیوی) اور حضرت پیغمبر نے ہماری امداد کی۔ اب لوگباؤن کو بلاؤ کہ اپنی خدمت انجام دیں اور اب سائیس کی جلد خبر لو۔ ہم سب لوگ خان کی لاش کو خیمہ میں چھوڑ کر باہر آئے۔ اور ان لوگوں سے جو ہمارا انتظار کر رہے تھے دریافت کیا کہ سائیس کہاں ہے۔ ان کی مذہبی معلوم ہوا کہ وہ ایک گھنٹہ سے بالکل بے خبر ہے۔

پیرخان۔ یہ بہت اچھا ہے۔ اسکو میرے لئے رہنے دو (اس سے میں ہنگت لونگا)

میں اور موتی جو وقت اس غافل بے خبر کے پاس پہنچے تو پیرخان نے اسے ہوشیار کیا۔ وہ آگہیں ملتا ہوا اُٹھا۔ لیکن پیرخان نے قبل از ہوشیاری اس کا کام تمام کیا۔ اب سوئے نقش اور زین کے کچھ نہیں رہا لوگباؤں نے قبر تیار کر رہے تھے میں نے اور پیرخان موتی نے زین کی خورجیان کھولیں۔ تو اس میں اشرفیان۔ اور جواہرات اور سونے کی چوٹی چوٹی ڈلیان برآمد ہوئیں۔ ہیں اسوقت اتنی فرصت نہ تھی کہ اسکی قیمت کا اندازہ کرتے۔ مگر ہم نے زین کے اپنے چاقو سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ اس عرض سے کہ اس میں اشرفی وغیرہ باقی نہ بچا ہے اس عرصہ میں لوگباؤن نے قبر گہری تیار کر لی تھی۔ اپنے دونوں نعشیں اور زین کے ٹکڑے ٹکڑے اور سونے کی

موتی۔ میرے صاحب گھوڑے کا کیا کرین ہم اسے اپنے ساتھ تو رکھ نہیں سکتے کیونکہ لشکر میں کوئی بھی ایسا آدمی نہیں ہے جو غفور خان کے گھوڑے کو نہ جانتا ہو۔ اور اتنا وقت نہیں کہ اسکا رنگ تبدیل کر دیں۔ تھوڑی دیر تک تو میں حیران رہا کہ اگر کسی جانور کو اپنے پاس رکھتا ہوں تو یہ بات افشا ہو جاوے گی اور میری کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کروں۔ مجبور میں اسے قتل کرنے پر آمادہ ہوا۔ اور میں نے کہا بیشک یہ ایک عمدہ جانور ہے مگر ہماری جان اس سے زیادہ عزیز ہے۔

یہاں سے تھوڑے فاصلہ پر ایک دریا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی اسے جانتا ہے۔

میرے ہمراہی۔ ہم نہیں جانتے کہ کس طرف ہے اور نہ ہم نے کبھی دیکھا ہے۔

میں۔ اچھا ہم خود جاتے ہیں۔ غوث خان۔

(یہ ایک میرا ہمراہی تھا) تم میرے ہمراہ چلو اور گھوڑے کو کہوٹے سے کھول لاؤ۔

الغرض میں اور غوث خان گھوڑے کو ہمراہ لیکر اور لشکر سے آہستہ آہستہ گزر کر رپ دریا پہنچے۔ تو معلوم ہوا کہ ایک نالہ بہت گہرا اور بڑے زور سے جاری ہے اور پانی بھی بکثرت ہے۔ ہٹے گھوڑے کو اس نالہ کے کنارہ کھڑا کیا۔ اور ہلاک کر کرنا میں ڈال دیا۔ اور اس شب تاریک میں ہی اپنے خیمہ

واپس پہنچ گئے اور میں نے اس غریب بکس جانور کے ہلاک کر نیکابہت افسوس کیا۔

غوث خان۔ آپ نے بخلت کی۔ ورنہ کئی ہزار روپیہ اسکی قیمت کا وصول ہو جاتا۔ اور حیدر آباد میں منہ مانگی قیمت مل جاتی۔ اور میں اسکو حیدر آباد لیجاتا۔

میں۔ اب اس امر کا خیال کرنا فضول ہے۔ اور فکر کرنا مناسب نہیں ہے۔ ہم اپنی کوشش اور تدبیر سے نیاڑ پنچے تک اس سے زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

غوث خان۔ اس خراب ملک میں میں کچھ فائدہ نہیں ہوا۔

میں۔ بہائی غوث خان۔ اطمینان رکھو۔ ہمارے اپنا کام شروع کر دیا ہے اور اثنا امداد اگر ہم کام کرتے چلے جائیں گے تو بہت کچھ فائدہ اٹھائیں گے۔

میں غیب پر پہنچا لوگ بھائیوں نے اپنا کام بہت اچھی طرح کر رکھا تھا۔ ہمارے قالین اس جگہ پر جہان خان کو دفن کیا تھا بچے ہوئے تھے اور ہم سب لیٹ رہے اور گہری نیند سو گئے۔

دوسرے روز صبح کو غفور خان اپنی معمولی جگہ پر نکلا۔ تو مختلف خیالات لوگوں کے دل میں پیدا ہوئے۔ بہت سے سوار ہر چار طرف اسکی جستجوین گئے لالہ سب واپس آئے اور کچھ پتہ اسکی تلاش کیا

نہ بتلا سکے۔ بعضوں نے کہا کہ شیطان اسکی شرارت کے باعث اسکو پکڑ لیا۔

بعض نے یہ کہہ کہا کہ اُس نے بہت سارے کامال جمع کر لیا تھا اسلئے اسکو خوف تھا کہ مجھے جہنم نہ جاؤ کیونکہ یہ ہمکو معلوم ہے۔ کہ وہ اپنے زمین کی خوجیوں میں اپنا مال رکھتا تھا اسلئے وہ اسکو لیکر بھاگ گیا۔

جب ہم دوسرے مقام پر پہنچے تو چیتوں نے مجھے بلوایا میں گیا وہ دربار میں بیٹھا ہوا تھا اور خان کے خدمتکار قیدیوں کی طرح اس کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے میں نے موافق معمول کے سلام کیا اور اس نے اپنے پاس بیٹھ جانیکو کہا۔

چیتو۔ میر صاحب میں سخت پریشان ہوں۔ اور غفور خان کا ایسا نازک معاملہ ہے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ وہ کیوں چلا گیا یا کیا واقعہ پیش آیا پیدا کنندہ ہی اس راز کو خوب جانتا ہے۔ غفور خان کی نسبت میں کہی بدگمان نہیں ہوا۔ وہ میرا علی درجہ کا سردار تھا۔ یہ ایک ایسی حیرت میں ڈالنے والی صورت پیش آئی ہے جس نے مجھے سخت مضطرب میں ڈالا۔

وہ لڑکپن کے زمانہ سے میرے ہمراہ رہا ہے۔ اور میں نے اپنے بچوں کی طرح سے پرورش کیا ہے اور ہمیشہ اسکی دلجوئی کرتا رہا ہوں۔ اس بارہ میں تم کیا رائے دیکتے ہو۔

میں۔ میرے خیالات اسوقت ایسی پیچیدگی میں
ہیں۔ کہ میں کچھ ہی بیان نہیں کر سکتا۔ اور یہ عقدہ
کلج سے ہی حل نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ غفور خان کے
خاص خاص ملازموں سے دریافت کریں گے۔ تو
مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور کچھ نہ کچھ بیان کرینگے۔
چلیو۔ میر صاحب اب تک میں نے دریافت نہیں
کی ہے۔ وہ سب یہاں موجود ہیں اور میں چاہتا
ہوں کہ آپ انہی سوالات کرنے میں مجھے مدد دیں۔
شاید کوئی بات مجھے رہجادیے تو تمہیں اس کا
خیال آجادیے۔“

میں۔ نواب صاحب چنانک میرے امکان
میں ہے میں حاضر ہوں۔ لیکن بہتر ہے کہ پچھتا
شروع کر دیں۔ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں
کہ وہ لوگ خوف کے باعث آپ کے سامنے سچ
بیان کر دیں گے۔

اسیوقت چلیو نے ایک ملازم کو بلایا اور وہ کانپتا
ہوا سامنے آیا اور مودب کھڑا ہو گیا۔

چلیو۔ تیرا کیا نام ہے۔“

ملازم۔ سیہ ابراہیم۔“

چلیو۔ غفور خان کا کیا کام کرتا ہے۔“

ملازم۔ چنان چاہ میں ایک خدمتگار ہوں۔
میں خان کے کپڑے رکھا کرتا تھا اور سکونہ لانا اور
رات کو اس کی خدمت کرتا اور ہمیشہ اس کے پاس رہتا۔“

چلیو۔ ابراہیم بخوف صاف صاف بیان کر دو
بخدا اگر مجھے تیرا بیان غلط معلوم ہو تو تیرے جسم
کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں گا تاکہ اور نہ کو عزت ہو
ملازم۔ (ابراہیم) میں نواب صاحب کے سامنے
کبھی جھوٹ نہ بولوں گا۔ جو کچھ میں جانتا ہوں
وہ بخوف و خطر صاف صاف کہہ دوں گا۔

چلیو۔ اچھا جو کچھ تم جانتے ہو بیان کر دو۔

ابراہیم۔ آقائے نامدار سر پہرے کے بعد حضور کے دبا
سے واپس گئے۔ تو میں نے عرض کیا کہ کہانا تیار ہے
اسوقت آقائے نامدار بیٹھے خانصاحب نے فرمایا
کہ میرے سر میں درد ہے۔ میری طبیعت بھی
ہے میں آج کہانا نہ کھاؤں گا۔ تم لوگ کھاؤ۔ پہر
خانصاحب خیمہ میں داخل ہوئے۔ اور لباس
درباری اوتار کر سو رہے میں پیر دبانکی عرض
سے خانصاحب کے پاس گیا۔ تو خفا ہو کر مجھے ہی
اپنے پاس سے نکال دیا۔

شام ہو گئی تھی اور آٹھ بج چکے تھے اور میں اس
روز کچھ تھکا ہوا بھی تھا۔ اس لئے میں بی سو گیا۔
پہر مجھے خبر نہیں کہ کیا ہوا۔

ہاں جو وقت بھیجو وقت اور لوگوں نے مجھے جیسا
کیا تو میں ہوشیار ہوا اور خیمہ میں گیا کہ خانصاحب
کو جگا کر کپڑے پہنا دوں۔ افسوس میں نے اسوقت
اپنے دلی نعمت کو اس جگہ نہ پایا۔ بسترہ اسی طرح

چچا ہوتا صرف ایک تلوار موجود تھی۔ نہ وہ لکڑی موجود تھی جو پہل قدمی کے وقت خالص صاحب کا تھمین ہوتی تھی۔ اور حالات شیخ قادر سے استفسار فرمائیے وہ مجھ سے زیادہ حالات بیان کر لگا۔ چنانچہ شیخ قادر بلایا گیا اور پہلی طرح اسے ہی نشان لکھا کہ ہوشیار کر دیا۔

قادر۔ میں ہی ایک خدمتگار ہوں لیکن میرا کام صرف اس قدر تھا کہ میں خالص صاحب کو حقہ پہر دیتا اور افیون جو وقت وہ کھاتا تھا تیار کر دیا کرتا تھا تمام کے وقت میں خیمہ میں خان صاحب کے چلنے پہرنکی آواز سنی اور میں نے دیکھا کہ وہ خیمہ کے چپلے حصہ کو اٹھا کر باہر نکل آیا۔ میں نے اس کو کپ کے وسط میں جاتے ہوئے دیکھا اور اس کے پیچھے پیچھے چلے آئے مجھے دیکھ لیا اور خشکین حالت میں مجھے کہا کہ کیا میں چند قدم چلا کہنے کو یہی اس طرح نہیں چل سکتا کہ تم بدعاشوں میں سے کوئی میرے ساتھ نہو۔ چلے جاؤ۔ سو نواب صاحب میں تو ڈر گیا کہ وہ کہیں مجھے موقوفی کا حکم نہ دیدے۔ میں تو ایک دوست کے خیمہ میں چلا گیا۔ صبح کو میں نے سنا کہ وہ واپس نہیں آیا۔

میں۔ یہ تو بڑی نامعقول بات ہے۔ اب تک ہکو اسکے غائب ہونیکا کچھ پتہ نہ ملا۔ اگر وہ چلا گیا ہے تو وہ ضرور سو رہا ہو گا اور اس کا گھوڑا کہاں ہے۔

چچیتو۔ شیخ قادر کیا تم غفور خان کے گھوڑے کی نسبت کچھ بیان کر سکتے ہو۔ شیخ قادر۔ حضرت یہاں نہ گھوڑا ہے نہ سائیں خان کے پاس دو گھوڑے تھے۔ لیکن ایک گارین جو نہیں ملتا وہ وہ ہے جس میں اس کا کل سر یاہ موجود تھا۔

چچیتو۔ آفادہ۔ یہ بات ہے وہ دوسرا سائیں خان ایک لوکر۔ پیر و مرشد وہ باہر حاضر ہے۔ چچیتو۔ اچھا اس کو بلاؤ۔ حکم ہوتے ہی سائیں اسی وقت حاضر ہوا اور اس طرح بیان کرنے لگا۔

سائیں۔ میں صرف یہ جانتا ہوں کہ گھوڑے پر سے پہرے زین کسا ہوا تھا۔ یہ بات بالکل دستور کے خلاف تھی کیونکہ وہ دین ہیشہ خیمہ میں حفاظت سے خان صاحب کے سرانے رکھا رہتا تھا۔ میں نے دوسرے سائیں سے اس کا سبب پوچھا۔ لیکن وہ عجیب خفا ہوا اور کہا یہ میرا کام نہیں ہے۔ خان صاحب نے جو حکم دیا ہے مجھے اسکی تعمیل کرنی لاتی ہے میں نے دیکھا کہ سائیں گھوڑے کو تاریکی میں کھونٹے سے کھوکھرا خالص صاحب کے پیچھے پیچھے آہستہ آہستہ لے جاتا ہے مگر میں نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔

میں۔ نواب صاحب صرف نتیجہ نکالنا باقی ہے۔ سب بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت خوش قسمت اور بالدار تھا۔ کیونکہ ہر ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ

اسکا زین زر سے پہرا ہوا تھا۔

چلتو۔ اب اسی میں نے یہی سنا ہے مگر تاہم اسکی ناشکری کا خیال میری طبیعت قبول نہیں کرتی میں نے اسکو سطح لایق بنایا۔ میں نے ہی اسے تاریکی سے نکالا میں نے ہی ہزار سواروں کا سردار بنایا۔ اور یہ میری مہربانی کا اُس نے نالایق نتیجہ دکھلایا۔ اور نوکروں سے کہا۔ ”جاؤ تم میں سے کسی کا تصور ثابت نہیں ہوا۔ اُس گھوڑے کو میرے گھوڑوں میں لاکر باندھ دو۔“

اس طرح یہ معاملہ طے ہوا۔ اور نہ ہم پر کچھ شبہ ہوا اور نہ کسی اور شخص پر۔ یہ معلوم تھا کہ حیدر آباد میں خان کے دشمن اور یہ بھی دشمن کر لیا گیا کہ وہ وہاں ہی بھاگ گیا۔ اسکا حال صرف ہم ہی جانتے تھے اور وہ اسی لایق تھا ہزاروں ایسے خوفناک جرائم اس نے کئے تھے جسکا ذکر نہیں ہو سکتا۔

اب ہم غافل نہیں رہے۔ اور ہم نے اپنا بیخ شروع کر دیا۔ کوئی سات ہی ایسی نہ گئی کہ ایک دو ہندوستانی ہمارے لشکر کا ہوا اور چکو فائدہ ہوا۔

جو ہندوستانی غائب ہو اُس کی نسبت ہمارے کپ میں یہ خیال ہوا کہ وہ اپنے گھر بھاگ گیا۔

نیاڑ پہنچے تک انگریزوں کی فوج جو ہماری تلاش میں پہر رہی تھی۔ کئی مرتبہ ہم پر حملہ کیا۔ اور چند مرتبہ ہم گھر بھی گئے۔ لیکن فرنگیوں کو کامیابی نہیں ہوئی۔ اور

ہم لوگ بہت اچھی طرح سے کامیاب ہوتے رہے۔ اور جو لوگ ہمارے ہاتھ قتل ہوتے تھے انکی نسبت ہمارے سردار کا یہ گمان ہوتا تھا۔ کہ اپنی نامزدی کی وجہ سے فرنگیوں سے خوفزدہ ہو کر بیوی بچوں کی محبت میں اپنے گھر چلا گیا۔ لیکن افسوس آخر میں ہمارا حال جیتو پر ظاہر ہو گیا اور ہمارے ساتھ دغا کی گئی۔ اور میں سخت مشکل پیش آئی۔ میں اسکی کیفیت یہی صاحب آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں کہ کیونکر یہ بات پیدا ہوئی اور ہم پر کیا کیا گذرا۔

باب اڑتیسواں

صاحب جن آدمیوں کو میں اپنے ہمراہ جہازوں سے لایا تھا اُن میں ایک شخص مسے ہدایت خان تھا میں نے پیشتر کسی اسکو نہیں دیکھا تھا مگر یہ خان کچھ کچھ اسکو جانتا تھا کیونکہ اُس نے اسکی ساتھ کام کیا تھا اور یہ ظاہر کیا گیا کہ یہ ایک لایق ہنگ ہے۔ اُسکے گھروں سے میں واقف نہ تھا کیونکہ اُس نے اُن لوگوں کی بربادی میں جو ہندوستانی کپ میں تھے کبھی ہاتھ نہ لگایا۔ میں اس کام میں اپنے آدمیوں کو جن پر مجھے بہروسہ ہوتا اجازت دیتا ترجیح دیتا تھا۔ لیکن ہدایت خان بیشک بڑا سوار۔ تلوار اور چرمی میں مشق چالاک اور توانا باوجود آدمی تھا۔ میں ذکر کر چکا ہوں کہ مجھے کبھی اُس سے کوئی کام نہ

زمین کا سما ہے یا نہیں۔

پیر خان۔ جی ہاں۔ وہ ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔
مین۔ اچھا تو پھر فون نہیں ہے۔ تاہم اسکی تحقیقات
فرد کر دینگا۔ تھوڑی دیر تو فنگر و مین فرد تحقیق
کر لیتا ہوں۔

پیر خان دموتی۔ کیا کرتے ہو۔ ویدہ ودانستہ
اپنے کو خطرہ مین ڈانا کو کسی دانائی ہے۔ اور اس
سے کیا نتیجہ ہوگا۔

ہمارے گھوڑے تیار ہیں۔ اونپر سوار سوکر ہیاگ چلو
اور میون کو بدستور کھڑا رہنے دو۔

صاحب کاش اگر مین اس دانائی کی رائے کو تسلیم
کر لیتا۔ تو ایسی نازک حالت مین گرفتار نہوتا۔ لیکن
اسوقت میری خود پسندی نے مجھے خراب کیا۔

مین۔ (دیرانہ لہجہ مین) کیا تم مین کوئی شخص پہنچا
نہیں ہے۔ جو میرا ساتھ دیکے۔ ہم اس اندھیری
رات مین جیتو کے خیمہ تک جہت آسانی سے پہنچ سکتے
ہیں۔ اور وہاں قنات کے قریب کھڑے ہو کر تمام گنگو
بآسانی سن سکتے ہیں۔ اگر ذرا ہی اپنے خلاف گفتگو کا
رخ دیکھیں گے۔ تو فوراً ہیاگ چلیں گے۔

پیر خان۔ مین چلوں گا۔ لیکن اور کوئی نہ بولا
سب پر خوف چھا گیا تھا اور بے کار تھے۔

مین۔ یہاں یہ تنہا اپنی شان کے لایق بات کہی
ہے۔ تم بڑے پیادہ ہو۔ (اور لوگوں کی مخاطب ہو کر)

اسکی وجہ مین بیان نہیں کر سکتا۔ مگر ایسا ہوتا تھا۔

وہ ہمیشہ جاسوس کے طور پر کام کرتا تھا اور غصہ کے
دروازہ پر پہرہ دیتا تھا اور ہمارا کام اندھ جاری
رہتا تھا۔ غفور خان کی وفات کے بہت روز بعد
جب ہم پہر ناگپور کے علاقہ مین پہنچ گئے تھے اور چند
روز کا کوچ کر کرنا ختم ہو چکا تھا۔ پیر خان۔ موتی
اور ایک دو آدمی ایک روز شام کے وقت جب
اندھ میرا چا گیا میرے پاس آئے اور اُنکے چہروں
ٹھکر اور خوف ظاہر ہوتا تھا۔

مین۔ بھوانی کی قسم بتاؤ تو کیا معاملہ ہے۔ تم ایسے
ستھ کیوں ہو۔ ہیا بھو بھو اور جو کچہ خرابی ہے بیان
کر دیا ہمارا راز کھل گیا؟

موتی۔ اب تو دل کھول کے روتے ہیں کہ آئی سر پر۔
وہ مصیبت کہ مین جکا بہت تباہ ہو گا۔

افقہس و غاموہی۔ جبکہ اسی روز سے شک پیدا
ہو گیا تھا کہ جب ہم کسی پنداری کو قتل کرتے تھے۔
تو ہدایت خان اسوقت مجھے نظر نہ آتا تھا۔

منشیہ کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد۔ ہئے
غضب کجبت ہدایت خان نے سب مال جیتو کے سامنے
بیان کر دیا۔ آجکی شب نہایت پر خطر ہے۔ اور وہ
اسوقت ہی جیتو کے دربار مین موجود ہے۔

مین۔ کچھ چاہئے کہ فوراً ہیاگ چلیں۔ اب جو تم نے
ہدایت خان کا ذکر کیا مجھے ہیادہر شبہ ہے کہ ہڈ بڑ

اب تم سب گھوڑوں کو تیار کرو کہ فوراً ہیاگ
جاوین۔ ان کی باگ ڈور کھول دو۔ اور ہیکام
چڑھا دو انکو انکی جگہ سے نہ ہٹاؤ کوئی شخص ہمپر
شبہ نہیں کریگا۔

پیر خان۔ تو اب ایک لمحہ بھی نہ کہونا چاہیے۔
ہم چپکے چپکے خیمہ سے نکلے اور آہستہ آہستہ چیتو کے
خیمہ کی طرف چلے جو خوش قسمتی سے بہت فاصلہ پر
نہ تھا۔ کوئی آدمی اُسکی گرد نہ تھا۔ اور ہم باہر سے
دیکھ سکتے تھے کہ ایک دھندلے لمب کے پاس تین
آدمی باتون میں مشغول ہیں۔ ہم قنات کے پاس
لیٹ رہے اور شوق سے انکی باتیں سننے رہے۔
ایک آواز آئی جسکو میں فوراً پہچان گیا کہ چیتو کی
ہے۔ ”میں اسطرح سے اُسنے خان کو قتل کر دیا۔“
ہدایت خان۔ (میں اسکی آواز پہی فوراً پہچان گیا)
نواب صاحب یہ کام خاص امیر علی کا ہے۔ میں
یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں خان صاحب کو مرتے اپنی
آنکھوں سے دیکھا۔ لیکن امیر علی نے اوسکو شراب
پلا کر نشہ میں کیا میں جاگتا تھا۔

چیتو۔ (آہ ہر کر) جیسے اس میں شک نہیں۔ میں
نے بڑی غلطی کی کہ حضور خان کو ناشکر گذار خیال کیا۔
اور اور پنڈاریوں کو نامرد سمجھا۔

ہدایت خان۔ اور پنڈاری بہت شہو آدمی
نہ تھے نہ ان سب کا نام میں جانتا ہوں صرف مجھے

ایک نام یاد ہے کیونکہ اُسکے قتل کرنے میں اُن کو
بڑا کام کرنا پڑا۔ وہ ایک قوی آدمی تھا حبیب اللہ
نام جو خاص آپکا درباری ملازم تھا۔

چیتو۔ میں اُسکو بخوبی جانتا ہوں۔ وہ ایک لائق
آدمی اور بہادر تھا کیا امیر علی نے اُسکو قتل کیا؟
ہدایت خان۔ جی ہاں نواب صاحب اُس نے
اپنے ہاتھ سے مارا۔ اور موتی اور پیر خان اوسکو
پکڑے رہے۔ آج اُسکو مرے ہوئے صرف تین رات
ہوئیں۔ حبیب اللہ ایک مرد دلیر تو نامیدان عجمت
کا شیر تھا۔ اول نشہ میں مدہوش۔ دوسرے تین
ظالم شخصوں کے بچہ میں اسیر۔ ورنہ وہ کہی ان کا
شکار نہ بنتا۔ ایک دو کو قتل کر کر صاف مچکھاتا۔

میر ارادہ اسی شب حضور سے اطلاع کر نیکا تھا لیکن
کوئی شخص ہی میرے بیان کو صحیح نہ سمجھتا۔ اور فاضل
ایسے شخص کی نسبت جو حضور کے سایہ عاطفت میں ہو
میرا گرا اعتبار نہوتا۔ اور میں فوراً امور و عتاب
حضور ہی ہوتا۔

صاحب چیتو نے یہ باتیں سنکر اپنے سر میں دوہڑ مارا
میں نے خجور کی ٹوک سے قنات میں ایک سولہ کر لیا
تھا۔ جس سے مجھے تمام کیفیت باخوبی نظر آتی تھی۔

چیتو۔ بخدا۔ یہاں ہی ہدایت خان تمہارا بیان کیا
ہی میم ہوتا۔ اور تم شہادت ہی دیتے اور ہر ایک
مجھے یقین دلاتے۔ لیکن میں کہی باور نہ کرتا۔

اب جو روز ایک دو پٹاری غائب ہو جاتے ہیں اور تمہارے بیان نے ہی میری طبیعت پر بخوبی منقش کر دیا۔ ورنہ تم خود سمجھ سکتے ہو۔ کہ امیر علی جیسے مہربان اور فیاض اور راحم پر ایسے الزامات کا کون یقین کر سکتا ہے۔ اور کیوں کر ہنگ بھا جا سکتا ہدایت خان۔ نواب صاحب جو وقت آپ ان لوگوں کو گرفتار فرمالین گے۔ خود بخود میرے بیان کی شہادت مل جاوے گی۔ مخدوم خان کی تلوار اب تک پیر خان کے پاس موجود ہے۔

چلیو۔ بس بس بس یہ ہی شہادت کافی ہے تم اپنی کیفیت بیان کرو کہ کس طرح ان لوگوں کے شامل ہوئے۔ ہدایت خان۔ بندہ نادر میں ضلع جالون کا بندہ ہوں۔ میری پیر وینے پیر خان سے ملاقات تھی۔ ایک روز اس نے مجھے کہا۔ کہ ہمارا سردار یعنی امیر علی پنڈریوں کی ملازمت کرنے جاتا ہے۔ اگر تم پسند کرو تو تم ہی جہلمے ہمراہ چلو۔ حضرت میں انکو ہنگ نہیں جانتا تھا۔ اور کوئی شخص ہی ہنگ نہیں خیال کر سکتا تھا۔ والی جالون کے دربار میں امیر علی اور اسکے باپ اسمیل کی بڑی عزت کی جاتی تھی۔ ان جو وقت انہوں نے مخدوم خان کو قتل کیا ہے۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ ہنگ میں چلیو۔ تم نے خوب کام کیا۔ اگر پہلے اطلاع کرتے تو بہت بہتر ہوتا۔ پیر ایک اور سردار سے مخاطب ہو کر۔

(جسے میں بخوبی جانتا تھا) تمہارے ہمدردوں کو تیار کیا یا نہیں۔

سردار۔ نواب صاحب۔ بچا جس جوان سلخ اپنے گھوڑوں کے پاس تیار کھڑے ہیں اور حکم کو منتظر ہیں۔ کوئی ہنگ ہی جان سلامت نہیں لیا سکتا۔ چلیو۔ (افسوس کے ساتھ) اے امیر علی تم نے مجھے کمال دہوکہ دیا۔ میں تجھ کو دیانت دار مباد خا پنا محسن خیال کرتا تھا۔ افسوس کہ یہ اخیال غلط نکلا۔ تو بڑا سینہ سیاہ صورت حرام آدمی ہے۔ کس نہ سے تو میرے سانچے آئیگا۔ اور میں جلاوشرم اور تیری حسن خدمت کو فراموش کر کر تجھے سخت سزا کا حکم دوں گا۔ اب ہدایت خان تم ہی ان لوگوں کے ہمراہ جاؤ۔ اور ان کجنت بد نصیبوں کو گرفتار کر لاؤ۔ میں تمکو پیر خان کا زین جو تم نے انعام میں مانگا ہے ضرور تمکو دوں گا۔

ہدایت خان۔ (خوش ہو کر) بس حضور میں یہ ہی چاہتا ہوں۔

پیر خان۔ (اپنے دل میں آہستہ سے) او ماو بخدا چیری کی طاقت جو مسطر نظر ہی اٹھا کر دیکھ سکتے (مجھے مخاطب ہو کر) میر صاحب اب جلدی کیجئے اور فراریوں کا صفحہ گردائیئے۔ خوف و خطر بہت بڑا ہے۔ دیکھئے وہ نیکوام و دوسرا جو شیطان کپ کی جانب سواروں کو لینے جاتے ہیں۔ جو بہت جلد

ہم پر حملہ آور ہو گئے۔ ہم بہت جلد اپنے خیمہ پر پہنچے۔ اور قیمتی اسباب فراہم کر کر اور یا علی مدد لکھ کر گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ اور تلواریں میان سے کھینچ لیں۔

عین۔ بہائیو قدم ملائے ہوئے محلت کے ساتھ اس کپ سے نکل چلو۔ گودہ سوار نہیں آئے میں تاہم خطرہ پیش نظر ہے۔ میں اس وقت غلطی پر تھا۔ اور ہم سب گھرے ہوئے تھے۔ اور چند قدم ہی چلے تھے کہ ہم پر ان سواروں نے سخت حملہ کیا اور ہنگامہ ڈال کر بلند ہوا۔ جو شخص میرے سامنے آیا۔ میں نے اس کے ایک ہی وار میں معدے کو چار ٹکڑے کر ڈالے۔

پیرخان نے بھی خوب صفائی کا ہاتھ دکھایا۔ دوسرے شخص نے مجھ پر حملہ کیا جس سے خیف سا زخم آیا لیکن میں نے اسکی کچھ پروا نہ کی اور اسکو قتل کر کر نڈاری کی فوج کو چیر کر میں صاف نکل گیا۔ دوسری تاریکی نے ہماری خوب امداد کی۔ اور جو وقت میں نے اپنے گھوڑے کو روکا اور آہستہ قدم بدم چلنے لگا۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ کچھ اور لوگ بھی میرے ہمراہیوں کے چلے آتے ہیں میں نے کہا بہائی پیرخان تم آگے۔

پیرخان۔ ہاں جہدار صاحب۔ لیکن شکر ہے ہاں تعجب نہیں کیا گیا۔ گونغل غیاڑے و بدو تون کے فیر کی آواز سنائی دیتی ہے۔ اور روشنی بھی معلوم ہوتی ہے۔

عین۔ بہائی پیرخان نہیں معلوم میرے ہمراہیوں میں سے کون کون آیا اور کون کون گرفتار ہوا۔ یا جان بحق تسلیم ہوا۔ تاہم تھوڑے عرصہ تک میں انتظار کرنا چاہئے۔ میں اس وقت خوف حالت میں تھا گو بہت سے اشخاص میرے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ لیکن میں خوف کے باعث کسی کا بھی نام نہیں لے سکتا تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں غل و شور کی آواز کم ہو گئی اور شعلیں جو روشن تھیں وہ بھی گل ہو گئیں۔ ہم آگے بڑھے۔ اور ایک گانہ میں پہنچے۔ جو کہ ہم بڑا بڑا کر چکے تھے اور بعض بعض مکانات میں اب تک کچھ روشن تھی۔ انسان کا وہاں نشان بھی نہیں لکھا دیتا تھا۔ وہاں میں نے اطمینان سے دریافت کیا۔ بہائی پیرخان اب ہمارے ہمراہ کھتر آدمی ہیں۔ پیرخان۔ جہدار صاحب صرف گیارہ آدمی ہیں۔ باقی شاید مارے گئے۔

عین۔ میں خدا کا شکر کرتا ہوں۔ کہ باقی آدمی قتل ہوئے کاش اگر زندہ گرفتار ہو جاتے۔ تو یہہ ہڈاری سخت عذاب میں گرفتار کرتے موتی آیا ہے یا نہیں۔

پیرخان۔ آہر وہیر۔ افسوس موتی کام آیا۔ اور میرے سامنے اسنے سخت زخم کھایا۔

عین۔ مجھے موتی کا کمال افسوس ہے۔ وہ میرے بہائی کے برابر تھا۔ اور بتلاؤ کہ کون کون نہیں لکھا

سب اپنے اپنے نام کو مجھے معلوم ہو جاویگا۔
 سب نے اپنے اپنے نام بتائے تو معلوم ہوا کہ علاوہ
 خد شکاروں کے۔ غوث خان۔ نظیر علی۔ رام پوت
 موئی رام۔ پانچون نکو رام بانی فادہایت خان۔
 موجود نہیں مرن۔ ہم نے سوائے ہدایت خان کے سب کا
 بہت کچھ افسوس کیا۔

عین۔ اُن لوگوں کا غم عارفت ایسا نہیں ہے جو ہم
 سہول عائن تہم یہاں نہیں رہے اور انتظار کرنے سے
 کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اب جالون کو چلو ہاں ایک
 ہفتہ تک انتظار کریں گے۔ اگر اس عرصہ میں کوئی شخص
 واپس ہمارے پاس نہیں پہنچا تو انکے مرثیہ رسین
 ادا کر دیں۔ اب یہ بات قسیمہ بیان کرو کہ جوالوٹ
 کا ہم لوگ لائے میں سب حصہ رسدی ان لوگوں کو
 حصہ کا محفوظ رکھیں گے۔ اور اگر آئندہ ہی یہ
 لوگ بسے نہ ملے تو انکی بیوی اور بچوں کو دینے میں
 دس فیصد نہ کریں گے۔

میسرے ہمراہی۔ (سب یزبان ہو کر بجا ہم کہی
 قانون ہنگی کو فراموش نہ کریں گے۔ اور یہ تو لازمی
 بات ہے۔

عین۔ صاحب ہم نے علی الصباح وہاں سے کوچ
 کیا اور شرک غلم کو چھوڑ کر جنگل کا راستہ اختیار
 کیا اور جب ہم خوشگ آباد سے آگے بڑھ گئے تو پیر
 ہمیں پنداریوں کا مطلق خوف نہ رہا۔ اور پیر شاہراہ

عام پر سفر کرنا اختیار کیا۔ اور ہم نے اپنے کو گورنٹس
 کا لازم ظاہر کیا کہ ہم خفیہ تحقیقات کرتے پیر تہمین۔
 بعض بعض مقامات پر ہم پر شبہ کیا گیا لیکن میری
 صورت اور سیرت اور وضع وقیع و طرز گفتگو نے
 صاف بچا دیا۔ اور جب ہم نربندانہی سے پاراٹر
 گئے۔ تو ہمارے دل باغ باغ ہو گئے۔ اور ہمیں
 مطلق خوف نہ رہا۔ اور بہت جلد جالون کے قریب
 پہنچ گئے۔ جو وقت جالون کی عالی شان عمارت اور
 بڑے بڑے درخت میں نظر آئے مرن۔ تو ہم ہر وقت
 کی خوشی کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتے اور ہمیں اپنے
 ہمراہیوں کے گرفتار یا قتل ہونیکا کوئی غم نہ تھا۔
 اور ہمارے دل سے پیاری بیوی اور بچوں سے ملنے
 اور دیکھنے کے اشتیاق نے تمام رنج و غم مٹا دیا۔
 اور ہم سب اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔ اور بے خبری اسلام
 سے سو رہے۔ دوسرے روز شام کے وقت ہم سب لوگ
 جمع ہوئے۔ اور زمین کی خوریوں سے تمام مال لوٹ
 کا نکال کر میرے سامنے انبار کر دیا گیا جس سے ناظر
 کی نظر میں چکاوند ہوتی تھی۔ اس مال میں سب اعلیٰ
 درجہ کے موثر نکالالا اور کچھ جواہرات راجہ کی
 نظر کے واسطے علیحدہ کر لیا گیا۔ باقی تمام مال ہم نے
 آپس میں تقسیم کر لیا۔ ہم نے اُن لوگوں کو فراموش
 کیا تھا۔ جبکہ ہم مردہ تصور کر چکے تھے۔ اُنکا حصہ
 کبچہ عرصہ تک میرے پاس رہا۔ بعد میں اُن

دعا مانگتا ہوں کہ جنت نصیب کرے۔

اب میں دو برس کا مال آپ کے سامنے بیان کر کر
آپکا اور ناظر فائدہ کا وقت خراب نہ کرونگا کیونکہ
کوئی واقعہ قابل بیان نہیں ہے۔

مصنف۔ دل امیر علی ہنگ۔ تھے موتی وغیرہ
کا کچھ حال بیان نہیں کیا۔ کہ چیتوان کے ساتھ
کس طرح پیش آیا۔

میں۔ صاحب معاف فرمائیگا۔ واقعی مجھ سے
غلطی ہوئی۔ میں انکی افواہ نکالت بیان کرتا ہوں
گہر واپس آئیے تین ماہ بعد ایک روز شام کے
وقت جبکہ میں اپنے مکان کے دیوانہ میں
دوستوں کے جمع میں بیٹھا ہوا تھا تو ایک خدمتگار
نے آکر کہا کہ ایک آدمی ایک چادر لپیٹے ہوئے باہر
کھڑا ہے اور آپ سے ملنا چاہتا ہے اور اپنا نام یہ
بتلاتا اور کہتا ہے کہ جب مجھے دیکھینگے تو پہچان
لین گے۔

یقین۔ تلوار اٹھا کر آیا۔ اندھیرے کے باعث
صورت نہیں دیکھ سکی دیتی تھی۔ میں نے دریافت
کیا کہ مشفق اپنا نام نامی بتائیے۔ اندھے آگاہ
فرمائیے۔ کہ آپ کون ہیں وہ آدمی منہ سے نہ بولا
اور چادر کے اندر ماتھے ہاکو میرے خدمتگار کے
چلے جائیکا اشارہ کیا۔ میں نے خدمتگار کو ہٹا دیا
جب اس نے دیکھا کہ اب کوئی نہیں ہے تو اس طرح

لوگوں کے گہر پہنچا دیا گیا۔ اب کچھ زمانہ میں نے
عیش و آرام میں گزارا۔ اور چیتو کی فرج میں داخل
ہوئیگا خیال مجھے مطلق نہ تھا۔ گو میں اپنا نام اور
کیس قدر اپنی وضع و قطع تبدیل کر کر پر فرمال ہو سکتا
تھا۔ لیکن اگر وہ کیس وقت پہچان لیتا۔ تو سخت مصیبت
کا سامنا ہوتا۔ اور مجھے اب پردہ ہی کیا ہی تھی۔
میرے پاس ہی اس قدر سرمایہ تھا۔ کہ میں اپنی تمام
عمر میں ہی اسکو صرف نہیں کر سکتا تھا۔

چیتو ایک بہادر اور باقتبال شخص تھا اسکی بہادری
کا سکہ ایک جہان کے دل پر بیٹھ گیا تھا۔ اور کمال
کو پہنچ گیا تھا۔ انگریزوں کی اسکی شوکت و جنت
دلیہری مردانگی کے سامنے کچھ پیش نہ گئی۔ اور آخر
مجبور ہو کر ایک جاگیر معقول آمدنی کی چیتو کو بخشی۔
لیکن اس نے اسپر قناعت نہ کی۔ اور جوش طبعیت
نے اسکو مجبور کیا۔ اپنی فوج کو روز بروز بڑھانے کی
کوشش کرتا تھا۔ لیکن کامیاب نہوا۔ اور اس کی
تمام امیدیں یکے بعد دیگرے خیر باد ہو گئیں۔ اور
مصیبت زدوں کی طرح بھاگتا پرا۔ اور ہر ایک مقام
پر اسکا تعقب کیا گیا۔ آخر کار اسیر لگے ہوئے
ایک شیر کشکار بنگلیا صاحب چیتو واقعی ایک معزز
سردار اور بہادر تھا۔ جو جو ظلم اور وحشیانہ کام
اس نے کئے اسکا کفارہ قریہ خوفناک موت ہے۔
لیکن میں اسکی بہادری و دلیری کے باعث پیدائش

گو یا ہوا۔

اجنبی۔ کیا مجد ار صاحب آپ مجھے پہول گئے۔

مین۔ آواز سے مین نے کیقد پر پہانا ہے۔ لیکن

تم روشنی میں آؤ تو اچھی طرح سے شناخت کر لوں۔

اجنبی۔ مین اس قابل نہیں رہا ہوں کہ روشنی میں

آکر اپنی صورت دکھلاؤں۔ مجھے سخت حجاب علم ہوتا،

تاریکی ہی میرے حجاب کو نہیں سنبھال سکتی۔ مین آپکا

نکھنور قدیم خوش خان ہوں۔

مین۔ متحیر ہو کر کیا خوش خان۔ وہ تو مر گیا۔ سو

نڈاریوں نے قتل کیا۔

خوش خان (آہیدہ ہو کر رخ آلود آذرین) مین

تمہارے سامنے موجود ہوں۔ مزید اطمینان کے واسطے

روشنی منگائیے۔ اور مجھے پہچان لیجئے۔

صاحب مین خود چراغ لایا۔ جو قوت مین نے روشنی

میں اسکا چہرہ دکھایا۔ میرا تمام جسم تہا گیا۔ اور

روٹھنا کھڑا ہو گیا۔ کیونکہ وہ نہایت لاغر ہو گیا تھا۔

اسکی بصارت میں فرق آ گیا تھا۔ ناک اسکے چہرے سے

تھوڑی ہلکی تھی۔ کٹونپر جہرمان پڑی ہوئی تینیں ڈھری

تمام لمبی ہوئی تھی۔ سر پر بوسیدہ اور سیلے کپڑوں کے

ٹھوڑے بندھے ہوئے۔ دانت باہر نکلے ہوئے تھے۔ اسکی

شکل ایک خوفناک معلوم ہوتی تھی۔ مین نے آہیدہ ہو کر

آسکو اپنے گلے سے لگا لیا۔ اور نہایت دلدہی کر کر پوچھا

اب بہائی اپنی مفصل کیفیت بیان کرو۔

خوش خان۔ مجد ار صاحب میری صورت ہی عجیبی

ہوئی نہیں ہے۔ بلکہ مین بالکل بیکار ہو گیا ہوں۔ اور

ایسی زلیست پر موت کو ہر پہلو سے ترجیح دیتا ہوں۔

پہر اپنے چادرہ کو جس سے تمام چھپا ہوا تھا پسینک کر

لو دیکھو۔

صاحب۔ مین نے دیکھا کہ دو وزن ہاتھ بہنی ناک

کٹے ہوئے مین اور وہ زخم ہی اچھے نہیں ہوئے مین۔

مین اسکی یہ حالت دیکھ کر سخت گھبرایا۔ اسکی اختیار

کی حالت پر دراز راز رویا۔ اور خوش خان کی آنکھوں

کے سامنے حجاب اور رنج دالم کے باعث اندھیرا چھا گیا۔

اور وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر گیا۔ مین آسکو اٹھا کر گھر

میں لی گیا۔ جب اسے ہوش ہوا۔ تو ہر طرح سے اسکی

دلجوئی کی اور بہت سا اطمینان دیا۔ پہر گرم پانی سے اسے

غسل کرایا۔ کپڑے صاف پہنائے۔ کہا نا کہلایا جراح

کو بلایا۔ اس نے زخموں پر مرعہ لگایا۔ پہر آسکو ایک

پلنگ پر سلا دیا۔ کہ اُسے فوراً نیند آگئی۔ چونکہ میرے

گمشدہ ہمراہیوں میں سے ایک شخص آن پہنچا ہے۔ اسٹے

مجھے اور لوگوں کی قسمت کا حال سننے کا کمال اشتیاق

ہوا۔ اس شب کو اسی آدمیرٹن مین مجھے مطلق نیند نہ

آئی۔ دوسرے روز علی اصباح میں خوش خان کے پاس

گیا۔ وہ جاگتا تھا۔ مین آسکو ایک پیچہ مکہ میں لی گیا۔

اور مین نے اُس سے کہا جو جو واقعات پیش آئے ہیں۔

ان سبکی مفصل کیفیت بیان کرو۔

غوث خان۔ یہ تو آپکو یاد ہو گا کہ ہم اور آپ رات کو پٹھانوں کے کپ سے بہائے تھے۔ اور پٹھانوں نے ہم پر حملہ کیا تھا۔ آپ تو آگے نکل گئے۔ پیچھے سے کسی پٹھان نے ہم پر چھری کا زخم لگایا۔ زخم کاری لگا۔ آؤ گھوڑے سے گر گیا۔ پٹھانوں نے مجھے گرفتار کر لیا۔ اور چیتو کے حضور میں کشان کشان لینگے۔ وہاں مجمع کثیر تھا۔ میرے زخم کو پٹھانوں نے باندھ کر ایک جگہ بٹھا دیا۔ تھوڑی دیر میں موتی گرفتار ہو کر آیا۔ لیکن اسکے سر میں سخت زخم لگا تھا وہ بیہوش تھا۔ پھر فیصل علی اور رام دین سنگھ پٹھانوں کی قید میں آئے۔ ہدایت خان مکھو ام لفظ نہ تحقیق بھی اس جگہ موجود تھا۔ وہ خوش ہو کر مونچھوں پر ماتہ پیرتا تھا اور میں قہر آلود نظر سے اسکی طرف دیکھتا تھا۔ پٹھان غل دشور مچاتے تھے۔

چیتو۔ خاموش۔ خاموش۔ خاموش۔ ہدایت خان۔ میں سے کس کو پہچانتے ہو۔

ہدایت خان۔ میں سب کو جانتا ہوں۔ اور انکے یہ یہ نام ہیں۔

چیتو۔ اب ان کی نسبت کیا کہتے ہو۔

ہدایت خان۔ میں انکو ہنگی کا الزام لگاتا ہوں اور غفور خان اور بہت سے پٹھانوں کا قاتل بتلاتا ہوں۔ کیا یہ سچ سامنے اپنے فعل سے انکار کر سکتے ہیں۔

چیتو۔ انکا جہاد موتی رام ان باتوں کا کیا جواب

دیتا ہے۔ دریافت کرو۔ چونکہ موتی بیہوش تھا۔ اور اسکی جانکنہ فی کی حالت ہی لہذا میں کہا۔ نواب صاحب یہ ہدایت بائکل جوڑا ہے یہ کیا طعوت کہتا ہے۔ حضور بخوبی جانتے ہیں۔ کہ ہم نے سرکاری کام کس استعداد سے انجام دیا ہے۔ اور ہمیشہ آپکی فوج کے ہر اہل رہے ہیں۔ ہماری جان نشانی کا یہ نتیجہ ہے کہ آج ایک اونے درجہ کے حقیر شخص کے کہنے سے ہم مور و عتاب ہوئے اور ہم پر الزام لگائے گئے۔ کاش اگر ہم پر الزام (کہ ہم نے پٹھانوں کی طرح سختی اور ظلم سے کام نہ کیا اور ہمیشہ رحم کو کام میں لاتے رہے) لگایا جاتا تو کچھ فرق تھا۔ میر صاحب میری ان باتوں پر پٹھانوں کو غصہ آیا۔ اور کہا کہ اس حریف زادہ کے جوئے لگا دیکھو ظالم بتلاتا ہے۔ چیتو۔ خاموش رہو۔ جو شخص اس تحقیقات کے موقع پر زبان درازی کرے گا۔ وہ قتل کیا جاوے گا (پھر میری طرف مخاطب ہو کر) اچھا اور کیا کہنا چاہتے۔

غوث خان۔ میں کچھ اور عرض نہیں کرتا۔ صرف انصاف کا خواہاں ہوں۔

چیتو۔ تمہارا انصاف ضرور ہو گا۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ تمہارا سردار کیوں ہلاک کیا۔

غوث خان۔ (تھوڑی وقفہ کر کے پھر نہایت مستعجل)

میں ایک ناخواندہ دیہاتی سپاہی ہوں۔ نہ مجھے بہت باتیں بنانی آتی ہیں۔ اور نہ اسقدر قابلیت کہستانوں کے مجمع عام میں سوال جواب نہ یہ سچ ہے کہ ہمارا سردار

لیکن جو الزام ہم پر لگایا جاتا ہے اس کے باعث سے نہیں
 گویہ شیطان کا بہائی ہدایت خان ہمیشہ ہم سے لوٹ
 کا ذیل حصہ مانگا کرتا تھا اور ہمارا افسر اس سے انکار کرتا
 تھا۔ ایک روز مجھے اسی وجہ سے نکال دیا۔ پہرہ میں
 دریافت ہوا کہ اسکی رسائی حضور تک ہوگئی۔ میں
 اوسوقت آپ کے خیمہ کے پاس آیا۔ اور مجھے معلوم ہوا
 کہ ہماری نسبت یہہ شکایت کر رہا ہے۔ میں نے اپنے
 سردار سے اس امر کی اطلاع کی۔ اسیوقت امیر علی
 پیر خان بہان آئے۔ تو انکو معلوم ہوا کہ ہماری گرفتاری
 کا حکم ہو چکا ہے۔ یہاں انصاف کہہ نہیں ہے فوراً
 چلو ہم بہان چلتے تھے۔ کہ بد قسمتی سے ہم چار شخص گرفتار
 ہو گئے۔ اگر حضور قاعدہ سے ہماری شکایتوں کی نسبت
 تحقیقات فرمائے اور ہکو طلب کرتے تو ہم لوگ سکر بل
 حاضر خدمت ہوتے۔ چونکہ ہمارا افسر ایک ذی عزت
 باوصلہ شخص ہے۔ اس لئے اس نے اس رسوائی کو تسلیم
 نہ کیا اور بہان جانا بہتر سمجھا۔ اب ہم لوگ پیشکشاہ حضور
 میں حاضر ہیں۔ جو مزاج چاہے حکم دیجے۔ اور نہ کچھ اور چاہئے
 چیتو۔ (کچھ عرصہ تک غور و فکر کر کے) اور ہدایت خان
 اب کچھ ثبوت رکھتا ہے پیش کر۔ ورنہ میرے حق میں نہیں
 ہدایت خان۔ حضور حضور خان کی تلوار تو پیر خان
 لیکر چلے یا۔ اب یہی انکی تلوار میں شکلی ہے اور ملاحظہ فرمائیے
 رامین کے پاس ایک تلوار اس پنڈاری کی موجود ہے۔
 جس کے بعد میں ان لوگوں کا شکار ہوا ہے اور ان کے

زین کی فوجیوں میں بہت سی چیزیں پنڈاریوں کی
 برآمد ہون گی۔
 ایک پنڈاری۔ صاحب میرا بہائی تین روز سے
 غائب ہے میں نے ہر چند تلاش کیا۔ لیکن پتہ نہ ملا۔
 وہ تلوار مجھے دکھاؤ۔ میں شناخت کروں گا۔ ہم سب
 تلواریں لے لی گئیں۔ رامین سنگھ کی تلوار اس پنڈاری
 نے شناخت کرنی اور زار زار رو کر کہا۔ کہ یہ میرے
 بہائی کے قاتل ہیں اب میں اپنے بیانیوں کے خون کا
 قصاص چاہتا ہوں۔
 چیتو۔ اب تم کیا کہتے ہو۔ ہدایت خان کے بیان کی
 شہادت میں یہ تلوار تمہارے پاس موجود ہے۔ یہ
 جو کچھ اسے نسبت جا بیا۔ اس پر کسی نے کچھ خیال نہ کیا۔
 ہدایت خان۔ اگر حضور کو میرے بیان پر یقین نہ
 کہی تم کا شبہ ہے تو کسی معتد سردار کو میرے ہمراہ کیجئے
 میں ایک ایک پنڈاری کو تجمل مقام پر ان لوگوں نے
 دفن کیا ہے نکال کر دکھاؤنگا۔ حضور خان اور اسکا
 سائیس ایک ہی قبر میں دفن ہیں۔ چیتو بید کی طرح
 کا بنا۔ اور کہا کہ افسوس میرے بہادر آدمی اس طرح
 قتل ہوئے اچھا انکے زین کہو۔ مال نکالو۔ میرا
 یہ بہت ہی غراب بات تھی۔ آپ کو معلوم ہے کہ نظیر علی کا
 زین بہت ہی وسیع ہو گیا تھا اور اس نے پنڈاری کا
 زین جو سب سے آخروں میں ہار شکار جاتا تھا لیلیا تھا۔ وہ
 زین ہی چھانگیا۔ اور اسکا بہائی خوب دیا۔ اور اسکی

میٹی میری کمر میں لگی ہوئی تھی۔ اور سپر اسکا نام فارسی میں کندہ تھا جکا چھ علم نہ تھا۔ وہ بھی پیش ہوئی اب سپر الزام قائم ہو چکا نبوت کافی مل گیا لہذا میں نے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ کر اپنے کو موت کے حوالہ کیا۔

چلیو۔ (جیسے مخاطب ہو کر) او مالایق بد نصیب اب بھی کچھ عذر پیش کر سکتا ہے۔

غوث خان۔ نواب صاحب اب تقدیر سے مقابلہ کرنا فضول ہے۔ کیونکہ ۵

وہ ہر صورت سے پیش آئیگا جو تقدیر میں ہوگا لہذا اب ایسے وقت میں کہ جب قصاص مر پر سوار ہے میں جو بٹ نہ ہو لوں گا۔ واقعی ہم لوگ ہنگ میں اور ہم بھوانی کو اپنا رکش کر نیوالا دیوتا سمجھتے ہیں اور اسکی معتقد ہیں اور وہی ہمارے بہشت میں پہنچا دیگی۔ اور اسی کے حکم ہم بامس جادینگے۔ لیکن یہ بچہ سیٹھان لالچی فزیب دہندہ ہی زندہ رکھنے کے قابل نہیں ہے نہ اس نے اپنے قانون کا پاس کیا۔ اور نہ اپنے وعدہ اور عہد کا خیال اور لفظ نکو امی اپنے اوپر عائد کیا جیسے ایسے عہدہ سردار با وفا سے دفائی تو اور دن کے ساتھ کیا وفا کریگا۔ کیا یہ ہنگ ہونے سے منکر ہو سکتا ہے۔

ہرگز نہیں۔ یہ صد ہا مرتبہ ہمارے کام میں ہمارے ساتھ شریک ہوا۔ اسکی صورت کو اسوقت ملاحظہ فرمائیے کہ کقدر خوف و ہراس اُسکے چہرے پر عیاں ہوتا ہے۔ اور اسکی ظاہری صورت میرے بیان کی

شہادت خود بخود ظاہر کر رہی ہے۔ اگر یہ ایمان دار ہوتا۔ اور ہمارے فعل کو بر انصوہ کرتا ہوتا۔ تو ہمارے عین موقعہ واردات پر کیوں نہیں گرفتار کرا یا جس روز غفور خان کا کام تمام کیا ہے یہ ہی حکم اہم پر ہے ہر ہوتا۔ جو ہندوئی سبب آخر میں ہمارا شکار ہوا۔ یہ اُسکا نصف مال چاہتا تھا۔ جیسا کہ پیشتر اس نے کئی مرتبہ ظاہر کیا۔ ہمارا سردار ایک منصف مزاج آدمی خلاف قانون کیونکر کر سکتا تھا۔ جو حصہ جسکی قیمت ہو چکا تھا اس میں کیونکر فرق ہوتا ہم لوگ حکم سنائے قتل کے مستحق ہو چکے۔ لیکن یہ شخص ہی زندہ نہیں رہ سکتا۔ ہماری اور اسکی ایک حالت ہے۔ جیسا مال ہمارا پاس موجود ہے ویسا ہی یہ بھی اپنے پاس رکھتا ہے۔ بلکہ ایٹم اسپر اور زائد عائد ہو سکتا ہے۔ نکو امی۔ بزونی۔ ہدایت خان۔ غصہ میں۔ کیون جو بٹ ہونے لگا کیا میں نے کبھی کسی آدمی کا گلا سوسلے۔ یا کسی کے قتل میں اقدام کیا ہے۔

مین۔ میں غوث خان۔ نواب صاحب اسکی طرز کلام کو دیکھئے اقرار یہی کرتا ہے۔ اور منکر یہی ہوتا ہے کیا نامزد آدمی ہے۔

چلیو۔ او بد بخت بد نصیب تو ان سے بدتر ہے۔ یہ بہادر اور دلیر اور میدان شجاعت کے شیر ہیں۔ اور تو بزدل اور نامزد ہے تو سب سے پہلے قتل کیا جاوے گا میر صاحب اسوقت ہدایت خان کی عجیب حالت تھی۔

کبھی زار زار روتا تھا۔ کبھی فریاد کرتا تھا۔ کبھی مافی کی درخواست کرتا تھا لیکن سب بیفائدہ۔ ایک پنڈاری نے باہر بھاگ کر ہمارے سامنے اُسے فوراً قتل کیا۔

مصنف { ہر کہ کند و چاہ بہر دیگران
قصہ - { تو یقیناً ان خود بیفتند

چیتو۔ اب تہاری قسمت کا بھی بہت جلد اسطرح فیصلہ ہوگا۔

ہم لوگ۔ صاحب ہماری موت ہمارے سر پر وار ہے تو پھر کیا خوف ہے۔

ایک پنڈاری۔ نواب صاحب یہ لوگ مرنے سے نہیں ڈرتے انکو کوئی رحمت ایسی پہنچائی جائے جو ایک عرصہ تک یاد رکھیں۔

چیتو۔ (خوش ہو کر) بہتر ہوگا۔ کہ انکی جہرے سے ناک کی صفائی کرو۔ اور دونوں ہاتھ کھنچ کر نکال دیا۔ اس نے میرے پاس لاؤ۔ بس میرے صاحب ایسا ہی کیا گیا۔ میں ہی بد نصیب اس انسان کے بیان کر نیکی واسطے زندہ رہا۔ ناک اور کان کاٹنے کے بعد پھر چیتو کے حضور میں پیش کئے گئے۔ اور ہمارے سر کو جو تھے تیل میں ڈالے گئے۔ خدا یادہ وقت اور مصیبت کسی دشمن کو بھی نہ دکھلائو۔ موتی کام پہلے ہی نکل چکا تھا۔ وہ ہم میں خوش قسمت تھا اور ہم قیون کو اس تکلیف اور عذاب سے بخش گیا تھا۔ پھر ملک کوپ سے باہر نکال دیا۔ نظیر علی اور رام دین سنگھ

زخموں سے خون بند نہیں ہوا تھا۔ اس نے دو روڑ کے عرصہ میں انکا دم نکلیا۔ اور میں تنہا مصیبت کے پاؤں پہلنے کے واسطے زندہ رہا۔ جب میں پنڈاریوں کے ظلم کی شکایت کرتا تھا تو ہر شخص مجھ پر رحم کرتا تھا۔ اور کہا نیکو دیتا تھا بلکہ اپنے ہاتھ سے کہا ناکھلاتا تھا۔ کیونکہ ہر شخص ان لوگوں کے جوہر ظلم سے واقف تھا۔ لیکن کسی نے میرے زخموں کا علاج نہیں کیا۔ میں اسی طرح مصیبت جھیلنا گدائی کرتا رنج و تکلیف اٹھاتا۔ آپ کے پاس آن پہنچا ہوں۔

کس سے کہوں جو صدمہ اٹھائے سوا تھا
جو سانگ مقدر نے دکھائے سو دکھائے

لیکن میں امید کرتا ہوں کہ اب اس وفادار غلام کو کبھی آپ اپنے قدموں سے جدا نہ کریں گے۔ اور میری بیکی اور بے بسی پر رحم فرمائیں گے۔ اور میری بقیہ زندگی کا زمانہ آپ اپنے سایہ عاطفت میں گزارینگے۔ صاحب اسکے بیان نے میرے دل پر بڑا اثر کیا اور میں نے اسکو بہت کچھ اطمینان دیا۔ اور وہ آرام میرے پاس رہنے لگا۔ لیکن دوسرے سال کے شروع میں راہی ملک بھاگا۔ وہ شرم و حجاب کے باعث باہر نہیں نکلتا تھا اسی غیرت میں مر گیا۔ یہ شخص جوان خوش وضع خوش قطع خوبصورت دلاور آدمی تھا۔ میرے ہمراہیوں میں سے کوئی بھی اسکی مہسری نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن جس روز سے پنڈاریوں نے ہاتھ سے

صدر اٹھایا تھا۔ ہمیشہ نکلین رہتا تھا۔ میں نے
کبھی اسکو خوش و خرم نہیں دیکھا۔

باب آتالیسواں

صاحب تین سال تک میں عیش و آرام سے
اپنے گھر رہا۔ جالون کاراج میرے باپ پر نہایت
مہربان تھا۔ اور میرا باپ ال کا کام نہایت عمدگی
سے انجام دیتا تھا۔ مالگزاری کا رویہ کسی باقی نہیں
رہا۔ اور بہت سے فرائد و کاشتکار میرے باپ
کی نیک نیتی کا چرچا اور راجہ کے مہربان ہونیکا شہر
سکر دور دور سے آتے تھے۔ اور زراعت کا کام
کرتے تھے۔ اور بہت خوش رہتے تھے اور بہکھو مل
آمدنی ہوتی تھی۔ تاہم میری طبیعت بے چین رہتی
ہی۔ مختلف اطراف کے ٹہگون کے گروہ دور دور
و دوا مار کر کامیابی کے ساتھ جو جالون سے گزرتے
تھے۔ انکی باتیں سن کر میری طبیعت میں ایک جوش
پیدا ہوتا تھا اور آخر مجھے اس امر پر مجبور کر دیا۔ کہ
میں پیر اپنے حج کے لوگوں کو جمع کروں اور پھر کسی حجر
تک مختلف جنگلوں کی سیر کروں جبکہ طبع و انگیزگی
اور اس نے مجھے بالکل اندھا بنا دیا۔ میں اس قدر
شہرت حاصل کر چکا تھا۔ کہ ٹہگون کا کوئی حصار میری
کامیابیوں اور کارروائیوں سے مقابلہ نہیں کرسکتا
تھا۔ تاہم میرا یہ خیال خام تھا۔ میری جوشیلی طبیعت

اور اولوالعزمی نے اماورہ کر دیا کہ اس مرتبہ ایسا حج
کثیر حج کروں۔ کہ آج تک کسی نے حج نہیں کیا ہو۔
اور نہایت جاہ و ختم سے بیان سے کوچ کروں۔
گنیش جھدار کا ذکر شاید میں آپ سے پہلے کر چکا ہوں
جب میں گھر پر رہتا تھا۔ تو میرے ہمراہ رہا کرتا تھا۔
لیکن ہمارے طریقہ اور فہمگ اور عزت و قسمت پر
ہمیشہ حد کیا کرتا تھا۔ اس نے بہت کوشش کی کہ
پہلو سے راجہ تک میری رسائی ہو۔ اعلیٰ درجے کے
ملازموں اور مصاحبوں کو حصہ دار وہ رشتہ میں
پہنچا دیا اور نوکری کی بھی درخواست کی۔ لیکن قسمتی
سے کامیاب نہوا۔ مجبور اور بالوں میں ہو کر میرے پاس
آیا۔ اور راجہ کے مصاحبوں کی بُرائی۔ اور اپنی کیفیت
میرے سامنے بیان کرنے لگا۔ کہ ابل گہرا تانا ہے۔
بیکاری سے تنگ ہوں اس نے اس قسم کی باتیں کیں
جس نے مجھے مجبور کر دیا۔ اور میں نے اپنے ہمراہ لپٹے کا
وہہ کیا۔ اور میں نے اپنے ہمراہیوں کو اور نیز دیگر
ٹہگون کو نوٹس دیدیا۔ کہ ہم دسہرہ کے روز بیان
سفر کریں گے۔ عظیمہ میرے سفر میں جانے اور خود تنہا
رہنے کی عادی ہو گئی تھی۔ اس لئے اس نے بھی محکوم
اور وہ بھی گئی کہ اپنے بیچ و بیو پار کو جاتے ہیں چند
میں واپس آجائیں گے۔ تھوڑے عرصہ میں میرے
ہمراہی ہنگ جمع ہو گئے۔ کہ گنیش کے ساتھ ایک تو
اور میرے ہمراہ دو تو ہنگ تھے۔ دسہرہ کے روز

ہم لوگ اپنی معمولی رسمیات ادا کر کر جالون سے روانہ ہو گئے۔ اور کیتھدر غرور کا سرور میرے دماغ میں پیدا ہو گیا تھا۔ کہ اس قدر مجمع کسی سردار ہنگ کی ماتحتی میں جمع نہیں ہوا۔ اور میرا بوڑا بابا محمد اسماعیل بی اس مرتبہ چلنے پر راضی ہو گیا۔ میرا ارادہ تھا کہ ناگپور و ساچوتانہ سے گزر کر کجرات کی جانب چلین۔ لیکن اسپرہیت بڑی بحث رہی اور آخر یہ طے پایا کہ جس جانب خشکون عہدہ برآمد ہوں روانہ ہونا واجب ہے۔ جب بچا اگیا تو سمت جنوب برآمد ہوئی اس لئے ہم اپنی قدیم راہ پر روانہ ہوئے جسکے ہر ایک مقامات سے بخوبی واقف تھے۔ اور ایک موقع مناسب کو اجنبی طرح سے جانتے تھے۔ جب ہم ساگر کے قریب پہنچ گئے تو راستہ میں ہم نے صرف چوڑی آدمی ہوانی کے ہیٹ کئے۔ اور بقابلہ ہمارے مجمع کثیر کے ہیٹ کم مال ہاتھ آیا۔ ایک روز شب کوفت جبکہ میں اور محمد اسماعیل اور چند ہنگ نیچے میں بیٹھے ہوئے تھے تو آکاریہ کی آواز سنائی دی جو ہنگون کے واسطے نہایت خوفناک ہے۔

مصنف - آکاریہ کہہ رہے ہیں۔

میں - خداوند نعمت جو گیتھدر شب کے اول وقت میں اکیلا لوٹے۔ اس گیتھدر کو آکاریہ کہتے ہیں اگرچہ اسکا بونا ہر شخص منحوس جانتا ہے۔ لیکن ہنگون کے واسطے تو بہت ہی تہیباک ہوتا ہے۔ اسوقت خوشی

نام و نشان نہیں۔ سب پریشان ہے اوسان ایک دوسرے کے چہرے کو تکتے تھے۔ اور سب کے کان اس آواز کی طرف لگے ہوئے تھے اور اگر دوبارہ آواز پر سنائی دیتی تو نہایت ہی قباحت سے صبا پر آواز آئی اور گہر کر سب لوگ کچھ محمد اسماعیل - بلکہ فوراً لوٹ چلنا واجب ہے۔ یہاں راستہ خطرناک بتلاتی ہے۔ اور یہ آواز اسطرح سے آتی ہے۔ جس طرف صبح ہمیں چلنا ہے

صاحب اس غام خانی پر مجھے کمال تعجب ہوا کہ ایک گیتھدر کے بولنے پر تین سو جوانوں کا ارادہ بدل گیا۔

میں - (محمد اسماعیل سے) اسے والد بزرگوار جبکہ ابتدائی خشکون ہمارے حق میں اچھے ہو چکے ہیں۔ تو پھر درمیانی باتوں پر کیوں خیال کیا جاتا ہے۔ اور ایک شخص اور پوری امر پر واپس ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔ مجھے ہر سہفت قاعدے کے موافق ویسی کی پوجا کی۔ اور ہر ایک مسافر کے قتل پر سب رسمیں ادا کیں۔ محمد اسماعیل - میرے پیالیے بیٹے۔ جو کچھ تم نے کہا وہ صحیح ہے۔ لیکن اب آگے بڑھنے میں سراسر خطرہ ہے۔ اور حاققت ہے۔ تم ہی نوجوان ہو۔ معیشتیں نہیں کھانی ہیں۔ اور جیشہ کا سیلاب رہے ہو اور تم نے اپنی سعاد سے ہمیشہ میرے کہنے پر عمل کیا ہے۔ اسلئے تم کو توجہ حاصل ہوتا رہا۔ لیکن خبردار کہی خشکونوں کے برعکس پیش قدمی نہ کرنا۔ ورنہ ذلت اٹھاؤ گے۔ اور اپنے

دل میں سمجھ لیا کہ ہم اپنے دیوتا کے حکم پر چلتے ہیں اس نے یہ سب شگون اور اسکے نتیجے کو بتلا دی ہیں اس عرصہ میں ہنگون کا ایک مجمع جنہوں نے یہ خوش آواز سنی تھی واپسی کی اجازت لینے ہمارے پاس آیا۔ جب میں نے یہ صورت دیکھی تو اس بارہ میں ان لوگوں سے کچھ کہنا بے فائدہ تصور کیا۔ اور اسی وقت ہمارے دیر سے نیچے اکھڑ کر بندہ گئے۔ اور وہاں سے واپس ہوئے۔ اور راستہ میں ہی کوئی سبارک شگون اس قسم کا نہیں ہوا جو ہماری واپسی کے مانع ہوتا لہذا ہم جانوں پہنچے۔ ہم لوگ ایک ماہ تک اپنے اپنے گھر رہے۔ اور پھر سفر کر نیکا ارادہ کیا۔ اور میں نے اپنے ہمراہیوں کو جمع کیا۔ اور شگون دیکھے جو ہمارے اور اچھے نکلے۔ اور میں نے اپنے رکش کر نیوالے دیوتا سے التجا کی کہ ہمارا فی ہین کا سیاب فوا۔ اور نا آئیدی کی صورت نہ کہلائو۔ ہم لوگ غرب کی جانب بڑی و اندور کو روانہ ہوئے کیونکہ وہاں افیون کی تجارت بہت اچھی ہوتی ہے۔ اور خزانہ بہت جاتا آتا ہے جس کا ذکر ہم پہلے اپنے سفر میں بیان کر چکے ہیں۔ ایک سو تیس ہنگ میرے ہمراہ تھے۔ اور پیرخان بھی موجود تھا۔ گینش جس سے میں جتنی نفرت کرتا تھا۔ اور میں اس کو منحوس سمجھتا تھا میرے ہمراہ نہ تھا۔ وہ اور طرف چلا گیا۔ اور محمد اسماعیل میرا باپ بھی کہ سفر دور دور سے

بہت عرصہ میں واپسی ہوگی گھر برہا۔ تھوڑے عرصہ تک کوئی صورت ایسی پیش نہیں آئی جو قابل بیان ہو۔ اور آپ یہ بھی سمجھئے کہ ہم بالکل بیکار رہے۔ اکتیس آدمی ہم نے ہوانی کے بیٹ کئے۔ اور شگونوں کے اچھے ہونے کی وجہ سے ہنے زیادہ کوشش ہی نہیں کی۔ قریب قریب چار ہزار روپیہ کے ان لوگوں سے ہکو ملا۔ اور ہم بھی پہنچے۔ اور بازار میں قلعہ کے باہر ٹہرے۔ اور ہم لوگوں نے اپنے گرفتار ہو جانے کے خوف سے مختلف جگہ قیام کیا۔ لیکن ایک دوسرے سے خبردار رہتے تھے اور سب مستعد۔ اگر ذرا بھی شہد ہو جاؤ تو فوراً ہمال جان صاحب میں نے سند رکھی نہیں دیکھا تھا۔ اس لئے مجھے کمال اشتیاق پیدا ہوا۔ میں روزمرہ جاتا تھا۔ اور اسکی عظمت دیکھ کر خوش ہوتا تھا۔ اور سبز سبز گھانس کیا ہی پہلی معلوم ہوتی تھی۔ میں اسجگہ اپنا جاوڑہ بچا کر بیٹھ جاتا۔ اور کبھی بیٹھ جاتا اور خراب کی سی حالت میں بہت سا وقت گزار دیتا۔ جب ایک ہفتہ گزر گیا۔ تو مجھے کمال رنج ہوا۔ کہ بیکار اس قدر دور دور از سفر طے کیا اور کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہوا۔ کل علی الصبح بیان سے ضرور روانہ ہو جاؤں گا۔ یہ خیال جھکو ہوا تھا۔ کہ ایک معزز آدمی میرے پاس آیا۔ اور مجھے کہا سلام علیکم۔ حضرت آپ جھکو سا فاعلم ہوتے ہیں۔

اور آپ کی وضع و قطع و پوشاک سے میں یہی خیال کرتا ہوں کہ آپ باشندہ ہندوستان میں ہیں۔ چند روز سے آپ کو دیکھتا ہوں۔ کہ آپ یہاں روز آتے ہیں۔ اور سمندر کی آوازی ہوئی لہرون اور برو کو دیکھ کر اپنا دل بھلا تم میں کیا آپ نے کبھی پہلے سمندر نہیں دیکھا ہے۔

میں۔ آپ کی قیافہ شناسی ہی قابلِ داد ہے۔ وہی میں ہندوستان کے خشکی کے حصہ میں رہتا ہوں۔ اور سمندر کے دیکھنے کا یہ پہلا ہی موقعہ ہے۔ آپ خیال کر سکتے ہیں کہ جو شے انسان نے کبھی نہ دیکھی ہو اسکے دیکھنے کا وہ کیسا شائق ہوتا ہے۔ مجھے کمال ہی تعجب ہے۔ کہ سطح آب اور آسمان کیوں نہ مل گئے ہیں اجنبی۔ بھائی تم بڑے خوش آواز ہو۔ تمہاری شیریں بیانی قابلِ داد ہے۔ میں نے بہت ہندوستان کے باشندوں سے ملاقات کی لیکن یہ خوبی کسی میں نہیں دیکھی۔ میں ہی ہندوستان میں رہتا ہوں۔ آپ کو فتنے شہر کے باشندے ہیں۔

میں۔ حضرت پہلے تو میں شورانی پور میں رہتا تھا مگر اب چند روز سے جالون میں رہتا ہوں۔ اجنبی۔ جھکوا دیا یا شہدانی پور نہ حیا کے علاقہ میں ہے یقین۔ نہیں صاحب۔ فرنگیوں کے علاقہ میں ہے اور انہیں کے قبضہ میں ہے۔

اجنبی۔ اس گفتگو کو چھوڑ کر۔ کیا تم سمندر کی سیر

پسند کرتے ہو۔ اور کبھی سمندر کی سطح پر گئے ہو۔ اور جہاز ہی آپ نے دیکھا ہے یا نہیں۔

میں۔ مجھے کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا۔ بلکہ کشتی کو دیکھ کر میری طبیعت کو ایک قسم کا خوف معلوم ہوتا ہے کہ سب ادا پانی کا روز اسکو بہا لے جائے۔ یا ہمارے بوجھ غرق ہو جائے اور اگر کسی وقت میں نے طبیعت کو مضبوط بنا کر ارادہ ہی کیا تو یہ خیال ہوا کہ مجھ کو شخص منع کرے گا۔ اور کوئی اجازت نہ دے گا۔

اجنبی۔ نہیں اس قسم کا خوف نہیں ہے۔ آؤ میرے ہمراہ چلو میں اپنے کو خوش قسمت تصور کروں گا۔ جو تہدی ہمراہی میں سیر کرنے سے آج کا دن بڑی قربت صاحب میں نے خوشی منظور کر لیا۔ اور ہم ایک میل کی طرف (یعنی بندرگاہ) جو قلعہ کے باہر سمندر میں جا ہے روانہ ہوئے۔ مجھے نہیں معلوم کہ میں کس کے ساتھ جاتا ہوں اور یہ کون شخص ہے جبکہ ملازم اور سپاہی راستہ میں ملے میرے دوست کی بہت تعظیم اور مودب سلامیں کرتے تھے۔ جب ہم سمندر کے کنارے پر پہنچے۔ تو ملاحوں نے شہد چاکا کہ حضور اور تشریف لائے لیکن میرے ہمراہی نے ایک کشتی کو پسند کیا۔ اور ہم اس پر سوار ہو کر سطح سمندر پر پہنچے۔ جھکوف میں معلوم ہونے لگا۔ اگرچہ دریائے جنا جالون سے بہت دور نہیں ہے لیکن میں نے کبھی کشتی کی صورت ہی نہ دیکھی تھی۔ صاحب کبھی

کشتی ہوا کے تہیڑوں سے لٹی تھی۔ کبھی اسکی لہریں کسی
 نظر آتی تھیں کہ یہ اب ہمارے سر پر سے گزر جائیگی۔
 نین اسوقت بہت پریشان تھا میرا دوست جو ایک
 تجربہ کار اور لائق آدمی تھا۔ اس نے مجھے اطمینان
 دیا۔ اور تھوڑے عرصہ میں کشتی جہازوں کے پاس
 پہنچ گئی۔ اور ایک افسر فرنگی سے اجازت لیکر میرا
 دوست ایک بہت بڑے جہاز کی سیر کرانے کی عرض
 سے اپنے ہمراہ لے گیا۔ اور کہا کہ شاہ انگلستان کا
 یہ جہی جہاز ہے۔ میرے دوست نے محافظ جہاز کو
 دو روپیہ انعام کے دیئے اور اس نے خوب سیر
 کرائی اور بیان کیا کہ یہ جہاز پانچ اندر ہی بیٹھ
 جاتا ہے۔ اور جھطف ہم بیٹھنا چاہتے ہیں کو سون
 چلا جاتا ہے۔ ساکنان جہاز کو کسی قسم کی تکلیف
 نہیں ہوتی روشنی اور صواب ستون پہنچتی ہے میں نے
 یہ بات سنکر اگر نہ دیکھی دانیکی بہت تعریف کی۔ اکثر
 جگہ تو میں لگی ہوئی تھیں بعض جگہ بہت سی بند و قین
 تھیں۔ صاحب وقت بہت خراب ہوتا ہے اور آپ
 ان سب باتوں سے بخوبی واقف ہیں۔ لہذا میں اس
 جہاز کی سیر کے بیان کو ترک کرتا ہوں۔ ہم واپس ہو کر
 کنارے پر پہنچے تو میں نے اپنے دوست سے اجازت
 چاہی لیکن اس نے مجھے ٹھہرا لیا اور کہا میر صاحب مجھے
 آپ سے کچھ گفتگو کرنی ہے۔ اگر آپ (جو میں کسی زمانہ
 میں تھا اب ہی اور جب کبھی موقع ہوتا ہے پیر ویا ہی کرتا ہوں)

ویر نہیں میں تو میں بہت غلطی پر ہوں۔
 صاحب یہ بات سکر میں نے بغور اسکو دیکھا تو جھکوتیں
 ہوا کہ یہ ہی کوئی ہنگ ہے۔ اس سے اپنی غلط فہمی
 کو اگر ہنگ ہے۔ تھاسی زبان میں مجھے جواب دیکھا
 ورنہ مطلق نہ سمجھ گا۔

میں۔ عمل سی خان بہائسی سسل سام عمل
 لے کم۔ (یعنی علی خان بہائی سلام علیکم)۔
 اجنبی۔ اسمیر عمل سی بہائسی و سام عملے کم
 سسل سام۔ (یعنی امیر علی بہائی و علیکم سلام)
 صاحب بس اسی جواب پر معلوم ہو گیا کہ وہ ہنگ ہے
 علی خان۔ میر صاحب ان الفاظوں کو آج ایک
 عرصہ میں میں نے سنا ہے اور جھکو ابتدائی جوانی کی
 باتیں اور گوڑ کی رسم یاد دلاتی ہیں۔
 میں۔ کیا تم نے گڑ کہا ہے۔
 علی خان۔ کہا ہے۔

میں۔ (خوش ہو کر) آپ سے ملاقات تو ہوئی۔ لیکن
 اپنی کیفیت سے آگاہ فرمائیے۔ اب آجکا بیان کیا تھا
 علی خان۔ کیا تجھے کبھی سبحان خان جھہار کا ذکر
 نہیں سنا۔ ہم کہتے ہو کہ شورانی پور سے آیا ہوں۔
 ضرور وہاں میری یاد ہوتی ہوگی۔

میں۔ میں نے سنا ہے۔ جو لوگ تھو جانتے میں انہیں
 نے تھو مرا ہوا تصور کر لیا ہے۔ یہ کیا بات ہے کہ تم یہاں
 معزز اور با اختیار معلوم ہوتے ہو۔

علی خان - بن اپنا حال بعد میں بتاؤں گا - مگر فی الحال مجھے آپ سے بہت سی باتیں پوچھنی ہیں - اور اول یہ کہ میرا دوست اسماعیل جہدار زندہ ہے ؟

عین - میرا باپ محمد اسماعیل زندہ ہے - اُس نیک بولتا آدمی نے بہت عرصہ بائی ہے اور اچلے -

علی خان - شکر ہے خدا کا مگر تم کہتے ہو کہ وہ تمہارا باپ ہے - اسکے کوئی لڑکا نہ تھا جب میں اوس سے علیحدہ ہوا تب تک اوسکی شادی بھی نہیں ہوئی تھی -

عین - اسوقت ایسا ہی ہو گا مگر میں تو خود موجود ہوں -

علی خان - میرا دوست حسین بھی زندہ ہے -

عین - نہیں - افسوس دو سال گزرے کہ وہ مر گیا وہ اپنے بہت سے دوستوں کا حال دریافت کرتا رہا اور آخر کار پوچھا کہ تمہارے ہمراہ کتنے آدمی ہیں -

عین نے اُسے نقد جواب دیا - اور وہ انکی تعداد پر کچھ حیران ہوا - پھر کہا - تم اتفاق سے یہاں آ گئے ہو -

اسلئے میرا فرض ہے کہ میں تمہارے ساتھ سلوک کروں اور کوئی معقول بیچ بتاؤں - میرا ہنگ ہونا تم کو معلوم ہو چکا - میری تمام عمر اسی پیشے میں بسر ہوئی -

اور میرے آباؤ اجداد بھی یہی کام کرتے تھے - چند سال ہوئے کہ اندو کے ایک معزز ساہوکار کی ملازمت اختیار کر کر میں یہاں آیا - اور میں نے اس جگہ کو بہت پسند کیا - اور بہت جلد پولیس میں نوکر ہو گیا - حکام

مجھے مہربانی سے پیش آئے - واقعی گورنمنٹ بڑی

فیاض ہے - ہمیشہ مجھے میرے کام کی داد ملتی رہی اور میں نے بھی اپنا کام منصبی نہایت عمدگی سے انجام دیا - اور اسی وجہ سے میں جہداری کے عہدہ پر پہنچ گیا - شاید تمکو یہ حال معلوم نہیں ہے - کہ میں ہنگوں کی جہداری کیوں چھوڑی -

عین - نہیں صاحب مجھے مطلق معلوم نہیں ہے -

علی خان - میرا تمہارے باپ کے ساتھ لغو اور بے بنیاد جھگڑا ہو گیا - اُس زمانہ میں ہم دونوں جوان تھے - اور اس خفیف معاملہ نے یہاں تک طویل کھینچا کہ تلواریں میان سے نکال لیں - چونکہ اسماعیل میرا ہمسر

تھا - مجھے خوف ہوا کہ یہ میرے ہلاک کر نیکا حکم دیدیگا اس لئے میں وہاں سے بھاگ کر اندو میں اور اندو سے ساہوکار کے ہمراہ یہاں آیا - خوش قسمتی سے اس

رتبہ پر پہنچا - تاہم میں نے اپنے قدیم پیشہ کو قطعی نہیں چھوڑا ہنگوں سے ملتا رہا - اور ہر طرح سے انکو روک دیا

رہا - اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور خود شکار نہیں کر سکتا مگر میں جوان اور چالاک آدمیوں کو اس کام کے واسطے منتخب کر لیتا ہوں - اور اسی طرح سے اپنا

تعلق رکھتا ہوں اور اپنا حصہ گہرے پیچھے لے لیتا ہوں - یہ درست ہے کہ ہندوستان کے ہنگوں کے ساتھ میں نے کوئی تعلق نہیں رکھا - کیونکہ شرم اور حجاب

مجھے اب تک روکا مگر چونکہ میرا بیٹا نے تمکو میرے پاس بھیج دیا ہے میں تمہاری ضرورت کو نہنگا - اور میں

جیٹی لیکر ایک دو مرتبہ دکن کے ٹہگون کے ہمراہ
 پونا کی طرف حلبہ ہی کر آیا ہوں۔ اب ایک توضیحی
 دوسرے رخصت کا ملنا ممکن۔ اس لئے اپنے دوستوں
 کو ایک محفل منع بتا دیتا ہوں۔ اور وہ بہوانی کی
 کرپا سے ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں۔ اور میرا معتدل
 جبکہ کمین سختی ہوں میرے پاس پہنچا دیتے ہیں۔
 اور تہا را غلام سحان خان تمام افسروں اور انگریزوں
 اور شہر کے رئیسوں اور ساہوکاروں میں دیانت
 سمجھا جاتا ہے
 عین۔ آپ کی صورت۔ سیرت۔ وضع۔ قطع ہی
 قابل تعظیم ہے۔ آپ کے خلق اور اوصاف حیدر
 ایسے ہیں جس پر کوئی شبہ کسی قسم کا عائد نہیں ہو سکتا
 صاحب اس قسم کی باتیں کرتے ہوئے ہم اسکے مکاتیب
 پہنچے اور سین مکان میں مقیم تھا۔ وہ مکان اس
 سے بہت قریب تھا۔ اس نے مجھ کو نام بھی کی سیرائی
 اور ایک دوسری میں الفت و محبت روز بروز بڑھتی
 گئی۔ صاحب یہ شخص بڑا چالاک اور ہوشیار اور
 مکار تھا۔ اور اسکی مکاریوں کی باتیں بہت خوب
 سنتا تھا۔ کئی مرتبہ مجھ کو اپنے ہمراہ اپنے افسروں
 اور انگریزوں کے پاس لگیا۔ اور ان سے میری
 ملاقات کرائی۔ وہ مجھے خلق پیش آئے۔ جب
 سحان خان کو مجھ پر طرح سے اعتماد ہو گیا۔ تو اپنے
 نام طریقے مجھ پر ظاہر کئے اور دکن کے ٹہگون کے

جھدار سے میری ملاقات کرائی۔ جو پونا تک
 شولا پور۔ حیدر آباد سندھ اور گجرات کے بہت سے
 ٹہگون کا افسر تھا اور سحان خان کے ماتحت تھا۔
 اور بہت بڑا حصہ لڑکا دیتا تھا۔ یہی سچوقت
 ساہوکار اپنا روپیہ کسی مقام کو بھیجتے تھے۔ اسکو
 فوراً خبر ہو جاتی تھی۔ ایک ہفتہ تک میں اس کے
 ہمراہ رہا۔ ہمارا یہ قریب قریب ختم کے پہنچ گیا
 تھا۔ اور ہم زیادہ عرصہ تک یہی میں اپنا مقام
 نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن اس نے ایسی امید دلائی تھی
 کہ جلدی وجہ سے انتظار کرنا لازمی تھا۔ لیکن یہی
 میں رہتے رہتے تنگ آ گیا۔ دوسرے موسم برسات
 بہت قریب آ گیا تھا لہذا خیال پیدا ہوا کہ اگر قبل
 موسم برسات جالوں نہیں پہنچے۔ تو دریاؤں
 کی طغیانی سے راستہ میں سخت وقتیں پیش آئیں گی
 اسلئے میں علی خان یا سحان خان کے پاس گیا اور
 بے تکلفی سے کہا۔ کہ بہائی جتھہ روپیہ ہم اپنے
 ہمراہ لائے تھے۔ وہ صرف ہو چکا ایک گرائی۔
 دوسری پارسی۔ یہودن صد ہا معشوق پرورش
 میرے ہمراہیوں کے پیش نظر میں۔ پہر کیونکر گذر
 کر سکتے ہیں۔ اس لئے ہم بیان سے بہت جلد جانا
 چاہتے ہیں اگر کوئی بیخ جلد تلاء تو اکیڈ روز اور
 قیام کر سکتے ہیں۔ ورنہ جو ہماری قسمت میں ہے وہ
 راستہ میں مل جاوے گا۔

علی خان۔ میں نہیں اپنی جان کی اجازت نہیں دیتا۔ میں نے سنا ہے کہ ایک بڑا تجار اندوریا مالوہ کو دو لاکھ روپیہ روانہ کر رہا ہے۔ روکو یہ لوگوں کے ہن لیکن میں اپنی یہ نہیں بنا سکتا۔ کہ روپیہ جائیگا یا بھڑو یا نہ۔ اس امر کی تحقیقات کیواسطے تین روز درکار ہیں۔ چونکہ فی الحال روپیہ کی ضرورت ہے اس لئے ایک ہزار روپیہ مجھ سے لجاؤ۔ جالون پہنچے کے بعد تین روپیہ فیصدی فی ماہ سود اضافہ کر دو پیہ بیسہ دینا۔ تم میرے دوست قدیم کے تحت جگہ اور میرے عزیز ہو چکے ہر طرح سے اطمینان ہے۔

مین۔ میں آپ کی عنایتوں کا کمال منون ہوں۔ فی الحال اس قدر ضرورت نہیں ہے ابھی ہمارے پاس پچیس پچیس تیس تیس روپیہ موجود ہیں کاش اگر میں یہ خیال نہ کرتا۔ تو بہت جلد یہ روپیہ بھی صرف میں آجاتا۔ اب یہ بتلاؤ آپ ہیں ایک ہفتہ میں ہی رخصت کر دینگے یا نہیں۔

علی خان۔ فردر بلکہ ایک ہفتہ سے پہلے کل نام کو نماز کے بعد میرے پاس آجانا۔ میں تم سے بچ کے متعلق باتیں کرونگا۔

صاحب جو وقت میں واپس ہوا۔ تو مجھے خیال ہوا کہ یہ شخص کافر ہے جو خدا و رسول کے حکم کے خلاف سود کھاتا ہے میں نے کبھی اپنے باپ سے اس کا ذکر نہیں سنا۔ اب کے مرتبہ فردر اسکا حال دریافت

کر دینگا۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ وہ اس کے حق میں مفر ہوگا۔ میں کبھی اس سے ایک پیسہ نہ لون گا وفاقا ہنگ ہو کر ہنگوں سے سود کا طالب ہوتا ہے۔ آجک کبھی یہ بات سننے میں نہیں آئی اس کا طریقہ مجھ سے اس ہتھیار سے ملتا ہے۔ جو مقام ساگہارا شکار بناتا۔ میں نے ایک دکن کے بعد اسے بہت کچھ ضبط کر لیا تھا اور وہ یہی ہماری طرح سے منتظر تھا۔ میں نے اس سے علی خان کا مال دریافت کیا تو اس نے میرے خیال کی تائید کی اور کہا۔ غرض بڑا سبز سیاہ اور ظالم ہے۔ ہنگوں کو خوب اپنے دام کمر میں پھنساتا ہے۔ گرفتاری کا خوف دلاتا ہے ڈبل حصہ لیتا ہے۔

مین۔ یہاں ڈبل حصہ کا اس وقت سوتی ہوتا ہے مجھے کے مقام پر بھی شریک ہوتا۔

جمہدار۔ ہم مجبور ہیں۔ امد کوئی کام بلا اسکے انجام نہیں دیکھتے اسکو ذریعہ سے اعلیٰ درجہ کا بچہ ہمارے ہاتھ آتا ہے۔ جسکی بوہی ہمارے داغ میں نہیں پہنچتی بہت سے ہنگ اسکے ملازم ہیں اور وہ اسکو خوشبو میں اور معقول تھوہ پاتے ہیں۔ یہاں کے خزانہ میں اس پر ہر روز رکھتے ہیں وہ ظاہر میں ہر طرح سے امد دیتا ہے۔ پولیس میں بھی جمہدار ہے دونوں طرف سے اپنا کام بنالیتا ہے۔

مین۔ تو اسکی آمدنی بہت معقول ہے۔

نکالے گی۔

پیر خان۔ خدا مہربان توکل مہربان۔ کہی یہاں مقصد
سلسلہ نہ آئیگا۔

صاحب میں اپنے اقرار کے موافق دوسرے روز شام
کیوقت سبحان خان کے پاس گیا وہ بہت خوش و خرم
ہو گیا تھا۔

علی خان۔ میں نے بیخ پختہ کر لیا ہے۔ تم تیار ہو۔
میں۔ ہر طرح سے مستعد ہوں۔ اور جو حکم ہو اسے بجالاؤ
علی خان۔ میں نے بہت میچو اطلاع دی تھی۔ روپیہ
پورا دو لاکھ ہے۔ میں نے خوب تحقیق کر لیا ہے۔ اور
لطف یہ ہے کہ سب نقد۔ یعنی اشرفی اور روپیہ اور
جو اہرات ہیں اور صرف دس ہزار روپیہ کی ہندو دیاں
ہیں۔ اب پیشتر اسکے کہ میں نکو اور حال بتاؤں پہلے
اپنا معاملہ طے کر لوں۔

میں۔ دفاعی امر کے تعلیم کرنے میں مجھے کوئی عذر
نہیں ہے۔ میں دوسرے کے حق کو اپنے قبضہ میں لانا حرام
سمجھتا ہوں۔

علی خان۔ تم میرے عمن کے تحت بگڑ ہو لہذا میں تم سے
اُس طرح پیش نہ آؤں گا۔ جس طرح اور بگڑوں سے۔ گو
میں اور دن سے ایک ٹلٹ حصہ لوٹ کالے لیتا ہوں
لیکن تم سے صرف ایک پانچواں حصہ جبکہ چالیس ہزار
روپیہ ہوتے ہیں لینا چاہتا ہوں۔ کیا تم اس معاملہ
کو پسند کرو گے۔

جمہدار۔ بیشک۔ ہم اس سے اسی وجہ سے کہینہ
رکھتے ہیں اور کچھ پیش نہیں جاتی اور وہ ہماری ہر طرح
سے حفاظت کرتا ہے۔

میں۔ کہی اس نے دھوکہ تو نہیں دیا۔ اور دغا بازی
تو نہیں کی بخدا مجھے اسکی جانب طینان نہیں ہوتا۔

جمہدار۔ اسکی بہت سی داستانیں ہیں تاہم پیر بہرہ
کے قابل ہے وہ ہمارے سبکے حالات سے واقف ہے
اگر چاہے تو فوراً گرفتار کر آئے۔ ہم سب اسے غلام
اور وہ ہمارا سردار ہے۔ ہم اس سے اور وہ ہم سے فائدہ
اٹھاتا ہے۔ میں اس سے رخصت ہو کر آیا۔ راستہ
میں پیر خان ملا اور سب داستان اس کے سامنے بیان
کی۔ اور کہا کہ یہ لوگ تو غلام ہیں ہم اسکی غلامی کیوں
کریں۔ ان پر ضرور ہے کہ اگر ہم دوبارہ واپسی آئے
تو ہمیں گرفتار کر لیا جائے گا۔ بہاری کیا رائے ہے۔

پیر خان۔ انہی کہی بہرہ دس لکھ چلے۔ یہ بہرہ
کی طرح بیس بدلتے ہیں۔ کہی زمیندار کہی پٹواری
کہی فقیر۔ کہی آئیر۔ کہی غلام و خدمتکار۔ کہی باؤ
اہلکار۔ کہی ظریف خوش تقریر۔ کہی دوسرے خوش تحریر
بجالتے ہیں۔ یہ سب بچہ شیطان میں۔ دیکھئے کیونکر
نیشرتی ہے۔

میں۔ تم جانتے ہو۔ کہ میں خدا پر بہرہ دس لکھتا ہوں۔
یہ لوگ تو قابل اعتبار نہیں ہیں۔ اب تو غلطی ہو چکی۔
لیکن ہماری رکش کر نیوالی ہوائی انکے بچے سے حاف

عین۔ کامیابی کی حالت میں مجھے کوئی عذر نہیں ہے۔ آپ میرے بیان کو سمجھ تصور کیجئے۔ میں جالون پہنچکر بذریعہ ہندوی فوراً روپیہ بھیج دوں گا۔

علی خان۔ بیاد رکھ بیٹے بیاد رہا ہی ہو۔ میں تمہاری بلاجعت گفتگو سے بہت خوش ہوا کہ تم نے بنیون کی طرح سے معاملہ کی باتوں میں تکرار نہیں کی۔ اب ایک مہری اقرار نامہ کہ چالیس ہزار روپیہ جالون پہنچا کر پیسہ دنگا چھ دیو۔ اور مجھے بچ کی مفصل کیفیت معلوم۔ اگرچہ تم میرے دوست کے بیٹے اور میرے عزیز ہو۔ مگر معاملہ کی باتوں میں من حسب ضابطہ کار روائی کروں گا اور مروت سے کام نہ لوں گا۔

صاحب اس قسم کا معاملہ میں نے کبھی نہیں کیا تھا۔ یہ پہلا ہی موقع تھا۔ میں سخت گہرا یا۔ میرے خیالات نے سخت پیچیدگیوں میں ڈال دیا۔ اور مختلف قسم کے خیالات میری طبیعت میں پیدا ہوئے۔ اور میں نے دستاویز کا تحریر کرنا برا خیال کیا۔ اور مجھے سکوت ہوا اور کچھ جواب نہ دیا۔ لیکن میری خاموشی سے علی خان کی پیشانی پر بل پڑ گیا۔ اور اس کو سخت ناگوار گذر۔ خوف کہا اور ہر طرح سے حیر ہو کر میں نے کہا دو ات قلم کا قندنگا ٹیوین تحریر کروں علی خان۔ یہ بہت ہی اچھا ہے۔ کہ تم کہنا ہی جانتے ہو اس قسم میں تیسرے آدمی کی ضرورت نہو گی۔

یہ لکھ دو ات قلم کا قندنگا یا اور جسطرح سے وہ بتانا گیا میں نے تحریر کر دیا۔ اور اپنی مہر لگا دی۔ اسے بہت خوشیاری سے پڑ کر بگڑی کے اندر رکھ لیا۔ علی خان۔ سب معاملہ طے ہو گیا۔ بچ کی صورت یہ ہے یہ خزانہ چندہ رو کر ڈیون کی تحویل میں جانا اور تین اونٹوں پر تمام خزانہ ہے۔ یہ سب لوگ سپاہی بنکر اور ویسی ہی دروی پیسنگر اندور کو جائیں گے۔ کچھ لوگ کل روانہ ہو چکے ہیں۔ باقی لوگ باقی خزانہ لیکر آج جائیں گے۔ اور پونا اور ناسک ہو کر اندور پہنچیں گے۔ میری ہر ایک بات کو صحیح سمجھو۔ اور گورنر ہوش سے سنو۔ میں نے ہر ایک امر تحقیق کر لیا ہے۔ اب میں تم کو ایک پروانہ اور دیتا ہوں جو اردو اور مرہٹی میں لکھا ہوا ہے اور اس پر اعلیٰ اعلیٰ انگریزی لکھی دستخط میں۔ اس میں لکھا ہوا ہے کہ یہ لوگ ہریداس ساہوکار کے مال کے ہمراہ بنارس سے آئے ہیں اب واپس ہوتے ہیں۔ کوئی شخص ان پر شبہ نہ کرے اور نہ کوئی امداد جو ان خاص مال کے ہمراہ آئے تھے۔ وہ غالباً بعد برسات کے جائیں گے۔ ان کے سردار کا نام فتح محمد ہے۔ جو تمہاری صورت و شکل و عمر سے بہت مشابہ ہے۔ لہذا اپنے کو فتح محمد ہی ظاہر کرنا۔ لو خوش ہو جاؤ۔ کیا اچھی ترکیب بتائی ہے۔ اب تم بہت جلد ناسک کو چلے جاؤ۔ چار روز دمان قیام کرو۔ پانچویں دن یہ لوگ تم سے ضرور ملیں گے۔ پھر ناسک سے آگے بڑھ کر

کسیل کر حلقہ کر گئے اور یہ بڑا بد معاش شیطان
کا بچہ چالیس ہزار روپیہ چاہتا ہے اور بغیر ہاتھ پیر
ہائے مل جاویگا۔

عین۔ ہرگز نہیں۔ میں ایک وجہ ہی نہ دوں گا۔
اگر میرے باپ نے مجھے مجبور نہ کیا۔ تو مجھے آگ اور گدھ
کے سوا فی بھنا۔

صاحب دوسرے روز علی الصبح بستی سے روانہ
ہوئے۔ اور کوچ و مقام کرتے ہوئے چلے۔ واقعی
سبحان خان نے پروانہ سین بڑے کام کا دیا تھا۔
جو دیکھتا تھا اس حکم کی تعظیم کرتا تھا۔ اور ہارسی
کا فوراً انتظام ہو جاتا تھا اور بے روک ٹوک ہم
ناسک کی جانب چلے جاتے تھے۔

باب چالیسواں

چوتھے روز ہم ناسک پہنچے۔ اور تھوڑی دیر میں
پیر خان نے بیان کیا علی خان نے سنجی کی مچھوڑ دی
تھی وہ لوگ آگئے ہیں۔

عین۔ کیا نلکو تحقیق ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں۔
پیر خان۔ جو کچھ علی خان نے بتے وہ نشان دیے
تھے۔ وہ سب پائے جاتے ہیں وہی وضع و قطع ہے
اور تین اونٹ بھی ہیں۔ آپ بھی دیکھ لیجئے۔ مجھ
یاد پڑتا ہے کہ میں نے انکے افسر کو پہلے کسی جگہ دیکھا ہے
عین۔ یہاں میں اپنے علم و یقین سے کہتا ہوں

حلقہ کرنا تیار اکام ہے۔ میری ہر ایک بات کو یاد
رکھنا۔ بھول نہ جانا۔ اب اپنے سفر کا سامان درست
کرو۔ بھوانی نلکو کامیاب کریگی۔ البتہ جبکہ یاد رکھنا
اور جلد راجہ ملن ہو سکے آجانا۔ میں اور کام تیار لگا
میں۔ خان صاحب میں بہت جلد حاضر ہونگا آپ کی
ترکیب سب سے نرالی اور قابل تعریف ہے اور آپ کے
چالیس ہزار روپیہ تو دشمنی بند دی ہیں۔ اور ہر وقت
آپ کے قبضہ میں ہیں۔

علی خان۔ میر صاحب اپنے باپ سے میرا بہت بہت
سلام کہنا اور میری سابقہ تقصیرات کو معاف کرانا۔
اور آمادہ کرنا کہ ایک مرتبہ وہ یہی آئیں۔ اور سیر کریں
اور مجھے عزت بخشیں۔

عین۔ آپ کا دوست بڑا۔ بہت کمزور ہو گیا ہے۔
اور اب وہ سفر کے قابل نہیں ہے۔ مان آپ سے
خط و کتابت جاری رہو گی۔

علی خان۔ میں اسکو بھی بہت غنیمت سمجھوں گا۔
خانا میری ان گستاخوں کو جن سے میں شرمندہ ہوں
بھول گیا ہو گا۔ ورنہ آپ اب جا کر معاف کرا دیں گے۔
میں اس رخصت ہو کر اپنے قیام گاہ پر آیا۔ اور
پیر خان سے سب ماجرا بیان کیا اور یہ بھی کہا کہ میں
اس بارہ میں اپنے باپ سے مشورہ لوں گا۔ اور اس کے
حکم کی تعمیل کروں گا۔

پیر خان۔ خطرے میں ہم پڑ گئے۔ اپنی جان پر

تم کو دیکھ کر کہیں نہ سکتے۔ ہمارے بیان موجود
 ہو گا حال تو انہیں معلوم نہیں ہے۔ میں برا بھلا
 وادے طریقہ کہ کام میں لانا چاہتا ہوں۔ سب کو
 تیاری کا حکم دے دوں گا کہ جس کو کس کا کچھ کاروبار
 دور و اندھ سے (خبر دے گا) سے یہ بڑے گھمبیر
 داخل ہونگے۔ اور اسی جگہ سے کچھ نہیں گئے۔
 جہاں انہوں نے قیام کیا ہے۔
 صاحب تھوڑے عرصہ میں میں آئے گا اس جگہ
 ہم عام بات ہے کہ مسافروں میں بہت بلوغت
 اقلیت ہو جاتی ہے۔ میں نے انکے برابر کی دکان
 اپنے قیام کیوں اپنے بند کی۔ اور بہت جلد ان کی
 بعد اسے جیسا نام نہاں اس تھا صاحب سلامت
 اور دو کیفیت ہو کر لی۔ یہ آدمی طول انعامت
 اور قیامت میں بڑی بڑی سنگین اور ناکامی
 کے چہرے پر بہت سوز و غم ہیں۔ اس کی لہنی
 سرچسپ ہے جو وہی نہیں لگتی تھی نہایت غریب
 معلوم ہوتے تھے اسکی صورت پر غم و غاری خود
 بخود عیاں تھی۔ کہ وہ غریب سے خوب وقفہ سلام
 ہوتا تھا۔ مجھے خیال تھا کہ اس کا یہ شخص نہ کہ باپ
 یا مادر وقت طلب امر ہے لیکن وہ لا لکھ رہا ہے
 سر پائے مجھ خوف نہ ہونے دیا۔ اور کسی قسم کا
 میری طبیعت میں پیدا نہیں ہوا۔ لگ جاتے تھے
 کہ تم ہی اس روپ کا محافظ ہوتا تو یہی میں اپنے

ارادے سے میں ہا ہوتا۔ کہا نا کہ ایک بعد میں خوش
 پر ٹیپا ہوا اور پھر پڑا تھا۔ کہ نہ اندھا سیرے پاس
 آئیہا اور میں نے ہڈا کی خبریں پوچھی ہیں۔
 نہ اندھا سیرے۔ کاش اگر باجہ راؤ بڑا دل نہ ہوتا
 تو میں دولت اس نے کبھی لی ہو جاتا ہے پھر کھڑا
 بنالیا اور لگے لگے کچھ بڑی بہاری شکست دیتا۔
 عقین۔ کیا تھا اور یہ خیال یہ کہ وہ فرنگیوں کو
 شکست دے دے گا۔
 نہ اندھا سیرے۔ مجھے تحقیق حال نہیں معلوم لیکن
 اگر یہ جیسا کہ میں نے یہ دو تھے اسوقت تک
 بہت درست تھا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ انکے پاس
 ایک لکھ کے نوادہ زمین نہیں تھا۔ اور اب تو
 انہوں نے خوب باقیہ پر پھیلانے۔ یہاں تک سلطنت
 سرحد کو لے لیا۔ اور قبضہ کر لیا۔
 عقین۔ ہا جہ راؤ یہی تو محمد فوج اور منتخب کرتا ہے
 وہ ضرور مقابلہ کرے گا۔ یہاں تک ہے۔ یہاں تک
 بڑے بڑے فوج کا سردار موجود ہیں۔
 نہ اندھا سیرے۔ وہ کبھی اگر نہی فوج کے مقابلہ میں
 نہ لگے۔ یہاں تک پہنچا۔ وہ بڑا ہی کھیند اور ہڈا
 ہے۔ اور کچھ قوت نہیں رکھتا ہے۔
 عقین۔ خیر صاحب ہاری طرف سے کچھ ہو۔ میں نے
 تو فوج میں بہت ہی ہو چکی قسم کھائی ہے۔ اور خود ہو گیا
 ہے۔ کہ ساہوکاروں کی کوکری چنی ہے یہاں تک

ایچی آیا تھا۔ اور اب پہر بنارس روپیہ لیکر واپس جاتا ہوں۔ اس کام میں بے فکری سے روزی ملتی ہے۔ نرائینداس۔ یہ تو بہت اچھا ہے کہ آپ بنارس جاتے ہیں تمہارے ہمراہ آدمی کافی تعداد سے موجود ہیں یہ بہت بہتر ہے۔ ورنہ یہ راستہ نہایت خوفناک ہے میں تو ہمیشہ خوش قسمت رہا اور میں نے کبھی دھوکہ نہیں کھایا البتہ میرا بھائی برہمان پورا اور اندور کے درمیان چھ دن کے فاصلے سے مارا گیا۔ اور کچھ حال اسکا معلوم نہیں ہوا۔

عین۔ مجھے کمال تعجب ہے میں نے کبھی جو روں کو سڑک پر نہیں دیکھا اگرچہ میرا قافلہ ہمیشہ لوٹنے کے قابل ہوتا ہے۔ لیکن میں انتظام معقول کھتا ہوں اور اب بھی انگریزوں کی محافظت میں ہوں۔ اور مجھے مطلق خوف نہیں ہے وہ بہت جلد کل ملک قبضہ کر لیں گے۔ اور دوسرے سال میں بالکل راستہ صاف ہو جائیگا۔

نرائینداس۔ تمہاری باتوں سے مجھے تعجب ہوتا ہے۔ کیا تم مجھ سے ہنسی کرتے ہو۔

عین۔ ہرگز نہیں۔ میرے بیان کو مجھ سمجھو۔ میرے پاس کاغذات موجود ہیں۔ لیکن میں انکو دکھانا نہیں چاہتا۔

نرائینداس۔ مجھے آپ کو خوف کرنا لازم نہیں ہے۔ جس طرح آپ ساہوکار کے ملازم میں میں بھی ایک ساہوکار کا روکڑی ہوں۔

نرائینداس۔ اس کام میں بے فکری سے روزی ملتی ہے۔ یہ تو بہت اچھا ہے کہ آپ بنارس جاتے ہیں تمہارے ہمراہ آدمی کافی تعداد سے موجود ہیں یہ بہت بہتر ہے۔ ورنہ یہ راستہ نہایت خوفناک ہے میں تو ہمیشہ خوش قسمت رہا اور میں نے کبھی دھوکہ نہیں کھایا البتہ میرا بھائی برہمان پورا اور اندور کے درمیان چھ دن کے فاصلے سے مارا گیا۔ اور کچھ حال اسکا معلوم نہیں ہوا۔

عین۔ مجھے کمال تعجب ہے میں نے کبھی جو روں کو سڑک پر نہیں دیکھا اگرچہ میرا قافلہ ہمیشہ لوٹنے کے قابل ہوتا ہے۔ لیکن میں انتظام معقول کھتا ہوں اور اب بھی انگریزوں کی محافظت میں ہوں۔ اور مجھے مطلق خوف نہیں ہے وہ بہت جلد کل ملک قبضہ کر لیں گے۔ اور دوسرے سال میں بالکل راستہ صاف ہو جائیگا۔

نرائینداس۔ انگریزوں کی محافظت کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا تم تو کہتے ہو کہ میں ایک ساہوکار کا ملازم ہوں۔

عین۔ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ صحیح ہے۔ لیکن میرے دوست علی خان نے مجھے ایک پروانہ اہلا دیا ہے۔ جو سرکاری ملازم دیکھتا ہے اسکی عزت کرنا ہے۔ یہ لکھنؤ میں نے وہ پروانہ جو نہایت

چیتو ایک بہادر اور نامی شخص ہوا ہے اسکی ہر اہی میں مختلف ملکوں کی سیر کی ہوگی۔ میں نے سنا ہے کہ وہ مدراس پہنچ گیا تھا۔ اور انگریزوں کے ملک کو ویران کر دیا تم ہی ضرور اُن لڑائیوں میں شریک ہوئے ہو گے۔

میں۔ جہاں صاحب آپکی یہ خوشی ہے کہ میں اپنی خود تعریف اپنی زبان سے کروں خیر ایک دم معرکہ کی کیفیت آپ کے سامنے بیان کروں گا شاید آپکو کچھ حظ حاصل ہو

نرائنداس۔ شرم کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہمارے ملک کے بہت سے بڑے بڑے آدمی چین کی شرکت کو فرض خیال کرتے تھے اور نیاڑ میں مجمع کثیر جمع ہوا تھا اور بڑی بہاری فوج تھی۔

میں۔ کیا تم ہی اسوقت وہاں موجود تھے۔
نرائنداس۔ میں اندور و اجین کے ساہوکاروں کا خزانہ لیکر نیاڑ گیا تھا۔ اس سبب سے وہاں موجود تھا۔ پر میر جانتا ہے کہ فوج کی تیاری اور لڑائی کی عظمت و شوکت دیکھ کر میری طبیعت میں بھی شرکت کا جوش پیدا ہوا۔ کاش اگر مجھے گھوڑا مل جاتا۔ تو ضرور شریک ہو جاتا میں نے لوگوں کی زبانی سنا۔ ہر ایک شخص نے اپنا زین روپیہ۔ اشرفیوں۔ موتی جواہرات سے پہر لیا تھا۔

میں۔ واقعی پہلے معرکہ میں ہم لوگ خوش قسمت

رہے۔ اگر تم دوسرے حملہ کے شروع ہونے سے پیشتر نیاڑ آتے تو میرا ذکر سنتے۔ اول جلد میں تو میں سواریوں میں تھا۔ لیکن تلوار کے فن میں گوئی میری ہمسری نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے چیتو کی عنایتیں روز مجھ پر زیادہ ہوتی جاتی تھیں۔ اور میں ایک اعلیٰ درجہ کا سردار تھا۔

نرائنداس۔ امیر علی جو غفور خان سے دوسرے درجہ پر تھا۔ میں نے اکثر اسکا نام سنا ہے۔ کیا تم وہ ہی سید امیر علی ہو۔

میں۔ درحقیقت میں وہ ہی ہوں۔ مگر افسوس وہ دلوں وہ جوش وہ دخت نہیں رہی وہ دل نہیں رہا وہ طبیعت نہیں رہی چیتو شیر کا شکار رہا۔ غفور خان کا پتہ نہیں لگا۔

سید بہیکو خدا معلوم کہاں ہے۔ شیخ ڈلا بڑا بیچارہ اور ایلمچ پور کی گھائیٹوں میں مارا مارا پھرتا ہے۔ میرا حال ہر شخص نہیں جانتا ہے۔ اور اب میں ساہوکار کی نوکری میں اپنا زمانہ امن و چین کے ساتھ گزارتا ہوں۔ اور اب نہ کوئی مجھکو شناخت کر سکتا ہے میں نے دوسرے حملہ میں بہت سال بچ کر لیا تھا اور بہت جلد جانوں چلا گیا اگر اور لوگ میرے طریقہ پر عمل کرتے تو مصیبت نہ اُٹھاتے۔

نرائنداس۔ چیتو کی حالت قابل افسوس ہے میں نے سنا تھا کہ انگریزوں نے اسکو جاگیر دی تھی

کیا یہ سچ ہے۔

مین - مین نے ہی ایسا ہی سنا ہے۔ لیکن وہ
موقوف تھا اور اس نے اس جاگیر کو قبول نہیں
کیا۔ اور وہ اپنی ترکیبوں میں رہتا تھا اور ہکا
ارادہ تھا کہ فرنگیوں کو نکال دے۔ اسکا خیال تھا۔
کہ مرہٹے پُر زور ہیں اور مجھے اندویش ہے۔ جبکہ
فرنگیوں نے اول مرتبہ اگر دیون پر خراج دیا تو
جیتو پندرہ ہزار فوج جمع کر انکے شال ہو گیا تھا۔
اندک اندک انھیں بگایا۔ یہ ارادہ اس وقت ضرور
تھا کہ اگر جیتو کا میاب ہو جاوے۔ تو مین ضرور
اسکے شال ہو جاؤں گا۔ لیکن وہ کامیاب نہوا۔
جو خدا کو منظور تھا وہ ظہور میں آیا۔ اندک چھوٹا
تم دیکھتے ہو مین دیا ہی رہا۔

شالینداس - مجھے بہت سے وہ حالات معلوم
ہوئے جو مین نے نہیں سنے تھے۔ کاش اگر پشو
اور راجہ ناگپور جیتو کی طرح اپنا کام انجام دیتے۔ تو
شاید فتحیاب ہوتے۔ مگر یہ خیال فضول ہے۔ ہکو
آج اپنی گورنمنٹ کی بیوقوفی کی دعا مانگنی چاہو۔
برائے خدا میر صاحب اب جیسے جہاں ہونا۔ مین
مندانہ لیکر اندر جاتا ہوں اور میرے سفر کا بہت
بڑا حصہ آپ کی ہر اسی مین طے ہو جاوے گا۔ اور مین
امید کرتا ہوں کہ اپنے اس ارادے میں آپ کی
عنایتوں سے محروم نہیں رہوں گا۔ اب مین نندا

گجرات کی جانب جانا نہیں چاہتا۔ اس راستہ
میں ہیل فٹے مین اور سخت تکلیف ساز فوجوں کو
پہنچانے مین اور قتل کر داتے ہیں۔ دوسری طرف
پشوپتے ہنگوں کا خوف ہے۔ وہ مار دھاڑ کرتے
پہرتے ہیں۔ انکی ہر اسی مین کسی قسم کا خوف نہیں
مین - ہکو فوج ایک قسم کی الفت پیدا ہو گئی ہے
ہکو کوئی فوج نہیں ہے۔ اگرچہ میرے ہر اہل و عیال
ہزار روپیہ ہے۔ جو شخص اسکے واسطے آئیگا بہت
پیشانی اٹھائیگا۔

شالینداس - میرے پاس اس سے ہی کم ہے۔
صرف اس قدر کہ راستہ کے خرچ کو کافی ہو۔ نہ مین
جنگ کرنا چاہتا ہوں اور نہ تہاڑی طرح سوار ہوں
اندک خطرہ کے وقت پہاگ ہی نہیں سکتا۔

صاحب اسکا یہ بیان بالکل غلط تھا اور مجھے
دہوکہ دینا چاہتا تھا لیکن مین کب دہوکہ کھاتا ہوں
آؤ مین پر خزانہ بہت اچھی طرح سے لدا ہوا معلوم
ہوتا تھا۔ تھوڑے عرصہ بعد ہم علیحدہ ہو گئے اور
پیرخان سے تہائی مین کل حالات بیان کئے
پیرخان - (بندہ پیشانی) خوب آپ نے اسکو
دہوکہ دیا۔ لیکن مجھے آپکا تہا مقابلہ کرنا پر خوف
معلوم ہوتا ہے۔ ذرا اپنی اور اسکی قوت کا مقابلہ کرلو
مین - وہ ظاہر مین قوی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن
بڑا ہی بہت بہت ہے۔ یہ اسی روکریہ کا باجی

جسکو مجھے بڑا منہ پر کے علاقہ میں مارا تھا۔ تم جتنا خوف کرتے ہو وہی گردن وہی رومال کیا کبھی پیر رومال نے خطا کی ہے۔ میں کبھی اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دے گا۔ اور دوسرے امداد کو وہاں بھیجے۔ پیر خان۔ اچھا تو میری تدبیر پر عمل کیجیے۔ راستہ میں ہر طرح سے اطمینان دیتے رہئے۔ جب ہم اندور کے قریب پہنچ جاوین اس وقت اسپر جلد کیجئے۔ وہاں سے ہمارا گھر بھی قریب ہو گا۔ اور ہم بہت جلد اپنے گھر پہنچ جاوین گے۔ اور کسی قسم کا خطرہ نہ ہے گا۔

میں۔ خیر تہا ری خوشی۔ ورنہ میرا قصد تہا کہ بڑا منہ پر کے قریب اسکا کام تمام کروں پھر بہاڑیوں کا راستہ اختیار کریں۔ تو کوئی شخص ہمارا تعاقب نہیں کر سکتا۔

پیر خان۔ میں یہ بات آپ کی تسلیم نہیں کرتا۔ اس راستہ میں شیخ ڈلا ضرور ملیگا۔ اور ہکولوٹ لینگا۔ اور شاید اسی طرح سے پیش آئے۔ جس طرح جیتو ہمارے ہمراہیوں سے پیش آیا تھا۔

میں۔ (خفزدہ ہو کر) خدا یہ صورت نہ کھلائے میں تہا ری۔ رائے سے اتفاق کرنا ہون ہم نہ نایاں کو چیلے و حملے بتاتے ہوئے اندور یہ جاوین گے۔ اور موقع مناسب پر اپنا کام کریں گے۔

صاحب اب میں روزمرہ کا حال آپ کے سامنے بیان نہ کروں گا۔ کیونکہ اس میں سوائے بیوقوف کہنا نہ کہانے اور تلکان سفرد و ڈھوپ وغیرہ کے کچھ نہیں ہے۔ اور نہ کوئی معرکہ راستہ میں ایسا پیش آیا جو قابل بیان ہو۔ ہم ہمیشہ اپنا قیام آبادی سے باہر رکھتے تھے اور یہ لوگ اندر رہتے تھے اور میرے ہمراہی کبھی اپنے کام میں غافل نہیں رہتے تھے۔ امداد ہر طرح سے رو کر دیں کو اطمینان دلاتے تھے۔ یہاں تک ربط ضبط بڑا کہ نہ نایاں اس کو مجھ پر پورا پورہ دوسہ ہو گیا۔ اور ہر وقت میرے ہمراہ رہنے لگا۔ میرے پچھلے معرکہ کی داستانیں سنتا۔ اور بہت خوش ہوتا۔ میرے ہمراہیوں میں سے کوئی ستار کوئی ڈھولک بجانا۔ کوئی گانا۔ غرض کہ ایک پورا اتحاد قائم ہو گیا تھا نہ نایاں اس اور اسکو ہمراہی سکا نہ تھے بلکہ سیدھے سامنے تھے۔ اس لئے ہماری ہر ایک بات کو میچ و درست سمجھتے تھے اب انکا آخر وقت قریب آگیا تھا۔ اور اندور صرف پانچ منزل رہ گیا تھا۔ اور اب وہ بیس کوس روز چلتے تھے اور میرے ہمراہی ایسی بڑی منزل آسانی سوتے نہیں کر سکتے تھے اور وہ تھک جاتے تھے اسلئے میں نے توقف کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ اور میں نے پیر خان سے کہا۔ یہاں کل رات کو ہم ضرور حملہ کریں گے۔ اور بہوانی کی کرپا سے کامیاب

ہوئے۔ اب وہ وقت بہت قریب آگیا اور ہم سب حسب معمول ایک بڑے درخت کو چنچے بیٹھے ہوئے تھے۔ کوئی گانا گاتا تھا۔ کوئی باجا بجاتا تھا۔ کوئی داستان دلچسپ کہتا تھا ہماری موجودہ حالت پر کوئی شخص یہی یہہ خیال نہیں کر سکتا تھا کہ تھوڑی دیر میں قتل کا ہنگامہ ہوگا ہر شخص خوش و خرم نظر آتا تھا۔ ہم اپنی کامیابی کے یقین پر خوش تھے اور روکریہ اس خیال سے کہ خون و خطر کا مقام ہمارا ہا۔ اور ہم بہت اچھا روپیہ لیکر منزل مقصود پر پہنچ جاوین گے۔ فوت برج والہ کو سون دور تھا۔

نرا نیند اس۔ میرے شفیق میر صاحب باچند نکل آیا ہے جو وقت سانحہ دے درختوں کی بلندی پر آ جا بیٹھا۔ ہم آپ سے رخصت ہو جائینگے تھے آپ کی ہمراہی میں بہت آرام پایا۔ اور اپنے اپنی غایت و کرم سے ہمیں شکایت کا موقع نہیں دیا ہر چیز اسی طرح سا فوڈ کو سفر میں آپ کا سا ساتھ ملا کرے میں آپکا کمال ممنون و مشکور ہوں اور ایک نیا ڈھنگ آپ سے سیکھا۔ آئندہ کبھی آبادی میں قیام نہ کریں گے۔ اور آبادی سے باہر جنگل میں مقیم ہونگے۔ آج شب بہر چاندنی جو جوق تک آپ خواب غفلت سے بیدار ہوئے ہم میں بچپن کو س راستے کر لیں گے۔

صاحب اس وقت سب لوگ متفرق ہو گئے لیکن میرے ہمراہی ہنگ گہات میں لگے ہوئے تھے۔ ایک ایک روکریہ کو چار چار بنگون نے سنبھال لیا۔ الا محبت و الفت اس قسم کی ہو گئی تھی۔ کہ کوئی شبہ کسی قسم کا نہیں ہو سکتا تھا۔ جو وقت چاند بلندی پر آگیا۔ اور اسکی خنک بیز چاندنی اس میدان میں بہت بیماری معلوم ہوئی تھی تمام روکریہ بیدار ہو کر چلنے کو تیار ہوئے۔ اور ہم سے رخصت کے طالب ہوئے۔

میں۔ بہائی نرائند اس اسطرح سے رخصت ہونا میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں بغیر بغلگیر کے کبھی اجازت نہ دے گا۔

صاحب میری ان باتوں پر نرائند اس میرے پاس آیا۔ اور بہت محبت سے مجھے بغلگیر مبرا۔ میں نے کہا یہاں میرخان پان لاؤ یہی جہر فی تھی نرائند اس کے منہ سے صرف یہہ کلمہ نکلا تھا۔ کہ نہیں میر صاحب۔ میرے رومال نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اور وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر گیا اور دم نکل گیا۔ اسی طرح میرے ہمراہیوں نے اپنی اپنی آسٹھی کو سنبھال لیا۔

یقین۔ پیارے لوگ بانیوں اب اپنا کام بہت جلد ہر شمار سے انجام دو۔ چاند کی روشنی تین پورے طور سے امداد دیجی۔ ہکو جلدی

جب اس قدر روپیہ دیکھا تو بہت خوش ہوا۔ کبھی پیار کرتا۔ کبھی حد قہ ہوتا تھا۔ میری خوش نصیبی پر خدا کا شکر کرتا تھا۔ گنیش جعدار جو اس وقت ہمراہ تھا اس سے فخر یہ کہتا تھا کہ دیکھ اس طرح معرکہ پر جاتے ہیں اور یوں کامیاب ہوتے ہیں کیا کوئی میرے تحت جگر کی ہسری کر سکتا ہے ہرگز نہیں۔

صاحب یہ تو آپکو معلوم ہو چکا کہ میری اور گنیش کی ہمیشہ لاگ ڈانٹ رہتی ہے اب جب جھکو اس طرح کامیاب دیکھا تو آتش حسد سے جلنے لگا۔ کاش اگر اسکے اقتدار میں ہوتا تو راجہ سے ضرور اس امر کی اطلاع کرتا۔ چونکہ راجہ غلط کسی ٹہگ کو حاصل نہیں ہوئی تھی اسلئے ٹہگ نے جھکو چور مانک اور کرک بنواریکا خطاب دیا۔ جو بھوائی کے خاص غلام تھے جنگی لوگ۔ استاتین بیان کرتے ہیں اور انکی تعریف میں گیت گاتے ہیں میرے واسطے یہ کافی تھا۔ کیونکہ اب ہندوستان کے تمام میرے ماتحتی کی آرزو کرتے تھے۔ میں اس واقعہ کا حال جو بہادر گڑھ کے مقام پر پیش آیا آپ کے سامنے بیان کرنا بھول گیا ہم قصبہ کے باہر تھے تھے اور میں نے ایک مجمع کو شام کی وقت اپنی طرف آتے دیکھا اور میں نے پیر خان سے کہا

کرنی چاہئے تاکہ خطرہ سے محفوظ رہیں لوگلی اپنا کام پہلے ہی تیار کر چکے تھے۔ نغٹوں کو ٹھکانا کر فوراً قبروں میں دبا دیا گیا۔ اور ہر ایک کی کمر سے روپیہ کی تولیاں برآمد ہوئیں۔ جسکا شمار کرنا مجھے اس وقت مناسب خیال نہیں کیا اور بہت جلد چل دیئے۔ دوسرے گاؤں میں آکر چند لمحہ گڑھ خریدنے کیواسطے ٹہیرے اور آفتاب نکلنے سے پہلے میں کوئس دور پہنچ گئے۔ وہاں دن بہر قیام کیا اور شام کی وقت پہر روانہ ہوئے۔ اور اندور کو دائیں جانب پندرہ کوس کے فاصلہ پر چھوڑ کر دیا پور کی طرف چلے۔ اور اوامین کو پہی دھن طرف چھوڑا اور بہادر گڑھ اور آدر چاہوتے ہوئے ہم جاؤں پہنچ گئے۔ چونکہ موسم گرمی کا تھا دھوپ کی تپش اور باد تند کے جھوکے اور آفتاب کی تیز تیز کرنیں ہمارے سفر کے مانع تھی لہذا ہمارے سفر کرتے تھے۔ راستہ میں ہلکے کے علاقہ میں ہم پر شبہ کیا گیا۔ لیکن میں نے اپنے کو فتح محمد ظاہر کیا اور وہ پاس جو سجان خان نے دیا تھا اس وقت کام آیا۔ پچاس روپیہ ہمارے صرف ہوئے اور پاس تبدیل ہو گیا۔ اور پھر راستہ میں کوئی شخص کسی قسم کا مزہ نہ دیا۔ اور میں صاف تھک آیا۔ اس وقت میری خوشی کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ میں جعدہ نازک روں وہ بجلے۔ میرے باپ محمد سہیل نے

میں لوگ جو سچے آتے ہیں مجھے ہنگ معلوم ہوتے ہیں۔ انہی کیفیت کو دریافت کرو۔

سیر خان۔ میں جانا ہوں اور سب حل تحقیق کر کر آتا ہوں۔

میں۔ اگر یہ لوگ ہنگ ہوں۔ اور تم جانتے ہو ان کے سردار کو اپنے ہمراہ لیتے آنا۔ لیکن روٹ اور اپنی کاسیابی کی نسبت کوئی ذکر نہ کرنا۔

سیر خان۔ میں ایسا نادان نہیں ہوں۔ آپ اطمینان رکھئے میں انہی خبر لیکر آتا ہوں۔

صاحب پیر خان گیا۔ اور تھوڑے عرصہ میں ان کے سردار کو اپنے ہمراہ لیکر واپس آیا۔ میں عمداً اپنے پیچہ میں بیٹھا رہا۔ کہ اگر وہ کوئی شخص جہنی ہو تو جھک کر پہچانے بلکہ اپنے تہ پر خاص اسی غرض سے مدد مل جائے لیکن وہ آدمی پیر خان کے ہمراہ میرے پاس آیا اور مجھے سلام کیا۔

میں۔ (جواب سلام دیکر) آئیے بیٹھے۔ اور اپنے نام نامی سے آگاہ فرمائیے۔

آدمی (آہستگی سے بیٹھ کر حکمی صورت پر نکاح معلوم ہوتا تھا) میرا نام ایک عالم میں مشہور ہے۔ جو شخص سنتا ہے خوف کرتا ہے اور مجھے لال خان یا لالو کہتے ہیں۔

میں۔ میں نے کبھی یہ نام نہیں سنا ہے۔ یہ تو بتلائیے کہ آپ کا کیا شغل ہے۔

لال خان۔ ہم لوگ آزاد ہیں۔ جو کچھ زور و قوت سے ملتا ہے وہ حاصل کر لیتے ہیں اور یہی ہمارا شغل ہے۔

میں۔ کیا آپ پنداری ہیں۔

لال خان۔ پنداری نہیں بلکہ ہم لوگ ان کے ہیں۔ (منکرانہ دلیہ پت مہت بدتر سے بدتر) یہاں تک وہ دلی والا خیال کرتا ہوں۔

لال خان۔ ہاں تمہارا خیال مجھے ہم تک جانتا ہے تمہارے قیام گاہ کو دیکھ کر فوراً پہچان لیا کہ تم

ہنگ ہو۔ گو تمہارے طریقے ہم سے خلاف ہیں لیکن کچھ خوف نہ کرو۔ ہم تم بہائی بہائی ہیں۔ اور بہائی بہائی کہیں تپسین نل انداز نہیں ہوتے۔

میں۔ جو کچھ آپ مجھے وہ عجم دورست ہے۔ اگر کسی کام میں میں آپ کو امداد دیکھتا ہوں تو فرمائیے۔

لال خان۔ میں کوئی امداد آپ سے نہیں چاہتا صرف شب بھر تمہارے پاس آرام کرنا چاہتا ہوں اگر آئندہ سفر میں ہمارا تمہارا ساتھ رہا۔ تو ہم تمہارے ہمراہ سفر کریں گے۔

میں۔ بہت بہتر چاند نکلنے تک آرام فرمائیے اور کہا نا کہائے ہم پیر شال کی جانب یہاں سے روانہ ہو جاؤ گے۔

لال خان۔ یہ مجبوری ہے۔ غیر اس وقت تک

ہم بیان قیام کرینگے۔ اور پھر اس جگہ پورا قبضہ کر لینگے۔ ہم تمہارے خلاف حیدر آباد کو قائم نہیں جو ننگہ ڈاکو اس موسم میں باہر نہیں نکلتے ہیں۔ اسلئے تمام شرکین بے خوف خطر ہمارے قبضہ میں ہیں اور ہم ہر کوئی شبہ کسی قسم کا نہیں ہو سکتا۔ برسات بعد دسہرہ کے قریب لکھنؤ کی شرک سوار ہیں آئیں گے۔ اور اب ہم بہر حال ناگپور کو دیکھتے ہوئے جاتے ہیں۔

میں۔ اب تک تمہاری قیمت کیسی رہی اور بیچ محمدہ رہا یا نہیں۔

لال خان۔ اوسط درجہ کا بیچ رہا۔ نہ بڑی رہا اور نہ اچھا۔ اگرچہ چند اشخاص ہمارے شکار ہی نہ لیکن اس قابل نہیں ہیں کہ فخر سے بیان کئے جائیں۔

میں۔ تم نے اچھا راستہ اختیار کیا ہے بڑے پانور سے جو شرک حیدر آباد کو جاتی ہے وہ بالکل بے خوف و خطر ہے پھر سکندر جاہ کے ملک میں پہنچ جاؤ گے۔ وہاں کوئی باز پرس ہی نہیں ہے میں تمہاری خوش قسمتی اور کامیابی کی دعا کرتا ہوں۔ اب آپ کہاں لکھائے اور آرام فرمائیے شب کے دو بجے لال خان بستر خواب سے بیدار ہو کر میرے پاس رخصت ہوئی غرض سے آیا۔ میں۔ بہائی صاحب مجھے حاف نوایا گیا میرے

چہرے پر دم ہے۔ میرے دانتوں میں درد ہے جس سے مجھے تکلیف ہے اور اسی وجہ سے دوا باندھ رہا ہے۔

لال خان۔ کاش اگر تم وہاں نہ جاتے ہوئے۔ اور میری طرح سے بیچ کو چلتے تو کیا اچھا ہوتا۔ اور کس خوبصورتی سے ہم اپنا کام انجام دیتے۔ آپ کو معلوم ہے کہ ڈاکو سخت کام کو بہت محنت سے کرتی ہیں۔

میں۔ (اپنی آواز کو بدل کر) بہائی مجبوری ہے آئندہ دیدہ خواہ شد۔

صاحب آواز کا بدلنا ایک مشکل کام ہے اور میں نے اس وجہ سے کیا کہ آئندہ کسی موقع پر بجاؤ ناخت نہ کر سکے۔ اور اس سے میرا اور بھی مقصد تھا جکا ذکر میں آئینا آپ سے کرونگا۔ گھر پہنچ کر میں نے اپنے باپ سے اس لالو کی ملاقات کا حال بیان کیا۔ اور میں نے دریافت کیا کہ ان لوگوں سے ملنے میں کوئی تباہی تو نہیں ہے گو یہ بیاد و دلیر ہیں لیکن بے پروا دے عقل ہیں۔ ہمارے دام میں بہت جلد پھنس سکے ہیں محمد اسماعیل (میرا باپ) میرے پیارے بیٹے وہ ایسے بے وقوف نہیں ہیں جیسا تم خیال کرتے ہو۔ میں انکے حالات سے بخوبی واقف ہوں اور بہت ڈاکو میرے شکار ہیں مجھے میں

یہ لوگ بڑے سکھ و غا ہاڑہ مہوئے میں پیہ لوگ
کئی مرتبہ ہنگون کو دھوکہ دیکھے ہیں۔ میں تمہاری
تجویر و ترکیب میں کوئی نقص نہیں دیکھتا اس لئے
میں دخل دینا نہیں چاہتا۔

گنیش۔ (جو اس وقت وہاں موجود تھا) میری
خواہش ہے۔ کہ اس مرتبہ اپنے تحت جگر کو میرے
بہراہ بیجہ۔ میں انکے ہاتھ کی صفائی دیکھنا
چاہتا ہوں۔ میں نے بہت کچھ تعریف و توصیف
سنی ہے۔ لہذا یہی ارادہ ہے کہ مجھے جیسا
بدقسمت بوڑھا ہنگ بھی انے کچھ حاصل کرے۔

مین۔ ضرور تمہارے بہراہ چلوں گا۔ اور تم مجھے
کیا حاصل کرو گے۔ میں تمہارے سامنے ایکنہ تجربہ
کار تچہ ہوں۔ اور میں نے جو کچھ حاصل کیا ہے۔ وہ
آپ ہی لوگوں سے سیکھا ہے میرا علم بہت کم ہے
جسکا میں نے کبھی فو نہیں کیا۔ ہاں میں خوش قسمت
رہا ہوں۔ زبان شیریں اور طرز گفتگو اس پیشہ
کے اعلیٰ رکن میں۔ اور یہی ہمیشہ کام آتے ہیں۔

گنیش۔ میرا صاحب آپ میں وہ نون صفتیں
موجود ہیں میں خیال کرتا ہوں کہ تمہارے بہراہی
اپنے آخری وقت تک بھی تمہارا ساتھ ترک نہ کرے گا۔
مین۔ میرے بہراہ میں بہراہی کبھی مجھے جدا نہ ہو گا۔
میں آنکے ساتھ ہر بانی سے پیش آتا ہوں۔ اور
خوب انعام دیتا ہوں۔

صاحب میری اس گفتگو نے گنیش کے دل پر نشتر
کا کام کیا۔ کیونکہ وہ ایک شریر نفس اور بد مزاج
آدمی تھا اور اس کے بہراہی ہنگ اس سے ناراض ہو
تے لہذا بہت ہی چین برچسین ہوا۔ اور ہاری کو
کو دیکھ کر آتش حسد سے جل رہا تھا۔ اب تو بہت ہی
برا فرد ختم ہوا اور گزبان سے نکالنا چاہتا تھا۔ کہ
میرے باپ نے اس کو روک لیا۔ کہ صاحب زادے
کی باتوں پر خیال نہ کر اس کو محض و دانش سو حصہ
نہیں ملا۔ اپنی کامیابی پر سرخو رہے۔ جو پیدا کنندہ
کو بھی ناپسند ہے۔

گنیش۔ نہیں صاحب مجھے اسکی خبر نہ گفتگو
کا خیال نہیں ہے۔ لیکن اسکا نتیجہ اچا نہیں ہوتا
کبھی مال کا بھی زمانہ آیکا اور میں تمہارا دیکھوں گا۔
صاحب میں جواب دینا چاہتا تھا لیکن میرے باپ کے
اشارہ سے منع کیا کاش اگر میں اکیلا ہوتا۔ تو گنیش
کو سخت جواب دیتا آپ غور کیجئے یہ کچھ بھی بات نہ
تھی۔ لیکن اس ذرا سی بات پر نئے معرکہ کا ارادہ
ہو گیا۔ اور ہم سب نے دعا مانگی۔ کہ اس میں کسی نے
آخری معرکہ سے زیادہ مفاد ہو۔ میں اب آپ کے
سامنے اقرار کرتا ہوں کہ میں خوشگو نو کو نہیں
ماتا تھا۔ اور پچھلے مرتبہ ہنگونی سے جو وہ اپنی
ہوئی تھی اس پر قبضہ لگا تا تھا۔ لیکن شگون کے
حور ہونے اور کامیابی نے میرے اعتقاد کو پختہ

کر دیا۔ واقعی عجب بہت اچھا ہے۔ اور بڑی مشکل سے حاصل ہو رہا ہے۔ اور ناتجربہ کاری کی حالت میں جو کام خلافت مزاج ہوتا ہے۔ تلخ معلوم ہوتا ہے۔ مصنف۔ امیر علی تم نے علی خان یا سبحان خان کا کچھ مال بیان نہیں کیا۔ کہ یہ کون شخص تھا۔ اور تم نے حسب عہد روپیہ بھیجا یا نہیں۔

میں۔ نہیں صاحب ایک کوڑی نہیں دی سکا۔ مفصل حال آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں میں نے اپنے باپ کے سامنے کل کیفیت سبحان خان کی بیان کر اسکا حال دریافت کیا میرے باپ کے تمام باقیں سبحان خان کی یاد آگئیں۔ اور گالیوں دینے لگا۔ اور کہا۔ کہ وہ شیطان روکینہ خواہا۔ امیر اور معزز ہو گیا ہے۔ عجب لالین شخص تھا۔ لیکن خدا کی قدرت میں کون دخل دیکھتا ہے۔

عجب میں تھوڑے کارخانے خدا کی باتیں خدا ہی جانے اب میں اسکی نالائقی حرکت تھا کہ سامنے بیان کرتا ہوں۔ بیٹا گوش موش سے سنو۔ میں اور یہہ دونوں جحد کرتے اور میں نے اسکو کبھی پسند نہیں کیا۔ اسکا چال چلن خراب اور نہایت بزدل تھا۔ بہت عرصہ ہوا۔ کہ ہم بچ کی تلاش میں اپنے گروہ کو فیکر روانہ ہوئے۔ یہ سوتیا ہوا اور میں تمام گروہ کا سردار۔ بے پور کے علاقہ میں بہت سے آدمیوں کو ہم نے دیہ کے بیٹ چڑھایا۔ ان میں دو

ساہو کار بڑے نامی گرامی تھے۔ بہت سے سوتی اور اشرفیان اور روپیہ ہارنا تھہ آیا۔ اس نالائقی نے اپنا حصہ لیکر بیان کیا کہ میں اندر اپنا حصہ فروخت کرنے جاتا ہوں۔ میں نے اپنے پاس ہلکا کر کہا کہ بیائی میں نے تمہاری کس کس وقت میں مدد کی۔ اور اب میرا لیکڑا روپیہ تمہارا جب ہے۔ لہذا اس کے معاذہ میں سوتی بچے دیدہ بچے انکی ضرورت ہے۔ سبحان خان۔ شب کہت حصہ گزر چکا ہے۔ میں صبح کی وقت نکال دوں گا۔ اور آپ کے عوضہ سے ہی سبک دوش ہوں گا۔

محمد اسماعیل۔ اسے بیان کو صبح بھکر بہت اچھا تمہاری خوشی۔

سبحان خان۔ خوش ہو کر۔ جو دوسو تونکے ہار کو پسند ہوں۔ لے لینا۔

محمد اسماعیل۔ میں تراسے وعدہ کو درست سمجھا اور اس نے مجھے کمال دبوک دیا۔ اسی شعبے یہ نائب ہوا۔ اور اسکا کوئی پتہ نہیں لگا۔ اب تمہاری زبانی یہ حیرت انگیز حال معلوم ہوا کہ وہ بسبب میں ایک معزز اور اعلیٰ رتبہ کا شخص ہے۔ لیکن پھر ہی اپنی سکاری سے باز نہیں آتا ہے اگر تم کسی اور شخص سے وعدہ کر گراتے تو میں نہیں اس کے ایذا کر نیکی تر غیبی تھا لیکن ایسے نالائقی شخص کو ایک جہ نہ پہچانے اور آئندہ اسکا ذکر میرے سننے

نکو یہ بڑا فتنہ انگیز و غامز ہے۔ اور نہایت ہی ناشکوہ ہے۔ کاش اگر میں مختلف اوقات میں اسکی روپیہ سے مدد نہیں کرتا تو اسکو بے بھول جاتے اور فاقہ کشی سے مر جاتا۔

صاحب یہ سجان خان کی داستان ہے۔ دینے اسکو روپیہ بھی اور نہ خیریت رسی کی اطلاع دی میں امن سے جالون پہنچ گیا اور اسکے پاس کو بھی پاک کر کے پسینکد یا۔

باب اکثالیون

میں ٹھگون میں اپنی شہرت اور ہر معزیزی کا مال آپ کے سامنے بیان کر چکا ہوں اور جو وقت یہ خبر عام ہو گئی کہ میں دسہرو کے بعد نئے سرے کے واسطے سفر کو نکلتا مقصد ٹھگون کا مجمع جمع ہو گیا کہ عجیب ہو کر بہت سے ان ٹھگون کو جسنے دین باہکل ناواقف تھا اپنے چلنے کے شریک نکلیا اور وہ ایسی پر عجیب کیا۔ ان بہت سے وہ ٹھگ جنکو گانے بجانے میں ملکہ تھا اپنے ہمراہی میں قبول کیا۔ ان لوگوں کی اکثر موقع نہر چھے ضرورت پڑتی ہے۔ اور یہ فن ایسا عمدہ ہے جس سے ہر شخص کا دل بہلتا ہے اور بہت جلد شریک ہو جاتا ہے لہذا ایسے لوگوں کی درخواست قابل منظوری تھی اور میرا یہ معرکہ بھی یادگار زمانہ

ہو گا۔ مسافر دیکھی آمد و رفت شروع ہو گئی۔ جس مٹرک پر ہم جائینگے صد ہا مسافر ہمیں ملینگے اور ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہونگے اس لئے میں نے اپنے پذیر بزرگوار سے بھی درخواست کی کہ اس مرتبہ آپ بھی تکلیف فرمادیں آپکی بزرگانہ صورت اور رفیقا نہ خجاست اور محراب سیرت سے ہر مقام پر جارا گروہ فرزند بھیجا بیٹھا اور آپکی موجودگی میں مجھے ہر طرح سے اطمینان رہے گا۔ میں اپنے راجہ کو نہیں بھولا تھا۔ اسکے دربار میں ہی جاتا تھا اور راجہ نہایت اخلاق اور توجہ سے پیش آتا تھا۔ جسکا میں وقتی سختی نہایت سے ٹھگ خاص میرے ہی باعث سے جالون کے علاقہ میں آباد ہوئے تھے اور اپنی عیب پوشی حفاظت کے معاوضہ میں ایک منزل رقم وقت حینہ پروائی جالون کو ادا کرتے تھے میں نے اپنے اس آخری سفر کی مدد بھی پر ایک دو نامی نہایت عمدہ ہندو قہمتی دو سو روپیہ ساخت ولایت جو بمبئی سے لایا تھا اور ایک سو تونیکا مار جو روکو یو مکی لوٹ میں دستیاب ہوا تھا راجہ کی تندر کیا۔ اور اپنی غلطی کا عذر بھی پیش کیا لیکن راجہ اس مذہر پر ہی خوش ہو گیا لیکن سینہ سیاہ تھا۔ اور ہم سے ظاہر میں دوستی باطن میں قلبی عداوت رکھتا تھا اور موقع

اور وقت کا منتظر رہتا تھا۔

صاحب میں آپ اپنے سفر کی تیزی اور تگ و پھل کا حال بیان کر کر آپ کا وقت خراب کر دینا کیونکہ نہ اس میں کوئی دلچسپی ہے اور نہ کوئی غامض قابل بیان ہے۔ پیاری اور غریب عظیم ہی ہمارا حال نہیں جانتی تھی کہ ہم کہاں جاتے ہیں اور کیا کام کرتے ہیں۔ وہ یہ بھی سمجھتی تھی کہ تجارت کی غرض سے جاتے ہیں اور چونکہ ہمیشہ اسکے واسطے زیور و پارچہ لاتے تھے جسکی وجہ سے کبھی خیال ناسرد اسکے دل میں نہیں ہوا۔ میں نے اپنا مکان بہت وسیع بنالیا تھا۔ اور آرائش تمام کا سبب سلمان موجود تھا۔ میرے ایک لڑکی تھی۔ اور شادی کر چکے قابل ہو گئی تھی اور بڑے بڑے خاندانوں سے اسکی شادی کے پیغام آتے تھے۔ چونکہ ہمارا ہمیشہ نہایت خطرناک تھا جان کسی نے دفاع کی تم فوراً گرفتار ہوئے۔ ہماری عزت و آبرو میں فرق آیا۔ اور اقبال بندی نے منہ چھپالیا اسلئے میری یہ ہی خواہش تھی کہ میں اپنی لڑکی کی شادی کسی ایسے خاندان میں کر دینگا جو اس خطرناک حالت سے محفوظ رہے۔ میں نے عظیم سے کہا کہ اس مرتبہ بہت زیادہ فائدہ کی امید ہے۔ واپسی پر لڑکی کی شادی بڑے دھوم دھام سے کر دینگا۔ عظیم نے اس بات کو بہت خوشی سے

مستور کیا۔ ہندوستانیوں کو عموماً اسی بات کا فکر رہتا ہے کہ شادی بہت اچھی ہو۔ جہیز کا وہ سامان ہو جو دوسرا بنانہ سکے۔ اسکو فضول خرچی کہی نہیں سمجھتے۔ تو غصے کی کچھ پروا نہیں کرتے تھوڑی دیر کی واہ واہ پر جان بیٹے ہیں۔ انجام نہیں سوچتے ہیں۔ انکھیں بند کر رہے ہیں صرف کرتے ہیں۔ جائداد وغیرہ کو بیچ و رہن کر دیتے ہیں آئندہ تمام عمر مصیبت میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ صاحب آپ ان جملہ امورات سے بھری دانتھ میں میں زیادہ تشریح آپ کے سامنے کر دینگا اسوقت میرا خیال بھی ایسا ہی تھا جو وقت ہم حالوں سے بداند ہوئے میرے باپ۔ گینشاہیر خان اور میری بہن میں تین سو ہنگ سے زیادہ تھے۔ راستہ میں ہم اپنے کو نظام کا ملازم ظاہر کیا اور کہا کہ خدمت ہماری ختم ہو چکی اب نوکری کر جاتے ہیں اگر ہم اس طرح بیان کرتے تو شبہ کیا نہیں فوراً گرفتار ہو جاتے اس سفر کے پہلے سفر کو میں کبھی نہیں فراموش کر دینگا کہ کوئی بات سین قابل بیان نہیں ہے۔ لیکن اسکی توجہ خراب ہوا جس سے ہمارے گروہ کی بہتری ہوئی انگلیں اور ترقی کر پوائے خیالات پس پا ہو گئے۔ اور سب کے دل سرور ہو گئے۔ ایک تینک کوئی شخص بھی جھٹ چالا کہ نہیں ہوا پیر خان کا ایک باغ تھا جسکی عمر تقریباً بیس سال کی ہو گئی

یہ بڑا کا حین۔ محفل۔ ذہین تھا۔ فطرت نے
سنجیدگی سے مجسم بنایا تھا۔ اور ہم سب لوگوں کو
بہت عزیز تھا میں نے کئی دفعہ پیر خان سے کہا
کہ اس پیارے بچے کو میرے مقصد کردہ جو میرا قائم
مقام ہو۔ لیکن پیر خان نے منظور نہیں کیا۔ کیونکہ
وہ قیم بچہ تھا اسکی والدین یعنی پیر خان لکھنؤ
بہنوئی اس دنیا فانی سے رحلت کر چکے تھے اس
پیر خان اسکو اپنے گھر لے آیا تھا۔ اور فرزندانہ
محبت سے پیش آتا تھا یہ لڑکا ایک پالا لکڑی پر
سوار ہوتا تھا اور ہمیشہ سب سے آگے چلتا تھا۔
جس مقام پر بٹوے عرصہ کے لئے قیام کرتے تھے
اسکی پیاری پیاری باتوں سے دل بہلاتے تھے۔
اور وقت کو بہت خوشی سے گزارتے تھے۔ وہ
ہمارے پیشہ اور کام سے واقف تھا۔ جس وقت
ہم نے چار آدمیوں کا بیخ تیار کر لیا ہے۔ ہم نے اس
عزیز کو ان لوگوں کے سپرد کیا کہ وہ ہم سے پیچھے
تھے اور تاکید کر دی خبردار ہم تک پہنچنے نہ پائے۔
پیر خان نے یہی اس بات کو بہت خوشی سے منظور
کیا۔ لیکن یہ سب تاکید اور امتیاط فصول تھا
تقدیر کے سامنے تدبیر کام نہیں آتی۔ جو روز
ازل قسمت ہو چکا ہے وہ ضرور پیش آتا ہے۔
جو وقت میں نے جبرفی ہے۔ اور وہ بد قسمت
چار دن آدمی خاک و خون میں تہڑے ہوئے

تڑپ رہے تھے۔ اسوقت میں لڑکا (جب کا نام
عالم خان تھا) شامیت محل سے گھوڑے کو سرپٹ
ڈالے ہوئے وہاں پہنچا اور کہا صاحبو میں یہی تھیں
پہنچا ہوں اس نے جو وہاں کی حالت دیکھی تو اس کے
چہرے کی سرفی زردی سے بدل گئی۔ آنکھیں کھلی
کی کھلی رہ گئیں اور پٹیلیاں جڑ گئیں۔ زبان مطلق
سے باہر نکل آئی۔ سردی اسکی پیاری صورت پر چھا
جانکشی کی حالت ہو گئی۔ میں اور پیر خان اسکے پاس
پہنچنے نہ پائے تھے۔ کہ وہ گھوڑے زمین پر بیہوش
ہو کر گر گیا تھا۔

میں۔ یہاں پیر خان اس جنگل میں ابان میں اب
کہا کرنا چاہے۔ اور کس تدبیر سے اسکو ہوش میں لائیں
تم اسکو آواز دو شاید خوف و ہراس جاتا رہے۔ اور
کچھ جواب دے۔

پیر خان۔ (آبدیدہ ہو کر) میرے پیارے بیٹے
عالم خان آنکھیں کھولو۔ منہ سے بولو۔ تیری یہ موجود
حالت مجھے پریشان کرتی ہے۔ اور میری روح کو
سخت مدد پہنچاتی ہے۔

صاحب ہم سب نے اپنے پیدائش کے وقت
اے معبود حقیقی و رب تحقیقی ہماری دعا قبول فرما
اس یتیم بچے پر رحم کر اور اسکو طاقت و غنا عطا فرما۔
اور ہمارے گناہ بخشے ہوئے کٹ شکلائی کیجئے ہم
آپکی نیاز کریں گے۔ صدقہ آمار بیگے۔ فیرون کو

کہا ناگہلا کھین گئے۔ لیکن ہماری گروہ ونداسی سے
کوئی خاندان نہیں ہوا اور عالم خان کی حالت تیر
ہوتی چلی گئی تمام بیگن نفعان مردہ کو چھوڑ دیا
اور اس کے پاس بیٹھ گئے۔ سبکدوش و حواس
بجائے تھے۔ میں اس وقت کہا تھوڑا سا پانی لاؤ۔
ایک آدمی اسی وقت مارہ سے جہان ہم نے پہل
تجزیہ کیا تھا اور اسکا پانی صاف نہ تھا تھوڑا
پانی دیا۔ اور اس کے نہ میں ڈالا۔

پیر خان۔ خوش ہو کر۔ اور پست کر۔ بیٹے نہ لے
میں۔ یہاں پیر خان اسکا اسکی موجودہ حالت پر
رہنے دو اور تکلیف نہ پہنچاؤ۔

پیر خان۔ نہیں میر صاحب وہ زندہ ہے
اور اس کے لب ملتے ہیں۔

عالم خان (دلی آواز میں) مامون میں اس وقت
کہاں ہوں اور کیا دیکھتا ہوں۔

پیر خان۔ نہیں جے کچھ نہیں۔ تم گھوڑے
گرتے ہو۔ آئندہ اس قدر تیز نہ دوڑا کر۔

عالم خان۔ نہیں صاحب میں تھوڑے نہیں گرا
ہوں۔ بلکہ میں نے ہر فوف ساد کیا ہے جس سے
میرا تمام جسم لڑکتا ہے۔ یا اللہ بجاؤ۔ اللہ ہو
آئندہ نکلتا ہو۔ (پھر غور ہو کر) دیکھو لوگ
ابھی میرے سامنے موجود ہیں۔ اللہ بچے اپنے پاس
جوتے ہیں۔ میں انکے دیکھنے کی قوت اپنے جسم میں

نہیں دیکھتا ہوں۔ مجھے ان ہی لوگوں کی طرح
قتل کر ڈالو۔

صاحب واقعی وہ خوفناک نگارہ اس ہتھ نے
پہر دیکھا۔ مردہ بدستور پڑے ہوئے تھے۔ انکی
صورت درحقیقت خوفناک معلوم ہوتی تھی۔

عالم خان۔ انکو لجاؤ میرے سامنے سے ہٹاؤ۔
مجھے ان کی صورت نہ دکھلاؤ۔ میرا آخر وقت بہت

قریب آگیا۔ ان ہی لوگوں کے ہمراہ مجھے جی فن کو دینا
میں (لوگباؤنوں سے مخاطب ہو کر) آج تمہاری

عقل کہاں گئی سخت حماقت کا کام کیا ہے۔ اپنے
منصبی کام میں اس قدر غفلت۔ اس وقت اون

مردوں کو دفن کرو۔ لوگباؤنوں نے اپنا کام اچھا
دیا۔ اور میں نے عالم خان کو دیکھا کہ اسکی گردن

جھک گئی ہے۔ چہرے پر مردنی چھا گئی ہے۔ اس
نہایت نازک حالت ہے۔

پیر خان۔ میر صاحب برائے خدا اسکا علاج
کو۔ میں تمام عمر تمہاری غلامی میں رہونگا۔

میں۔ یہاں سخت مجبور ہی ہے۔ نہ یہاں کوئی
حکیم ہے نہ بید ہے۔ کاش اگر کوئی نر و جو میری

اس بچے کے وزن سے زیادہ مانگے تو میں دینے
کو اسلئے موجود ہوں۔ دیکھو گہراو نہیں۔ خدا پر

بہرہ ور رہو۔ اگر اسکی زندگی ہے تو بہت جلد اسکا
موجود دیکھا۔ اور یہ وقت بھی نکل جائیگا۔ اور اگر

نہیں ہو سکتا۔
 صاحب نے جھڑپ مکن ہوا اسکے صلیب میں بدانی
 میں قہر پہنچایا۔ اس نے پہر تکبیریں کہیں کہیں۔ اور
 بیتی اس نے کوشش کی کہ میں کہہ دوں کہ لیکن میں
 نے جلدی نہی اور میں نے لیکہ وہ کی پگڑی سے
 وہ وہاں پڑی تھی اسکا نہ پوچھا۔ اور زور سے
 چلا کہ میری شوں ہو گیا اسوقت کوئی تدبیر مارے نہ
 میں نہیں آتی تھی۔ اور نہ میری حالت کہی نہ یہی تھی
 ہذا سخت پریشانی کا وقت تھا۔ اور بڑی دیر
 تک اسکے پاس بے اوسان بیٹھے رہے آخر اسکو
 نہ ہوشی کی حالت میں گھوڑے پر بٹھا کرے چلے
 اور وہیل کے قریب ہم نے راستہ طے کیا جو گاگ
 یکایک وہ لڑکا پہر چونک پڑا اور ایک چیخ ماری
 مجبور ہئے اسی جگہ عالم خان کو گھوڑے سے
 پہر اوتار لیا۔ اسکی طاقت سلب ہو چکی تھی اسکی
 زندگی کی بہار پر خزان کا دور دورا تاباں تھا ہی
 ابتر حالت تھی پیر خان مجبوظا الہوس ہو گیا تھا اور
 شاید زور دوتا تھا۔ کہی نہ اقلے سے دعا میں
 انگٹا تھا کہی عالم خان کی صورت دیکھتا تھا اور
 بخود ہوجاتا تھا بیٹے سافر اس عرصہ میں ہمارے
 پاس سے ہو کر گزر گئے جس نے اس قیم جو کو اس
 نازک حالت میں دیکھا اسے کیا شام کے

بغیر لگا۔ آفتاب کے خوب چمکے ہوئے
 اسکا طائر رون اسکے کالبد خاکی سے بدتر
 کر گیا۔ پس ماندوں کو رنج عالم میں پہنچا گیا
 نصیب کا خزن بنا گیا پیر خان کہی کہ چنانچہ
 کرتا تھا۔ کہی پیر دن سے ہزار تاتا تھا۔ خاک
 تھا۔ دیکھنے والے کا کلیجہ بھجاتا تھا۔
 تھیں۔ بیانی جبر کرو موت سے کون مقابلہ
 کر سکتا ہے۔ اور ان کی کہی اپنی فراموشی کا کیا
 نہیں ہو سکتا۔ نہ موت اسکے اختیار میں ہے
 نہ زندگی۔ پیدا کنندہ ہی ان باتوں کو خوب
 جانتا ہے۔ اور وہ ہمیشہ اپنے ہمدون کی
 بہتری چاہتا ہے۔ اب ہکو بیت جلد بیان سے
 روانہ ہونا مناسب ہے۔ تاکہ اپنی منزل پر
 پہنچ کر اسکو دفن کر دیں۔
 پیر خان۔ نہیری قتل و دستہ نہ ہوش ہو گیا
 جا۔ میری نگہوں کا نہ ہمارا نہ میری زندگی کی کو
 کا زمانہ رنج و الم سے لگے ملک نے بچا ہے میری
 روح کو کمال صدمہ پہنچایا۔ نہانکی ہاتھ چپکا
 نے بڑی طرح مجھ کو خات کیا۔ اب میں تھکا ہوا ہوں
 اور ایندہ محاشی ہستی کی کو لگا ہوا ہوں
 میں آئے کر۔ خدا جہ طے مکن ہویم خوش
 لکھ اپنی منزل پر پہنچاؤں جس کی دشمنی میں اس کی کو

گیا۔ اور ہمارا تمام گروہ گریہ و زاری کرتا رہا۔
 آدھی رات کے بعد پیر خان میرے پاس آیا۔
 اور اس نے بے چین خند سے جس گین اس گلین
 حادثہ کا خواب بچھ رہا تھا۔ مجھے بیدار کیا۔
 اور ایک عرصہ کی خاموشی کے بعد یہ کہا۔
 پیر خان۔ میرا صاحب میں تہا دے کام کا
 نہیں رہا۔ اور آئندہ مجھے اس پیشہ کا کام
 نہو سکے گا۔ میرا دل ٹوٹ گیا۔ میری قسمت
 کا فیصلہ ہو چکا۔ اور یہ بھی آپ یقین کر لیئے
 زمین زیادہ عرصہ تک آئندہ زندہ ہی نہ رہے گا
 اور جو وقت تک زندہ ہوں اس عزیز کی یاد نہ
 ہو لوں گا۔ جو کچھ میں عرض کر رہا ہوں۔ وہ
 بیہوشی کی حالت میں نہیں ہے بلکہ میں بیداری
 ہے۔ اب مجھے بخوشی اجازت دیجئے کہ میں اپنے
 گھر جاؤں اور بقیہ حصہ اپنی عمر کا اللہ کی
 یاد میں بسر کروں۔

صاحب میں نے اس کے ساتھ بحث کرنا فضول سمجھا
 وہ بالکل ناامید ہو گیا تھا۔ اور کوئی شخص بھی
 نوشتہ تقدیر سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ جو بروز
 ازل قسمت ہو چکا ہے وہ ضرور پیش آئیگا۔
 عین۔ بہائی پیر خان تم خوش و خرم رہو۔
 میں تمہاری دل شکنی نہیں چاہتا۔ میری طبیعت
 تمہاری جدائی کو رائیں کرتی۔ اسکا مجھے بہت

بڑا خیال ہے۔ لیکن جب قدرتی ایسے سامان ہو جائے
 تو مجبوری ہے۔ میں تمہارا ہر حال میں ہمیشہ
 شریک رہوں گا۔ اور اگر آئندہ میرے شریک ہونا
 پسند کرو گے تو یہی مجھے کچھ عذر نہ ہو گا ہم تم میں
 وہ محبت رہی ہے۔ جو حقیقی بہائین میں شکل
 سے ہوتی ہے۔ اور اب اس طرح جدا ہوتے ہیں۔
 صاحب وہ مجھے مطلق جواب نہ دیکھا۔ گویا زبان
 میں گویائی کی قوت ہی نہیں رہی۔ اور محبت و
 الفت کے جوش میں بے اختیاری کی حالت میں
 رونے لگا۔ اور مجھے لپٹ گیا۔ اور حسرتاں نظر
 سے مجھے دیکھتا رہا۔ اور کوئی لفظ اسکی زبان
 سے نہ نکلا۔ میری طبیعت اسکی یہ حالت دیکھ کر
 بھرائی۔ وہ مجھے جدا ہو کر میرے اور میرا بیرون
 سے بخلگیر ہوا۔ میں نے پیر خان کو اپنے پاس بلایا۔
 لیکن میرے سامنے سے بہاگ گیا۔ افسوس ہمیشہ
 کے واسطے ہمے جدا ہو گیا۔ اور جو وقت ہم اپنے
 سفر سے جالون واپس پہنچے ہیں تو اسکی وفات
 کی خبر سنی۔ جس سے مجھے کمال رنج ہوا۔ چونکہ
 یہ شخص ہر روز تھا۔ اسلئے میرا تمام شک ایک مدت
 تک غم دالم میں مبتلا رہا۔ پھر رفتہ رفتہ اس کی
 مفارقت اور غم دالم کا خیال بدل گیا۔ پہلے ہی
 مجھے وہ قہقہے کا نا بجانا۔ قصہ بیان کرنا خوش و
 خرم رہنا اور رنج کی تلاش۔ لیکن میرے

بیان کا بہت بڑا حصہ رہ گیا۔ اب میں بیان کرنا
 ہوں۔ مہنے سنا کہ ایک منشی جیلپور سے ناگ پور
 جاتا ہے جو بہت بڑا دولت مند ہے۔ اس کے مغلوب
 کرنے کی کوشش کی۔ اور ہم نے ناگ پور کی طرف
 کوچ کیا۔ یہ سفر ساہیے واسطے بہت اچھا تھا۔
 کیونکہ یہ ملک غیر آباد ہے۔ دو تین دن میں ہم
 منشی کے پاس پہنچ گئے۔ اگر میرے ہمراہ تین جنگجو
 جمع نہ ہوتا۔ تو ہمیں ضرور منشی اور اس کی جماعت کے
 مقابلہ میں تامل ہوتا۔ اسکے ہمراہ دو بڑے بٹے
 خیمہ اور شر و گہوڑے اور سائیس دلوکر وہیت سے
 سپاہی تھے۔ اور بڑی دیر تک اس معاملہ پر غور
 کرتے رہے۔ لیکن شگدون کے مبارک برآمد ہونے
 سے ہم نے زیادہ عرصہ تک تامل نہیں کیا۔ اور اپنی
 ترکیبوں کو سوچتے رہے۔ ہم دو روز تک منشی
 کے قریب غیب زن رہے۔ اس سے صاحب سلاست
 بھی ہو گئی۔ اور ہکو معزز آدمی جھک جھک کر اور میرے
 باپ کو اپنے پاس بلایا۔ اور ہم ملاقات کیواسطے
 گئے۔ یہ منشی انگریزی فوج کا ملازم تھا۔ اور بڑے
 دھڑ دھن کی ماتحتی میں کام لے رہا تھا۔ منشی خوش مزاج
 خوش اخلاق تھا۔ اور فرنگیوں کی بڑی تعریف کرتا
 تھا۔ اور کہا۔ کہ ملک میں امن و آمان ہے۔ اب
 میں رخصت لیکر بیوی بچوں سمیت اپنے وطن
 جاتا ہوں۔ میں نے جو جو حالات منشی کی زبانی

سنئے اس سے مجھے ایک خاص دلچسپی پیدا ہوئی
 اور میں منشی کی زیادہ تعظیم و تکریم کرنے لگا۔ میں
 بہت سے سوالات کئے اور مجھے منشی نے معقول
 جواب دیئے اور ایک دو سوالوں پر منشی قہقہہ
 لگا کر خوب ہنسا۔
 یقین کیا باعث ہے۔ کہ یہ لوگ ہاتھوں کے
 بجائے چھری کانٹے سے کہا نا کہاتے ہیں۔
 محمد اسماعیل۔ گو میں اب بڑا ہو گیا ہوں لیکن
 میرے ذہن میں یہ بات نہیں آئی۔ اور اس کی
 کیا وجہ ہے اگر آپ کو معلوم ہے۔ تو بتالیے۔
 منشی۔ جو کچھ کہنے سنا ہے۔ اور جو ہمارے
 خیال میں آیا ہے پہلے وہ بیان کر دہر میں اسکی
 وجہ بتا دوں گا۔
 میں اور میرا باپ۔ جو کچھ کہنے سنا ہے۔
 اسکا کمال یقین نہیں ہوتا۔ بلکہ قرین قیاس
 نہیں ہے۔ ہمیں یہ ہی دریافت ہوتا رہا۔ کہ
 ان لوگوں کے ناخونوں میں ایک قسم کا زہر ہوتا
 ہے۔ اسی خوف کے باعث فرنگی چھری کا نشانہ
 کام میں لاتے ہیں۔
 صاحب ہماری ان باتوں پر وہ منشی خوب ہنسا۔
 اور قریب کے دوسرے خیمے سے جس میں اس کے
 بیوی بچے ہماری باتیں سن رہے تھے قہقہے کی
 آواز آئی۔ ہم بہت ہی شرمندہ ہوئے۔

منشی۔ میر صاحب یہ عام خیالی ہے۔ یہ بالکل غلط۔ زہرا کے ناخوڑن میں ملحق نہیں ہے۔ گو انکا رنگ سفید اور چہرہ سرخ ہے۔ لیکن ہمارے اور ان کے خون میں کوئی فرق نہیں ہے وہ چمچ و چہری و کانٹے سے اسواسطے کہاتے ہیں کہ وہ ہمیشہ پاک صاف رہتے ہیں صفائی کو زیادہ پسند کرتے ہیں ہندوستانیوں کی طرح اپنی انگلیوں کو ہتھکڑا اور پہر جاتا پسند نہیں کرتے۔ وہ اس کو نحوست کا باعث سمجھتے ہیں۔ اور انکا طریقہ یہی ہے۔ اور انکا کہنا یہی اسی قسم کا ہوتا ہے کہ چہری و کانٹے کے بغیر کہا یا نہیں جاسکتا۔

عین اور میرا پ۔ منشی جی ہم اپنی غلط فہمی پر خود مجھوب ہیں۔ اور آئندہ اس قسم کے آپسے سوال نہ کیگے۔ بلکہ جو کچھ یہود و باقین مجھے سنسی ہیں انکو غلط تصور کریں گے یہ لوگ جو سب سب ہم سمجھتے ہیں اسکے کیا سمجھتے ہیں۔

منشی۔ شراب پینے کے وقت سرور کی حالت میں یا خوشی میں ان الفاظ کو استعمال کرتے ہیں میر صاحب اگر آپ ہمارے ہمراہ سفر کریں گے۔ تو بہت بہتر ہوگا۔ راستہ بہت اچھی طرح سے طے ہو جائیگا۔

عین۔ بہت خوشی سے آپ کی ہمراہی قبول کروں گا۔ اور مجھے آپ سے بہت سی نئی باتیں معلوم ہوں گی۔

صاحب یہ بات میری خواہش کے مطابق تھی اور

مجھے سخر کیا۔ یہ تمام ملاقات ہمارا دیکھا ہوا تھا۔ اور ہم بخوبی واقف ہیں۔ اور ہمارے بہت سے دوست مختلف مقاموں میں آباد ہیں۔ جو ہمیں بچ کے بتائے ہیں امداد دیتے ہیں۔ اور ہم سے اسکا معقول معاوضہ پاتے ہیں۔ بہت لوگ ہمارے ڈرتے ہیں۔ اور بعض بعض ہم کو خوف دیکر روپیہ حاصل کرتے ہیں لیکن سب وفادار ہیں۔ نظام کے ملک میں ہماری کافی آمدنی ہوتی ہے۔ بہت سے آدمی وغیرہ اور سودا گروں کے بیس میں ہوتے ہیں وہ ہم سے معمولی تنخواہ پاتے ہیں۔ نہ بیان پولیس کا انتظام اور نہ کچھ باز پرس۔ بعض مرتبہ ہم اپنی آسامیوں کو قتل کر کر بزرگ چھوڑ کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ تو وہ ہی لوگ ہمارے بعد انکو دفن کر دیتے ہیں میں ہر خدائی تجویز سے اسکے نسبت کچھ بیان نہیں کر سکتا۔ کاسکی کیا وجہ ہے۔ مگر میں نے موتی وغیرہ اپنے ستر شخصوں سے یہ حال سنا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ روپیہ ایسی چیز ہے۔ جس سے انسان کی طبیعت فتنہ بردار ہوتی ہے اور بہت جلد لوگ ایسے کاموں میں شریک ہو جاتے ہیں۔ جس کا اندازہ آپ بخوبی کر سکتے ہیں۔ مجھے زیادہ بیان کرنیکی ضرورت نہیں ہے۔ رفتہ رفتہ ہم اس گائون میں پہنچے۔ جہاں پہنچا منظور تھا۔ اور وہاں کا پٹیل ہمارا بڑا رفیق شفیق تھا۔ جو میں روپیہ مامور اور گاہ بگاہ ایک دو

پگڑی مہے پاتا تھا۔ مین اس سے ملنے کو گیا۔ اور اس مرتبہ چار پگڑی۔ ایک کمر بند اور ایک انگری پستول اور کچھ پارچہ اور سوئی روپیہ اسکی نظر کو۔

پٹیل۔ خوش ہو کر۔ میر صاحب یہ فیاضی بلائے نہیں ہے کوئی ڈا ہیا ریخ ملا ہو گا۔ میرا گاؤن بہت ہنام ہو گیا ہے۔ کیا اب یہی اسے غبرت دو گے

مین۔ تمہارا خیال غلط ہے۔ چونکہ مین ایک عرصہ کے بعد سرفا یا ہون۔ اسوجہ سے یہ چیزیں پیش کرتا ہوں کہ تمہارا خیال کبھی یہ نہ ہو کہ مین نے تمکو فراموش کیا۔

پٹیل۔ مین تمہاری مہربانی اور توجہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور تمہاری ترقی کا خوا مان رہتا ہوں مین تمہارے مال کو ایک عرصہ سے جانتا ہوں اب اسے بیخ کا حال بیان کرو۔ سائنس خد مین کو جسے اس قدر لگو کھا مجمع کہ مین مع ہے کیا تم اپنا حال چپا سکتے ہو۔

مین۔ نہ چپا سکتا ہوں نہ چپانا چاہتا ہوں لیکن جو کچھ ہمارے آپ کے عہد نامہ ہو چکا ہے وہ یاد دلانا ہوں۔

پٹیل۔ مجھے خوب یاد ہے۔ مگر وہ زمانہ نہیں رہا۔ سلطنت بدل گئی۔ تم نہیں جانتے کہ اب انڈیہ دنیا بیاں علاقہ ہے۔

مین۔ پھر کیا ہمارے ارادے مین فسق آسکتے ہیں ہمارا تمہارا اتفاق ہونا چاہئے۔

پٹیل۔ نہیں فرق نہیں آسکتا۔ مگر تم نے سوار و ن کو نہیں دیکھا۔

مین۔ بریشانی کی حالت مین۔ کیسے سوار۔

پٹیل۔ دیکھو ساٹھ چوکی ہے بیان چہ سوار اور ایک خمدار رہتا ہے۔ میرا گاؤن ڈاکر و

رہزنی مین بہت مشہور ہو گیا ہے۔ اس لئے

گورنمنٹ کی جانب سے یہ انتظام ہوا ہے۔

لیکن رزاق مطلق ہم کو ہر طرح سے رزق

دیتا ہے۔

مین۔ دفعہ ار کون شخص ہے۔ اور سوار

اسکے ہمراہ کون کون ہے۔

پٹیل۔ ہیتا سنگھ بہر چوہرہ دفعہ ار ہے اور

سوا سہی اسی کے فرقہ کے مین۔

مین۔ پٹیل جی جعفر بہو چوہرہ مین وہ سب

ہنگ چوہرہ مین کوئی بھی ایسا ذرا نہیں ہے۔

پٹیل۔ نہیں وہ ہنگ نہیں مین مین نے انکو

جوئی اڑا لیا ہے۔ لیکن جانتک مین کرتا ہوں

تو تمہاری رائے سے اتفاق ہوتا ہے۔ کچھ

عجب نہیں کہ یہ ایسے ہی ہوں جیسے تم ہو۔

مین۔ کوئی شبہ نہیں ہے۔ مین انکنا چاہتا

پٹیل۔ تو مین اسے بلاؤں۔

مین۔ ضرور بوائے۔ اور تاشا دیکھئے کہ کس طرح

رضامند کرتا ہوں۔ کاش اگر رضامند ہوا۔ تو

اسکا نتیجہ اسکے حق میں بہتر نہ ہوگا۔ وہ صرف
بات آدمی میں اور ہم حق میں سو۔

پٹیل۔ برائے خدا سختی کو کام میں نہ لانا۔ میری
نیکنامی اور عزت کا خیال نہ کہنا۔ اگر انگریزوں کو
اس واقعہ کی خبر مل گئی تو مجھ کو برفاست کر دینگے
اور بہت بُری طرح سے پیش آئینگے۔

عقین۔ نہیں پٹیل جی ایسا خیال نہ کیجئے۔ اور اگر
یہی صورت پیش آئے تو ہمارے شریک ہو جانا۔
اب مہربانی سے جلد بلوائیے۔

صاحب پٹیل بھی گئے اور تھوڑے عرصہ میں ایک
ڈبلے پتلے پہتہ قد کو تاہ پیشانی (درازاوہ کی
پیشانی) ہتھی متروا نے شخص کو اپنے ہمراہ لیکر
آئے۔ میں جب صورت پر غیبت لکھنے پر خود بخود
برستا ہوا میرے پاس آکر بیٹھا۔ اور میں نے معمولی
صاحب سلامت کے بعد اپنے مطلب کو ظاہر کیا۔
عقین۔ و خدا صاحب۔ غالباً آپ نے پہچان
لیا ہوگا کہ ہم کون ہیں۔

و خدا۔ سر ہلا کر۔ مان۔ مان۔

عقین۔ تو اپنے ہمارا ملی مقصد ہی سمجھ لیا ہوگا۔
و خدا۔ مان کہ خدا۔ لیکن پورا حال نہیں جانتے۔

عقین۔ انکو ہمارے حال سے واقف ہوئی کی ضرورت
نہیں ہے۔ تیندہ باز پرس کی حالت میں لاعلمی
ظاہر کرنا خوب موقع ملے گا۔ جو کچھ میں کہتا ہوں

اُس پر عمل کرو۔ اور اپنی جگہ کے اندر خاموش رہو
رہو۔ زمانہ پلٹ جائے تم ہی حرکت کرنا کیسا ہی
غل و شور مانی دے اپنے کو بہرہ بنالینا۔ اسکا
کافی معاوضہ تم کو ملے گا۔ اور اگر اسکے خلاف عمل
کر دو گے تو اسکا نتیجہ تمہارے حق میں بہتر نہ ہوگا۔
و خدا۔ میں ایسا بیوقوف نہیں ہوں بہرہ جو
سب عقل ہوتے ہیں نہ میں تمہارے کام میں غل انداز
ہو نہ لگا۔ اور تا میرا کوئی آدمی اس طرف قدم نہ بڑھائے گا۔
عقین۔ لگو اپنے آدمیوں کو بہرہ دے ہے۔ وہ
تمہارے حکم کو مانیں گے۔

و خدا۔ ضرور وہ میرے تابع ہیں۔ لیکن
کچھ دینا ضرور پڑے گا۔

عقین۔ بیشک کوئی غیب نہ سمجھو۔ اگر میں غلط
ہو گا تو ہم انہیں انعام ضرور دیں گے۔

و خدا۔ دو سو روپیہ سے کم نہیں لگے۔ اور
روپیہ کچھ زیادہ ہی نہیں ہے۔

عقین۔ میں اقرار کرتا ہوں۔ اور پٹیل جی کو گواہ
دیتا ہوں۔ لیکن ایک نصیحت تم کو کرتا ہوں اگر

کسی وقت لاکھ صاحب ہی دریافت کریں تو تم
لا علمی ظاہر کرنا۔ اور یہی کہنا کہ شہرہ عام ہے۔

صدنا ساز غیب دہراتے جاتے ہیں ہننے کوئی دفعہ
نہیں دیکھا۔ اور نہ غل و شور کی آواز سنی۔

و خدا۔ حضرت میں ایسے ہیستے جواب دیکھا ہوں

کر دینا تھا۔ کہ یہ چور میں اور میں نے گرفتار کئے ہیں۔
 پھیل۔ ایسے شخص بہت ہیں۔ اور ہر شخص جانتا ہے
 کہ یہ چور میں اگر سوتے اس پیشہ کو نہیں کرتے ہیں
 تو پیشہ فرد یہ یہ کام کرتے تھے۔ میں تبہیں گرفتار
 کرادیا کرونگا۔

و قہدار۔ ان صاحب اگر دو تین آدمی ہی ہر صبح
 میں پکڑے جائیں گے تو میری بہت نیکیاں ہوگی۔ اور
 میں ابا مزار دیانت دار سمجھا جاؤنگا۔ اور میری جلد
 ترقی ہو جائیگی۔ اور یہ لوگ جب جیل خانہ میں داخل
 ہونگے۔ تو خود بخود رعب سلطنت انگریزی پٹہ
 ہاویگا۔ اور یہ واقعات کم ہونے لگیں گے ہم اپنے
 غائی کو اپنے ہاتھ سے کیوں چھوڑیں۔

صاحب جھکو دفعدار کی باتوں پر بڑی ہنسی آئی
 - دیکھئے کس نیک نیتی سے کلام انجام دیتے ہیں اور
 دیانت دار بنتے ہیں اور عجیب نہیں کہ عموماً دفعدار
 کا یہ ہی طریقہ ہو۔ اور ایسی ہی کارروائیاں کرتے
 ہوں۔ اور بیگناہوں کو گرفتار کرتے ہوں۔ اور نیک
 نام بننے ہوں۔ لیکن آخرت فردا یہ لوگ کی خرابی ہوگی۔

باب بیالیسواں

صاحب میں جو وقت پھیل کو ہمراہ لیکر اپنے کپ
 کی طرف چلاؤں میں نے راستہ میں پھیل سے کہا یہ
 دفعدار شریف معلوم ہوتا ہے۔ ہمارا تو کام کا ہے۔

اور میری عمر کا بہت بڑا حصہ ایسے ہی کاموں میں
 گزر گیا۔ آپ ہی پیر شویا موز کے مشد پر عمل
 کرتے ہیں۔ میں آپ لوگوں کو جوبلی جانتا ہوں۔ آپ
 وفادار اور زبان کے سچے اور قول کے پور ہوتے ہیں
 میں۔ تو اب قطعی فیصلہ ہو گیا۔

و قہدار۔ اب کوئی بات باقی نہیں رہی۔ میں
 رات کو روپیہ لینے تھکا ہوا پاس آؤنگا۔

میں۔ دفعدار صاحب اس وقت چلے چلو۔ وہ
 وقت ٹھیک ہوگا۔ ہم اپنا کام انجام دیکر خود اپنے
 جائیں گے۔

و قہدار۔ پھیل آپ جلیسے اور روپیہ لے آئیے
 میرا میر صاحب کے ہمراہ جانا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔
 میں۔ پھیل جی چلو۔ اب وقت بیکار ہونا فاضل ہے
 و قہدار۔ میر صاحب پر کب تک رہیں آؤ گے۔
 میں۔ اب وہ دن کے اختیار میں ہے۔ میں ٹھیک
 وقت نہیں بتا سکتا لیکن اس گرد و نواح سے میں
 ہمیشہ فائدہ ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے فردا تینہ آپ
 سے ملاقات ہوگی۔

و قہدار آپ کے جلد جلد آنے میں زیادہ فائدہ ہے
 اب اپنے اسٹیشن کو نہ چھوڑونگا۔ اور تھوڑے
 کی کوشش نہ کرونگا اور آپ جیسے دوست بھی ملاقات
 کو ترک کرنا واجب نہیں ہے۔ پھیل جی اب کبھی کبھی
 ایک دو آدمی مجھے دیدیا کرنا۔ میں انکا حالان کو دیا

گازن کا پٹیل ہوں۔ حجاب کے باعث کسی سے
 قرض ہی نہیں لے سکتا۔ اور ایسا کرتا ہوں تو میری
 عزت میں فرق آتا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے میری
 دستگیری کے واسطے آپ کو بھیجا ہے۔ مجھے اشد
 ضرورت ہے۔ لہذا بھانے میں روپیہ کے قرض چکا
 روپیہ ملے جائیں۔ اور اگر میرے حصہ کی یہ تعداد
 زیادہ خیال کرتے ہو تو مجھے قرض کے طور پر دیدو۔

مین۔ مجھے تمہاری خوشی منظور ہے۔ میں چاہتا
 روپیہ نکودن کا۔ لیکن اس شرط پر کہ غرض
 ہی ڈاکو کا ایک گروہ اس راستہ سے گزرنیوالا
 ہے۔ اسکی اطلاع تمکو بہت جلد دینا۔

پٹیل۔ اطمینان رکھو۔ میں ضرور خبر کروں گا۔
 بلکہ جوقوت ان لوگوں کی آمد کی خبر سونگنا
 اپنے بیٹے کو تمہارے پاس بھیج دوں گا یہ تو بتائیے
 کہ ڈاکو کس طرف سے آتے ہیں۔

مین۔ یہ لوگ حیدر آباد گئے ہیں اور انکو
 کدواستہ صاحب آٹھنگ۔ اگر کدواستہ میں لگو
 تو فہما۔ سنو آپ تلاش کریں گے۔

پٹیل۔ اول تو میر صاحب مدد لوگ آپکو سنو
 میں تمہاریلے۔ بدھ میں خبر کروں گا۔ امین ہی
 آپ کو خوب فائدہ ہوگا۔ میراحیل فرمدکنا۔
 مین۔ بہت اچھا اب کپ میں آگئے ہیں دیکھو
 جوقوت تم روپیہ لیکر ماٹو ٹھکانہ کوئی نہ پکے۔

پٹیل۔ یہ ایک عرصہ سے تم لوگوں کی جستجو میں
 تھا۔ تمہارا صاف اب تک کسی گنگو نہیں ہو
 سکتی لیکن اسکی طرز کلام اور طریقہ سے پیشہ
 ہوتا رہا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اسی عرصہ سے
 اسکی شین کو پسند کیا ہے۔ اگر عقل صلہ ملنا
 تو آئندہ ٹکڑی مدد ملے گی۔

مین۔ میں نے بمقدار روپیہ دینے کا وعدہ کیا
 وہ کافی ہے۔

پٹیل۔ اسکو یہ امید تھی کہ آپ بہت جلد منظور
 کر لیں گے اگر کچھ عرصت ہوتی تو شاید کم پر ہی فیصلہ ہو جاتا
 مین۔ واقعی یہ روپیہ زیادہ ہے۔ لیکن یہ پہلا
 موقع تھا۔ اسلئے میں نے منظور کر لیا اور تم جانتے ہو
 کہ ایسے کاموں میں روپیہ خوب صرف کیا جاتا ہے۔
 پٹیل۔ میر صاحب آپ نے جبکو تو بالکل ہی لگو
 کر دیا کیا میں محروم رہوں گا۔

مین۔ نہیں پٹیل جی تبہیں ہرگز فراموش نہ کروں گا
 آپکا سبک ملے خیال ہے۔ کپ میں پہنچ کر تمہارا
 حصہ تمہارے نظر کروں گا۔

پٹیل۔ میر صاحب میرے حصہ کی نقد لو بلائی
 میں آج کل سخت مصیبت میں گرفتار ہوں۔ تنہ
 علیحدہ لو کرنا ہے۔ مالک مدی کار روپیہ علیحدہ۔
 مین۔ ٹکڑی میں روپیہ دینا چاہتا ہوں۔

پٹیل۔ میر صاحب آپ جانتے ہیں کہ میں اپنے

میں۔ اشارہ ہے۔ قید بڑھ رہی آدی پر اطمینان
 نہیں۔ میں روپیہ لیکر منشی کے پاس جاؤں گا۔ اس نے مجھے
 نہیں روکنے والا گہاس کو سٹے بلایا ہے میرے جیسے کسی
 چند ان ضرورت نہ تھی لیکن ایسے شخص کو دیکھنا چاہتا
 ہوں جس کے سر پر موت سوار ہے۔ لیکن میرے حساب کے
 ہمراہ اسکی بیوی بھی ہے۔

میں۔ اس کے زندہ رہنے کی صورت نہیں ہے۔
 اسنے وہ بیوی قتل کجائیگی۔ مجھے زیادہ ترجیحاں
 اس کے رائے کہ ہے۔ جسکی عمر چھریاں سال کے ہوگی۔ وہ
 بڑا حسین ہے چونکہ میرے کوئی اولاد نہیں ہے
 اس نے میں اس کو اپنا بیٹا بنا چاہتا ہوں
 اور تو بڑے عرصہ میں اپنے والدین کی یاد کو بھول
 جائیگا۔ اور مجھے اپنا باپ اور میری بیوی غلط
 کو اپنی ماں تصور کر لیگا۔

صاحب خیمہ میں پہنچ کر منشی کو روپیہ شمار کرادیا اور
 وہ رخصت ہوا۔ گنیش میرے پاس آیا اور غصے کہا۔
 گنیش۔ میں نے منشی جی کے خیمہ کے قریب ایک
 گڑھا عمیق دیکھا اور بیٹی بھی پڑی ہوئی ہے جس سے
 پایا جاتا ہے کہ کوئی شخص چاہہا ہوا تھا۔ لیکن وہ
 کسی نقص کی وجہ سے ناتمام رہا۔ اب قبر کھودنے
 کی ضرورت نہیں رہی اس میں غنیمت ڈالو اور
 سے مٹی بہرہ دینے لگے۔

میں۔ لوگباؤن نے ہی اس چاہہا کو دیکھ لیا ہے

گنیش۔ لوگباؤن کے بعد اسی پانی سنگھ کو میں
 نے دکھا دیا ہے اس نے بہت پسند کیا۔

میں۔ میں گنیش اب کا کلچ سے انجام پنا ہے۔
 گنیش۔ تم جیسے اندر بھجالو۔ باہر کا میں
 فکر کروں گا۔ تمہاری شیریں بیانی سے منشی بہت
 جلد واد میں جنس جائیگا۔ اور منشی تمہا خیمہ کے
 اندر ہو گا جو ایک ڈبلا پتلا آدمی ہے۔ اس نے تم
 خوش اسلوبی سے اس کا کام ختم کر لے گا۔ اور اگر
 ضرورت ہوگی تو میں ہی پہنچ سکتا ہوں۔ خیمہ کے
 نزدیک ہر وقت رہوں گا۔

میں۔ مجھے بے فکر ہو۔ میرے پاس تمہارے
 انکی ضرورت نہیں ہے۔ باہر والوں میں سے
 کوئی زندہ نہ بچے۔

گنیش۔ میں نے شمار کر لیا ہے کل میں آدمی
 ہیں۔ دیکھو آٹھ کھارو شتر بان اور ایک شتر بان
 کی بیوی چار سپاہی دو خد شکار ایک فاضلہ پرست
 ہیں۔ یہ تو بائیں ہوتے ہیں۔

گنیش۔ کچھ پروا نہیں۔ رات کو جو جوت
 ہمارے گھرائی گانے بیجانے میں مغلول ہو گئے۔ میں
 اس وقت سب کا محاصرہ کر دوں گا۔ اور اندر میری
 رات ہمیں اور بی امداد دیگی۔ اور بہت آسانی
 سے ان لوگوں کو ہم مغلوب کر لیں گے۔

میں۔ یہاں گاؤں والوں اور گاؤں کی چوکی کے سوا

یہی انتظام کر لیا ہوں۔ بیان ہتیا سنگھ نے قصہ راز
گیش۔ اچھا ہتیا سنگھ اب اس جگہ تعینات ہے
میں اسکو ایک مدت سے جانتا ہوں میں نے جو وقت
آرا پر پریش کی تھی۔ اور میں جو تم نقل نافذ ہوا
تھا۔ اور مجھ پر یہ ضلع پرانی کا حکم دینے والا تھا۔
اسی ہتیا سنگھ نے اپنی سخی کو کشش سے مجھ پر کی
میری نیک طبعی کا انکار کیا۔ اور مجھ پر صاحب
میری سفارش کی۔ اور میں نے جو قتل کا ابر کا کباب
کیا تھا۔ یہ آدمی تو اچھا ہے۔ لیکن بڑا لالچی ہے۔
اور میں یقین کرتا ہوں کہ تم نے معقول رقم اسکو
دی ہوگی یا دینے کا وعدہ کیا ہے۔

صاحب میں نے کل حال گیش کے سامنے بیان کیا
اور شام کے وقت نماز کے بعد اپنے باپ کو ہمراہ
لیکر فشی کے خیمہ میں گیا۔ وہ اس وقت اپنے بیارے
لختہ جگر کو اپنی گود میں لئے ہوئے محبت کی نظر
سے اسکی صورت دیکھتا تھا۔ اور پیار کرتا تھا۔ میں
اپنے دل میں کہا۔ کہ جو وقت ہم اس ہم کو سرگرم
گئے تو میں اس بچے کی پناہ فرزند بنا لوں گا۔ اور
میں اسکو دیکھ کر خوش ہوں گا۔ لڑا جھگڑا دیکھ کر
سکرایا۔ اور میری گود میں آکر بیٹھ گیا۔ میں نے
اسکو پیار کیا۔ اور اپنی تلوار اور خنجر کا چمکتا ہوا
دست دیکھایا۔ وہ بہت خوش ہوا۔ اور یہی
خیال ہوا۔ کہ میری میری عطیہ ہی اس محبت کی

اور وہ بچہ و الم جو اسکو بچے مرنے میں ہو جائیگی
فشی۔ میر صاحب معاف کرنا۔ مجھے ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ تمہارے کوئی بچہ نہیں ہے۔ یا پیدا
ہو کر مر گیا۔ کیونکہ آپ کی چہرے کی رنگت بدل
جاتی ہے۔ اور ظاہری صورت آپ کو کسی عزیز
کی یاد دلاتی ہے۔

عین۔ فشی جی آپ کا خیال صحیح ہے۔ اور قیافہ
شناسی میں آپ کو کمال ہے۔ واقعی میرا لڑکا اسی
عزیز کی عمر کو پہنچ کر ضائع ہو گیا اسکی صورت و نسبت
اُس مرحوم سے بہت ملتی جوتی ہے۔ اب ایک لڑکی
فشی۔ اسکی قدرت کے کارخانہ عجیب میں۔ اس
میں کون دم مار سکتا ہے۔ انسان کے عقل و فہم
میں آتے ہیں۔ اور نہ کچھ بیش جاتی ہے۔ میرے
بھی یہی اکلوتا لڑکا ہے۔ میری شادی کو بہت
عرصہ گزر گیا تھا۔ اور میرے کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا
میں قطعی نا امید ہو گیا۔ لیکن اسکی رحمت کا دریا جو
میں آیا۔ اور اس نے اپنے فضل و کرم سے اسید
کی صورت دکھلائی پھر یہ لڑکا پیدا ہوا۔

عین۔ یہ بچہ اقبال مند ہو گا۔ خدا اسکی عمر و روزگار
صاحب تھوڑی دیر تک یہ گفتگو رہی پھر مجھے اپنے
آدمیوں کی آواز سنائی دی میں نے فشی سے کہا
کل آپ میرے آدمیوں کا لانا سکر فوش ہوئے تھے۔
آج انہوں نے کوئی ساگ بنایا ہے۔ جو آپ کو

دکھانا چاہتے ہیں۔ گو کسی قدر بیہودگی فرد ہوگی لیکن وقت کا بہت سا حصہ گزر جائیگا۔ اور اس ہونہار بچہ کا دل ہی بیل جائیگا۔

فحشی۔ میر صاحب کھل میں یہ بات بہت لطف دیتی ہے۔ کاش اگر میرا ادا بیچا سفر میں ساتھ نہوتا تو راستہ بڑی بے لطفی سے تمام ہوتا مین زنا نہ میں ہی سانگے تماشہ کی اطلاع کر دیتا ہوں آپ ان لوگوں کو خیمہ کے اندر بلا لیجئے۔

صاحب چپ آدمی بہادر و مغوی سانگہ بنائے ہوئے خیمہ کے اندر آئے۔ جن میں دو شخص زنا نہ لباس میں تھے۔ باقی ستارو ڈھولک بجاتے تھے۔ جوگی و جوگن کا ہر وہ پیرا تھا۔ اور بیہودگی سے گاتے و بجاتے تھے۔ میں نہیں خیال کر سکتا کہ یہ کام ان لوگوں نے کہاں سیکھا تھا۔ لیکن نقل کو اصل کر دکھایا تھا۔ منشی کا بیٹا بہت ہنستا تھا۔ اور حور ٹوٹنے لگی ہنسنے کی آواز آتی تھی۔ میرے خیال کے موافق منشی کے سب ہمراہی ایک جگہ جمع ہو گئے تھے۔ اور ہر ایک شخص کے پیچھے دو تین تین ٹنگ موجود تھے۔ اس وقت میں چہرہ پر دہخہ کو تھا۔ کہ ایک ٹنگ نے مجھے اشارہ سے باہر نکال دیا۔ میں اصل مطلب کو نہیں سمجھا۔ اور بیان کر کر باہر آیا۔

گنیش۔ میر صاحب اب کیا کریں۔ انگریز آگئی اور انکی فوج کی آمد ہے۔

مین۔ کیا انگریز اور انگریزی فوج۔

گنیش۔ ان صاحبان گول ٹوپی والے فرنگی۔ اور اب کیا کر سکتے ہیں۔ افسوس بتا نہ لیا بیچ ہاتھوں سے جاتا ہے۔ اور میں بچ کہتا ہوں کہ یہ منشی ان کافر فرنگیوں کے ساتھ جلا بائیکا اور ہم کف افسوس ملتے رہا دینگے۔ کاش اگر یہ منشی ہمارا شکار بنجاتا تو ہم سلطنت اہلی پہ سمجھتے۔

مین۔ کیا تیسے فرنگیوں کو دیکھا ہے جو اس قدر پریشان ہوتے ہو۔ کہاں میں مجھے یہی دکھلاؤ۔

گنیش۔ نہیں میں نے انکو نہیں دیکھا۔ مگر انکے آدمیوں کو دیکھا ہے۔ ابھی ایک منشی تھا لال کرتی والے آدمیوں کی آئی ہے۔ جسکی تعداد عظیم نہیں۔ اگرچہ وہ اسی جگہ قیام کرنا چاہتے تھے۔ لیکن میں مانع آیا۔ کہ یہاں ایک مذی عزت اعلیٰ درجہ کا منشی مع اپنے بال بچوں کے قیام پذیر کیا اس واسطے تم لوگوں کا یہاں قیام کرنا بہتر نہیں ہے۔ گاؤں کے دوسری جانب میدان بہت صاف ہے وہاں چلے جاؤ اب دو گاؤں کی طرف گئے ہیں۔

مین۔ پہر کیا خوف ہے۔ میں اپنا کام جلد کرنا مناسب ہے۔ اور میں اندر جا کر فوراً چہرہ پر دہخہ بالفرق اگر کوئی جاسوس انگریزی فوج کو ہمارے یہاں آہی جائے۔ تو تم فوراً اسکی خبر لینا مجھے

مطلق خوف نہیں ہے۔ گائڑن کا پھیل اور
بیتا سنگھ دفعہ ہاری ضرور دکر لگا بہت
غل و شور کرنیکی ضرورت نہیں ہے۔ اگر وقت
نازک ہی آگیا تو تھوڑی دیر کیواسے میرا باپ
محمد سخیل منشی بن جا دیگا۔

گنیش۔ جیت تک ہم ان لوگوں کو دفن نہ
کر لیوں خطرہ ہی خطرہ نظر آتا ہے۔ اور مجھے
مگر قمار جو نیکا بہت بڑا خوف ہے۔

صاحب من گنیش کہ چوڑا پناہ مال لانا ہوجا میں غل ہوا
منشی۔ کیا ہتا۔ اور آپ کیوں باہر گئے تھے۔

مین۔ کچھ نہیں۔ انگریزی فوج کے پیش فیر
آکر مین۔ باربرداری کے ملازم اس جگہ قیام
کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اب گائوں کے دوسری
جانب گئے کل کیس وقت فوج بیان آجائیگی۔

منشی۔ انگریزی فوج کا آنا میرے حق میں بہت
بہتر ہوا۔ اور اب اپنے سفر کا بقیہ حصہ آرام سے
انکے ہمراہ تمام کرونگا۔ اور آپ لوگوں سے
رخصت ہو جاؤنگا۔ لیکن اس وقت کی صحبت
غنیست ہے۔ یہ وقت بنایت خوشی سے گزارنا
چاہئے۔ مجھے یقین ہے کہ ان لوگوں کو گیتا اور
یا دھونگے۔ اور اب گانا چلتے ہیں یا نہیں۔
دریافت فرمائیے۔

مین۔ (اپنے ہمراہیوں سے مخاطب ہو کر) اب

نکو کچھ اور یاد ہے یا نہیں۔

صاحب ایک نسخہ دیا۔ کہ حصہ دیا دھون
لیکن زیادہ غل و شور جو نیکا خیال ہے۔

منشی۔ غل و شور کی کچھ پروا نہیں ہے تم لوگ
خاموش رہو۔ مین نکو کافی انعام دوںگا۔

صاحب گانا شروع ہوا۔ اور مین منتظر تھا کہ جو
آواز بلند ہو تو مین جہرنی دون۔ مگر افسوس مجھے

سو قد نہ ملا۔ کیونکہ منشی قنات سے نکلیے نکلے ہوئے
بیٹھا ہتا۔ اور اسکے پیچھے اس وقت جانا نا ممکن تھا

مین حیران تھا۔ کہ کیا تدبیر کروں۔ لیکن ایک گنگ
نے میری پریشان اپنی عقل سے دریافت کر کر

منشی جی سے کہا کہ تکلیف فرمائیے اور ہمارے
قرب آجائیے۔

منشی۔ کیوں میر صاحب۔ یہ اپنے پاس کیوں
ملاتے ہیں۔ اور کیا تماشہ دکھلائیں گے۔

مین۔ مجھے معلوم نہیں۔ لیکن انکی خواہش پوری کچھ
صاحب منشی آگے بڑھا۔ اور مین اسکی پشت پر بیٹھا

اور مین نے کہا کہ پان لادو۔ پس پھر منشی کی گردن
تہی اور میرا مال۔ منشی بچ مار کر گر گیا۔ اس کی

بیوی۔ جو چلنوں مین سے تماشہ دیکھ رہی تھی۔
یہ حالت دیکھ کر اور پیارے بچے کو گود مین لیکر بہا

مجھ مین چلی آئی۔ مین اسکی آواز زلری دھونک
حالت کا مین کہی نہیں ہو لہنگا۔ مین لڑکے کو

اپنی گود میں لے لیا۔ اور اسکو ٹھگون کے سپرد کر کر خیمہ کے باہر چلا آیا۔ گنیش جبکہ دیکھ کر بہت خوش ہوا اور چلے کہا۔

گنیش۔ سب کام ہو چکا۔ دودھ کو مین نے قتل لیا۔ باقی کو اور دن نے اب جلدی کرنی مناسب ہے۔ لوگہائی کہاں مین۔ یہ کہہ کر وہ رونا لگا۔ اور مین خیمہ کے سامنے میدان میں کھڑا ہوا تھا۔

بہت سے ہنگ و دڑے دڑے پرتے تھے۔ اور جلد بھٹن کو اٹھا کر اس گڑھے میں ڈال دیتے تھے۔ گانا بجانا اسی طور سے ہوتا تھا۔ کوئی غم و فکر نہ تھا۔ مین نے خیمہ میں جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ

میرا باپس قہر میں کھینچ رہا تھا اور ناشادیکہ باپس وہ چوٹا بچہ جو میری گود میں تھا۔ وہ کہی نہ بناتا تھا۔ کہی روتا تھا۔ کہی شکستہ الفاظ ان میں اپنا عجز و انکسار ظاہر کرتا تھا۔ جس سے کیا ہی سنگدل ہوتا اور کوہ البرز جیسی طبیعت رکھتا

ہو تا وہ بھی سوچ ہو جاتا وہ اپنی مان کے پاس جاسیکی خواہش کرتا تھا۔ اور مین اسکو تسلی بخشی دیتا تھا۔ پیار کرتا تھا۔ لیکن اسکا گریہ کرنا بند نہ ہوا۔ اور مین خیمہ کی طرف چلا۔ مگر جو بڑی حالت

میں مجھے اس مقام پر داپس آنا پڑا۔ جہاں سروے دفن کئے جاتے تھے۔ وہاں گنیش کھڑا ہوا تھا اور لوگہائی مین سے کام لے رہا تھا۔ اور

آفرین و مر جا کہتا جاتا تھا۔ لڑکے کی رونے کی آواز سنا اور میری گود میں دیکھ کر کہا۔ میرے صاحب یہ کیا حماقت ہے۔ اسکا زندہ رکھنا سر امر نادرانی ہے۔ لاؤ مجھے وہ مین اسکا والدین سے جلد ملا اور اسکا رونہ دھونا بند کر دوں۔

مین۔ کبھی نہیں ہرگز نہیں۔ اب یہ لڑکا میرا ہے۔ تم جانتے ہو کہ میرے کوئی لڑکا نہیں ہے۔

اس لئے مین اسے پرورش کر دینگا۔ تم لوٹ کا نام مال لے لو لیکن اس سخت جگہ کو نظر بند نہ کیو۔ گنیش۔ کیوں دانا ہو کر نادان بنتے ہو۔ اور

کیون حماقت کا شیوہ اختیار کرتے ہو۔ اپنے کو خطرہ میں ڈالنا سر امر دیوانہ پن ہے۔ یہ لڑکا ہرگز زندہ نہ رہیگا۔

مین۔ نہیں بہائی۔ چند روز میں انجو والدین کو بھول جائیگا۔ اور مجھے محبت کریگا۔ اور ہر کسی کام میں غفل انداز ہوگا۔

گنیش (آنکھیں نکال کر) رہی بیوقوفی کی باتیں۔ کیا تم نے نہیں پڑھا ہے کہ انبی راکشتن و پچاش مانگا ہدشتن کا رزق مستندان نیست۔

مین تجربہ کر چکا ہوں۔ آئندہ مین نے قسم کیا ہے کہ کسیکو زندہ نہ چھوڑوں گا۔

مین۔ مین تمہاری قسم اور عہد کی پروا نہیں کرتا۔ یہ بچہ میرا راحت جان ہے۔ اگر تم خیریت

چلتے ہو۔ تو میرے کاموں میں دخل نہ دو۔
میں یہ کہہ پلٹنے لگا۔ مگر اس نے مجھے پکڑ لیا۔
میں دیکھو گنہگار کیا کرتے ہو۔ غم دار بچے نزدیک
در نہ پھنساؤ گے۔ میں (خود ہلکا کر) اس سے نہیں
ہلکا کر ڈالوں گا۔

گینیش - قہقہہ ہلکا کر۔

چل سال عمر عنایت گزشت
مزان تو از حال طفلی نگشت

ہم جیسے تجربہ کاروں اور پیادوں کو خبر دہاتے
ہو۔ چرب زبانی سے ڈراتے ہو۔ میں نے زمانہ
کا فراز و نشیب بہت کچھ دیکھا بھالا ہے۔ میں
کب تمہارے قریب میں آتا ہوں۔ بہتر یہی ہے
کہ راکے کی محبت سے ہاتھ اُٹاؤ۔ اور میرا دل کر دو
صاحب میں نے اپنی تلوار پر ہاتھ ڈالا۔ لیکن افسوس
تلوار اس وقت میرے پاس موجود نہ تھی۔ اور وہ
غیصہ میں رہ گئی۔ میں نے نرمی سے گفتگو کی اور کہا کہ
بہائی گینیش تمہیں رحم سے ہی کچھ ملے گا یا نہیں
کیونکہ تم معصوم بچے کا قتل کرنا گوارا کر دے گے۔ مگر
افسوس اس کے سخت دل پر کچھ اثر نہ ہوا۔ میں نے دھوکہ
کہا یا اور وہ اپنے گہات میں تھا۔ مجھے بچہ چین لیا
اور ہاتھ میں بند کر کر پوری قوت سے اس کوڑھے میں
پھینک دیا۔ جان سب مرد نکالنا ہوتا تھا۔ پر چلایا
میں نہیں جانتا کہ رحم کدہ کہتے ہیں اب جائیے اور

اور اپنے کہلوٹنے کے شکست ہو جانے پر شور مچاتے
محبوب اور خاموش ہو کر میں اس کوڑھے کے قریب پہنچا۔
جس میں مٹی بھری جارہی تھی۔ اور وہ غریب و بیکس
بچہ بیہوش پڑا ہوا تھا۔ جس وقت اس ظالم کھجٹ
گینیش نے سنگین حالت میں اپنی پوری طاقت سے
اس تیم بچہ کو پھینکا تھا۔ اس وقت اس کی آواز سنائی
دی تھی پر اس کا طائر روح اسکے کالبد عاکی سے پرواز
کر گیا تھا۔ جب تک اس کا خاک و خون میں لٹھا ہوا
چہرہ مجھے دکھائی دینا مابین و میں کہہ اڑا۔ اور
جب میری نظروں سے اس مٹی کے انار میں پوشیدہ
ہو گیا تو غصہ کی حالت میں داپس ہوا اور گینیش سے
عقاب ہو کر کہا۔ اونا معقول گدہ کو کی جہول مرغی کے
بچے کتیا کہتے تھے اس ظلم کا آخرت میں کیا جواب دیکھا
کاش اگر میرے پاس تلوار ہوتی تو میں تجھے ہیوقت
اس کی مزا دیتا۔

گینیش - پس زیادہ یا وہ گوی درست نہیں۔
مروٹ میں آؤ۔ ناچو بہ کاری کی باتیں بناؤ۔ میرے
تھل کو دیکھو۔ کہ میں نے تمہاری کتہ رخت باتیں
سنیں تم زوجان محض ناچو بہ کار ہو میں تھے کب
خوف کرتا ہوں۔

صاحب اس ظالم سنگدل نے اس بچے کو ہلاک کر ڈالا
میں اس وقت خاموش رہا۔ لیکن اپنے دل میں
مہم ارادہ کر لیا۔ کہ کسی موقع مناسب پر اس کا

بدلہ ضرور لے گا میں نے اپنے باپ سے وعدہ لیا
 رفیقوں سے کل حال بیان کیا۔ انہوں نے میری
 مشارکے موافق جواب دیا کہ میں جو وقت گنیش ہو
 ملے کروں تو وہ مجھے امداد دیں۔ لیکن میں نے
 اس وقت حکم کرنا مناسب خیال نہیں کیا۔ اور آئندہ
 پر موقوف کیا۔ مگر ایک خارجی سینہ میں کھٹکتا رہا۔
 اور میری طبیعت اب پہلے سے زیادہ اس نفرت
 کرنے لگی۔ جس طریقہ سے میں نے گنیش سے بدلہ
 لیا ہے اسکا حال آپسے آئندہ بیان کر دینا کراشب
 بہرہ میں اسی جگہ قیام کیا۔ بالکی کے پرزے پرزے
 کر اسی گڑھے میں ڈال دے۔ دو سر ہند علی الصبح
 ہم سب اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ اور
 میرا ہاتھ بندھ کر انگریزی فوج سے یخوف و خطر کا
 لگیا چونکہ انگریزی فوج کے خیمہ ہمارے بہت قریب
 تھے۔ اسلئے آپ کو کئی قدر تعجب ہو گا۔ کہ اس
 ہنگامہ کی آواز ان لوگوں نے کیوں نہیں سنی۔
 نہ اسکا کافی انتظام کر لیا تھا۔ گائیڈ اور ناکھل
 بجا رہے۔ اور ڈھولک کی آواز نے ان مقصد کو بھی
 پہنچا دیا۔ وگرنہ وہاں کو دیا لیا تھا۔ دوسرے تین چار
 گھوڑے عمدہ اکھول دیئے تھے۔ اور ہنگامہ چلتے
 انکے پیچھے جاتے تھے۔ ہوائے ان سب باتوں کے
 بہرہ بھی خواہشیل اور دفعہ دار نے ان لوگوں
 کو اپنے دام تقریر میں پھنسا رکھا تھا۔ جو وقت

کسی نے ہمارے غل و شور کی نسبت دریافت کیا
 تو بے پرواہی سے جواب دیا۔ سافر و نکابڑا قافلہ
 ہے۔ گاتے میں ڈھولک بجاتے ہیں۔ ڈھولک کی
 آواز سے گھوڑے اگلاڑی پھاڑی توڑا کر بھاگ
 گئے۔ اب انکو پکڑتے پھرتے ہیں۔ وہ یہ جواب شکر
 خاموش ہو رہے ہیں ہماری امید سے بہت کم لوگ
 مال مال ہمارے تین ہزار روپیہ کی مالیت تھی
 اور اب آئندہ بیس دن ڈاکوئی کی تلاش ہوئی
 جتنے ہم ایک عرصہ سے منتظر تھے۔ اور اسکو دوسرا
 بیج سمجھتے تھے۔ ناگپور پہنچا کہ جسے فشی کرمانڈ گھوڑے
 فروخت کئے۔ اور ہمارے ہمراہی و حصوں میں تقسیم
 ہو گئے۔ ایک گروہ امام بخش جھار کی ماتحتی میں
 امراتوں اور برار کی گھائیوں اور غاندیس سے گزر کر
 برار کی طرف روانہ ہوا اور ہم چار روز گھائیوں
 میں قیام کر کر جس راستے سے آئے تھے اسی راستے
 پر واپس چلے۔ دوسری یا تیسری منزل پر ہمارے
 جاسوسوں نے ڈاکوؤں کا پتہ لگا کر انکا حال ہے
 بیان کیا۔ اور ہم انکو اپنے قابو میں لائیں۔ تدبیریں
 سوچنے لگے۔ چونکہ اسوقت بہت ہوشیاری اور
 تجربہ کاری کا کام تھا۔ فدا میرے باپ نے کہا
 میں سوتیا بنا ہوں اور اپنے کو ہندو بنانا
 ہوں۔ میں کہی اپنا اصل نام نہ بتاؤں گا۔ ورنہ
 انکو ہر شبہ ہو جاوے گا۔ اور کچھ تعجب نہیں ہے

وہ جھکے بچان جاتین۔ یہ فرقہ بہت ہوشیار ہوتا ہے۔ میں اپنے کمرہ جوت اور حیدر آباد کن کا جھار ظاہر کرونگا۔ تم لوگ دیکھو گے کہ اپنا کام کس خوبصورتی سے انجام دیتا ہوں۔ غرض کہ پیشانی پر تلک لگا با۔ اور سینہ و بازوؤں پر خوب ہی چندن لپٹا۔ ننھی دھوٹی باندھی۔ ایک رنجیر طحانی لکھے میں پہنی اور ایک ہنگ کو خد شکار بنایا اس طریقہ سے ہم اس گاؤں کے قریب پہنچے جہاں دو کو قیام پذیر تھے۔ صاحب میرا پاپے محمد اسماعیل ہنگ مذکور کو اپنے ہمراہ لیکر گاؤں میں داخل ہوا میں مذہب حالت میں تھا۔ اور کمال اضطراب تھا اور کایا بی بی مجھے بہت کم نظر آتی تھی۔ لیکن گنیش کایا بی بی میں کوئی شبہ نہیں سمجھتا تھا۔ اور مجھے سے کہتا تھا۔ اسماعیل ضرور کایا بھوکا۔ اور کبھی ہوکہ نہیں کہا ٹیگا۔ یہ بھوانی کا عزیز بھائی ہے۔ سبکی مہربانی سے کبھی کسی کام میں تاروس ہو کر واپس نہیں آیا۔ کاش اگر میری قمیض یہی ایسی ہوتی تو کیا اچھا ہوتا مگر صاحب گاؤں میں پہنچ کر اس نے اس قدر دیر لگائی جس سے مجھے خوف پیدا ہوا کہ میرا پاپ ضرور گرفتار ہو گیا۔ میں اس امر کی تحقیقات کی غرض سے گاؤں میں جانچا لاتا تھا کہ میں محمد اسماعیل کو وہاں آتے ہوئے دیکھا۔ میں بہت جلد اس کے پاس گیا۔ اور میں نے دریافت کیا اسے میرے

محترم باپ آپ نے بہت دیری کی جس سے میرے کلمہ بانسوں اچھلتا تھا۔ مجھ کو عجیب پریشانی نے گھیر لیا تھا۔ اور میں بہت جلد آپ کے پاس پہنچنے ملا تھا۔ محمد اسماعیل۔ بیٹے کچھ خیال نہ کرو۔ اگر تم ہی میرے بعد گاؤں میں پہنچ جاتے۔ تو بہت بڑی غلطی کرتے اور بنا بنایا کام بگڑ جاتا۔ یہ ڈاکو ہاگل آلو میں۔ میں نے انکو اپنی سامی بنالیا اور اب وہ مجھ کو چھوٹے عین۔ خوش ہو کر۔ یہ خبر فرحت اثر ہے۔ آپ اپنے کس طریقہ سے اسکا انتظام کیا ہے۔

محمد اسماعیل۔ بہت سہول طریقہ سے۔ گو میں ایک ڈاکو مدت سے جانتا تھا۔ اور اسکے شناخت کر لینے کا مجھے خیال تھا لیکن فکر ہے کہ میری سفید ریش اور نقشہ لگانے نے اسکو یہ تمیز نہ ہونے دی کہ میں محمد اسماعیل ہنگوں کا گرو گنیشا ہوں میں جیسے لگا۔ اور انکے سردار سے باتیں کرنا رہا۔ اس نے نہایت تسامت و سنجیدگی سے کہا کہ میں گورنٹ انگلشیہ کا ملازم ہوں۔ اور اب رخصت لیکر اپنی وطن کو جانا ہوں۔ میں نے جواب دیا کہ میں ہی گورنٹ کا نوکر ہوں۔ اور جانے سے آتا ہوں۔ غرض کہ ہم دلی دوست بن گئے اور ساتھ ساتھ میرے کرنے پر متفق ہو گئے۔ اگر فلک ناہنجار کی نظر سے بچے رہے۔ تو کل ہی ان لوگوں کا شکار کر چنگیز زادہ دیر کرنا فصول ہے۔ انکے جو کچھ اشارہ و کنایہ بھی

نہوتے۔ اور اپنی طرف سے کہتے۔

محمد اسماعیل۔ (اپنے ہمراہیوں سے مخاطب ہو کر) میرے پیارے بھائیو! جو وقت یہ لوگ ان ٹروڈنگز چھوڑ کر جمع ہونے لگیں۔ اس وقت اپنی طرف سے کہنا اور نہ پہلے کام شکل نظر آئیگا۔ اور یہ لوگ بھی پھر خود ملے کرین گے۔ جسطرح سے ہم انکو جاننے میں۔ اسی طرح وہ بھی ہمیں خوب پہچانتے ہیں۔

صاحب ہم ساتھ ساتھ سفر کرتے رہے۔ اور میں انکے سردار (ٹو) کے پاس پہنچ گیا۔ اور باقی کرنے لگا۔ اس نے مجھے مطلق نہ پہچانا۔ اور اپنی خود تعریف کرنے لگا۔ کہ میں انہوں سے مقابلہ ہوا اور میں نے انکو قتل کیا۔ اور لیکن از حد یہ کہال ثابتہ آیا۔ بس مجھے باقی مسکرا لال طیش آیا۔ اور میں اس وقت اسکا کام تمام کرنا چاہتا تھا۔ لیکن میں نے ضبط کیا۔ اور اپنے دل میں کہا۔ یہ شخص بڑا اور مرغ گو ہے۔

یہ جھوٹ یہ دروغ یہ بیٹان الا ان مگر وہ لاف نئی کرتا رہا۔ اور میں اسکی پیادہ کی تعریف اور جرات کی توصیف سے اسکا دل ٹوٹا رہا۔

ٹو۔ بہن کی رگ رگ میں شیطنت ہے۔ لیکن خوش قسمتی سے میں انکے ملاقات سے بخوبی باہر گیا ہوں۔ اب میرا لگتا ہے کہ تو میرا مال

ہوتے تھے۔ اور جنکو میں بخوبی جانتا ہوں۔ وہ بکو اپنا بیچ چھتے ہیں اور ہم انکو۔ لہذا وقت کی حالت میں وہ ہم پر ضرور ملے کرینگے۔

میں۔ تیرا انکے واسطے تجربہ کار آدمی تھی ضرور ہوگا انکا افسر میرے حصہ میں آیا۔

گنبدیش۔ میں نے کبھی کسی ڈاکو نہیں مارا ہے۔ میں تو بہشتی میں جاؤنگا۔ یہ لوگ معوی ہی نہیں۔

محمد اسماعیل۔ انکے طاقتور ہونے میں کوئی شک نہیں ہے وہ مسلح رستم ہیں۔ اور بیماری بیماری ہتیار لگاتے ہیں اگر ہم اپنا کافی بندوبست کرینگے۔ تو وہ ہمارے مقابل کچھ نہیں کرسکتے۔

تین۔ تو بہتر ہوگا۔ کہ ہم لوگ تلواروں سے ان پر حملہ کریں۔

محمد اسماعیل۔ جیسا موقعہ دیکھیں گے ویسا کریں۔ اور جو ہمارے اوسان راہبری کریں گے۔ ہم اسی سے مدد لین گے۔

صاحب ہم سب اس بات پر متفق ہو گئے۔ اور دوسرے روز ڈاکو ہمارے شامل ہو گئے۔ جن کی تعداد چھ تھی۔ جو مسلح اور معوی اور جسم ہے۔ لیکن انکی صورت پر بہت ہنقدی برسیا تھا۔ تیرا ٹو مال کے انکے ہمراہ تھے اور ہر ایک ٹو کے ساتھ ایک ایک دو دو ڈاکو ہے۔ ہمارا لکیر جمع ہوتا۔ تو شاید ہم اپنے اراستہ میں کھیا

اسکو خبری دیکھ لیا ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں اس جہدار کو ہزار گھنٹا شناخت کرونگا۔

میں۔ برائے خدا اسکا علیہ تو بیان فرماؤ شاید آئندہ مجھے کیسے کسی مقام پر لجاؤ تو میں ہی پہچان لوں اور دہو کہ کھاؤں۔ اور میں زیادہ تر سفر میں رہتا ہوں۔ پندرہ روز پہی شکل سے کسی مقام پر میرا قیام ہوتا ہوگا۔ قریب قریب ایک سال میں چوتھائی حصہ سفر میں گزر جاتا ہے۔ اور تم نے کس طرح سے انہر حلہ کیا۔

للو۔ حلہ نکرتا۔ لکھا کرتا۔ میں ہی اکثر سفر میں ہی رہتا ہوں۔ گورنمنٹ کی نوکری ہی ایسی ہے۔ کہ کوئی شخص ہی آرام سے ایک جگہ نہیں رہتا صاحب اس نے یہ جملہ معترضہ بیان کر کر اصل مطلب کو چھوڑا۔ لیکن میں نے پھر دریافت کیا کہ کچھ حلہ کی کیفیت بیان کرو جو اندرون اور بیادرون کو ایسی داستانیں سننے کا کمال شائق ہوتا ہے۔ اور جب تک نہیں سنتا ہے اسکا شوق اسکی طبیعت کو بے چین کرتا ہے۔

للو۔ ہنگون کی جامعیت میرے ہمارا ہوں سے قریب قریب۔ جگہ جگہ۔ اس لئے میں ہمیشہ نہایت اطمینان سے کہا کرتا ہوں کہ تم سب ہنگوں کے فرقہ

واقف کرونگا۔ مجھے تحقیق ہو گیا ہے اور معتبر ہنگ کی ہی زبانی سنا ہے کہ بہت سے ہنگ ہالوں میں رہتے ہیں۔ اب میں اسی طرف جانا ہوں والی ہالوں سے ملونگا۔ اور تمام ہنگوں کو گرفتار کرونگا۔ اگر اس میں فرق ہو تو مجھے لگو نہیں اٹو تصور کرنا۔ میں یہ بھی امید کرتا ہوں۔ میری اس کا بعد وائی سے ہالوں کا راجہ بہت خوش ہوگا۔ اور خجے معقول انعام دیگا۔

میں۔ (اپنے دل میں۔ کوئی دن جیو گئے تو سب کچھ کرو گے۔ پہلے اپنی جانکی توخیر مانگو) لیون صاحب وہ ہنگ آپ کو کہاں ملا تھا۔ اور میرے خیال میں تو بڑا بوقوف تھا۔ جس نے اپنا حال تم سے کہہ دیا۔ ورنہ ایک عالم میں شہور ہے۔ کہ ہنگوں کا بھید کبھی کسی نے نہیں پایا۔ للو۔ (مسکاکر) بھید نہ پانکی خوب کہی۔ یہہ نادانوں کی باتیں ہیں یہ جیسے تجربہ کاروں سے کوئی اپنا راز چھپا سکتا ہے۔ بیانی میں نے انکو دھوکہ دیا۔ یہ لوگ کہہ ہے کے موافق ہوتے ہیں۔ انکو عقل سے حصہ نہیں ملا۔ چاکر سائے طفل بکتب ہیں۔ ہاں غریب اور بیکس فرد نے قتل کرنے میں خوب مشاق ہیں۔ انکے اعق جہاں نے مجھے دھوکہ دینے کی غرض سے اپنا سہہ ملاں سے کہتا ہے۔ چھپا لیا تھا۔ گو اندر میرا تھا لیکن میں

میں گہرے ہوئے ہو۔ انکی کثرت دیکھ کر نہ گہراؤ
 دلیری و جرأت کو کام میں لاؤ۔ یہ لوگ پست
 محبت ہوتے ہیں۔ بہت جلد منتشر ہو جائیں گے۔
 بخدا انصف شب گزرنے پر ہم نے انپر حد کیا بہت
 سے ہنگ مارے گئے۔ بہت سے بہاگ گئے۔
 وہ بزدل جھوٹا ہی ہمارے مقابلہ کی تاب نہ لا کر
 روئے بغراؤ لایا۔ اور اسقدر لوٹ کا مال ہمارے
 ہاتھ آیا۔ کہ ہم حیدر آباد پہنچ گئے۔

صاحب آپ کو یاد ہو گا کہ یہ لتو بھوک اور کہان
 ملا تھا۔ اور ہم نے کسوقت کوئی کیا تھا۔ اسوقت
 مجھے اسکی باتیں سننے سے یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر
 ہم شب بہر اس جگہ قیام کرتے تو یہ ضرور ہم پر
 حملہ کرتا۔ مجھے اسکی لغو باتوں پر کبھی غصہ آتا تھا
 اور کبھی ہنسی آتی تھی۔ ہم لوگ لتو کی باتیں سننے
 چلے جاتے تھے۔ رفت رفت ایسے مقام پر پہنچے جہاں
 دو درخت تھے۔ اور مسافر انپر بوسیدہ و کھنڈ
 پارچہ باندھنا افضل خیال کرتے تھے۔ پھر باپ نے
 ان درختوں کو دیکھ کر ہم سب کو ہتیار کیا۔ کہ یہ
 ڈاکوؤں کا بھیل ہے۔ یہ بیان بہت صحیح تھا۔
 ڈاکو گھوڑوں کو چوڑ کر جمع ہونے لگے۔ حضور
 اس جگہ دیر نہ کرنا ہمارے واسطے اچھا تھا۔ میں نے
 اپنا رومال اپنی جیب سے نکالا۔ اور میرے
 باپ نے جو مستعد آمادہ کھڑا ہوا تھا۔ اسوقت

چہرہ دی۔ میں نے فوراً اپنا رومال لتو کی
 گردن میں ڈال دیا۔ اور جھلک جھٹکا دینے کے
 قبل میں نے اسکے کان میں کہا۔ اویا وہ کو بیچا
 کہ میں کون ہوں۔ میں وہ ہی امیر علی ہنگ خٹہ
 اپنا منہ رومال سے باندھا تھا۔ تیرے واسطے ملک
 الموت بنا ہوا کھڑا ہوں۔ میں نے اسوقت تیرے
 قتل کرنیکی قسم کھائی تھی لہذا اسے انجام کو پہنچاتا
 ہوں۔ گیارہ ڈاکوؤں کا رومال نے کام تمام
 کیا باقی تلوار سے قتل ہوئے اگر ہم اسجگہ ذرا ہی
 غفلت کرتے تو یہ دو گ ہم پر حملہ کرتے اور بہت
 ہنگ انکے شکار بجاتے اور بہت سے بہاگ جاتے
 لیکن میرے باپ کی تجویز کا رہی اور صاحب عقل
 نے ہمیں فتنہ کیا۔ ہم نے لغو کو اسی جنگل میں
 پہنچا دیا۔ اور اپنی اقبال مندی و خوش نصیبی
 پر بہت خوش ہوئے اور ٹوٹکھال ہی کافی ہاتھ
 آیا۔ کیونکہ جوقت ہم نے ٹوٹو نہر سے مال اتار کر
 ایکجا فراہم کیا ہے۔ تو تیرہ ہزار روپیہ نقد تھا۔
 اور اسقدر قیمت کا زرو جو اہر تھا۔ ہم وہاں سے
 آگے بڑھے۔ اور سیورہ کے قریب پہنچے تو ایک
 یورین ہمیں ملا۔ جو سفر کر رہا تھا۔ ہم نے سطلق
 خوف نکیا۔ اور اسکے شامل ہو گئے۔ اس خیال
 سے کہ بہت سے مسافر اس انگریز کے ہمراہ اپنی
 حفاظت کی غرض سے شریک ہو جاوین گے۔

اور ہم کسی پہلو سے انکو علیحدہ کر لین گے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ہم نے اس خیال سے کہ ہمارے جمع کثیر کو دیکھ کر صاحب بہادر کسی قسم کا شبہہ نہ کریں۔ اپنی جماعت کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک گروہ میرے باپ کی ماتحتی میں تھا۔ دوسرا گنیش کی۔ سافو اس انگریز کے ساتھ ہر طرح سے محفوظ تھے۔ نہ چور نہ کاکھٹکانہ رہز نوٹکانا خطر۔ اٹا کہانے پینے کی کمال تکلیف تھی۔ اس لئے ہم نے اسے محبت پیدا کی۔ اور اپنے شامل کر کے ترغیب دی۔ اور فریڈمیر باتون سے بخوبی اطمینان دیا۔ میں اب اپنے بیان کو زیادہ طول نہ دوں گا۔ صرف اس قدر کہنا کافی ہے۔

کہ چند منزل کے بعد سافو دن کا بہت بڑا گروہ ہمارے شامل ہو گیا۔ اور شرک اعظم کو چھوڑ کر پگ ڈنڈی کا راستہ اختیار کر کے جنگل و پہاڑیوں کو طے کرتے ہوئے چلے شکار پور کے قریب پہیل قرار دیا۔ آفس آدی اور اور کچھ عورتیں اور کچھ بچے وہاں قتل ہوئے۔ اور ایک گہری قبر میں دفن ہوئے۔ یہ مقام ویران بالکل سسنان تھا۔ رات کا وقت تھا چودھویں رات کا چاند بڑے آن بان سے افق آسمان پر جلوہ فاش تھا۔ میں نے ایک بچے کو قتل عام سے بچا یا تھا۔ میرا خائف گنیش وہاں موجود تھا۔

یہ بچہ قوم ہنود سے تھا۔ اور یہ ارادہ تھا کہ اسکو مسلمان کر کر اپنا فرزند بناؤں گا اور اسی سے مجھکو بہشت نصیب ہوگی۔ جبکہ اسکی ماں مر گئی تو یہ بچہ اسکی چھاتی سے ایسا چمٹا۔ کہ میں اسکے علیحدہ کرنے میں مجبور ہوا۔ کبھی روتا تھا۔ کبھی چیختا تھا۔ اور جب میں اسکے علیحدہ کرنے کی غرض سے اسکے پاس جاتا تھا۔ تو گالیان دیتا تھا۔ لاتین مارتا تھا۔ اور کٹاتا تھا۔ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ جس وقت یہ بغض و عناد ہو جائیگی۔ اور اس بچہ کو نظر نہ آئیگی تو خود بخود خاموش ہو جائیگا۔ لیکن صاحب میری یہ تدبیر بھی راست نہ آئی وہ اور زیادہ بے چین ہوا اور کسی پہلو سے نہ سنبھلا۔ نہ قسبی دلا سے سے خاموش ہوتا تھا۔ اور نہ ذرا سے دھمکانے سے خوف کہا تا تھا بڑا بھلا کہتا تھا۔ اور تھوکتا تھا آخر میں نے اسکو گود میں اٹھالیا۔ اس نے میرے منہ پر تھوک دیا۔ اور میرا کان دانتوں سے چبا ڈالا کہ اس تکلیف کی برداشت نہ کر سکا۔ اور خون پھینے لگا۔ میں نے غضبناک ہو کر جو فعل کیا اس کی حقیقت آپ کے سامنے کیا بیان کروں۔ میری تمام زندگی کے زمانہ میں یہ فعل سب سے زبردن تھا۔ جو کچھ میں نے کیا وہ سب یوانگی کی حالت میں۔ جسکو یاد کر کر کعبہ افسوس ملتا ہوں۔

مصنف - امیر علیٰ میں خیال کرتا ہوں کہ تینے اور سکوار ڈالا ہو گا۔

عین - ہاں صاحب میں نے اسکو قتل کیا۔ میں اسوقت بالکل بے حواس تھا یہ کام میرا تھا بلکہ شیطان کا تھا۔ جو مجھے اسوقت ہر طرح غالب تھا مصنف - امیر علیٰ نے اسقدر بیان کر کر اپنی آنکھیں بند کر لیں اور وہ از خود رفتہ ہو گیا۔ پھر کچھ اور بیان کرنا چاہتا تھا۔ لیکن منہ کیا کہ اس دردناک بیان کو نہ دے دے اور تھوڑی دیر بعد کہ عین - کیقدر وہ فزع کے بعدہ واقعی میری یہ حرکت مجنونا نہ تھی ایک ہنگ کے سوائے جو میرا گہوڑا پکڑے ہوئے تھا دوسرا شخص موجود تھا وہ بھی اسوقت میرے اس نالایت فعل کو دیکھ کر بیہوش ہو گیا۔ اور جب اتفاق ہوا تو چہنچہ لگا میں نے اسکو خاموش کیا۔ اور اس بچہ کی لعش کو اسی جگہ چھوڑ کر اور گہوڑے پر سوار ہو کر اپنے گروہ میں پہنچ گیا۔

صاحب میرا یہ فعل اس قابل تھا کہ میں جسٹس کے بیجور دریا ئے شور یا پھانسی پانیا سٹی تھا۔ مگر یہ بھی میری قسمت میں نہ تھا۔ وہاں تو میرے حصہ کی موت کی موت آچکی تھی پھر اسکا جابر نتیجہ کس طرح چھپر دراز ہوتا۔ تیسرے روز جب ہم چلے جاتے تھے کچھ سواروں کو کہنے اپنی عقب

میں آتے ہوئے دیکھا جس سے عین خوف پیدا ہوا ابا دایہ سوار ہمارے تعاقب میں نہ رہے ہوں۔ میں نے اپنے ہنگ کو ایک جامع کیا اونچی صورت پر خوف دہر اس بخوبی دکھائی دیتا تھا۔ میں نے کہا بھائیو ہر شیار ہو جاؤ۔ اگر یہ لوگ مخالفت کریں تو کچھ قحب نہیں ہے۔ جکی تعداد چالیس سے زیادہ نہیں ہے۔ میں آپ کے سامنے معجز بیان کرتا ہوں اگر میں اپنے گروہ کا سردار نہ ہوتا۔ تو میرے ہمراہی سب ہباگ جاتے۔ لیکن میں نے اطمینان دیا۔ اور کہا کچھ خوف نہ کرو۔ یہ سامنے جو گاؤں دکھائی دیتا ہے۔ یہاں کا پیشل ہمارا خیر خواہ اور سچا محسن ہے۔ ہماری امداد کرے گا۔ اور ہم بہت جلد وہاں پہنچ سکتے ہیں۔ مرد بنے رہو۔ یہاں سے کام لو۔ نامردی کا جامہ نہ پہنو۔ پس جو جو بہادر ہیں وہ میرے شریک ہو جائیں۔ ہم ان شیطان بچوں کو روکتے ہیں۔ اور جو اشخاص بندوق اپنے پاس رکھتے ہیں وہ دوسرے نشانہ بنائیں۔ میرے خیال میں یہ ہنگ پڑا رہی ہیں۔ جو نہایت ہی بزدل ہوتے ہیں اگر تم ذرا ہی مستعدی سے کام لگے۔ اور اپنے اوسان درست رکھو گے۔ تو وہ لوگ جوتہاڑے مقابل ہو گئے تھوڑے ہی عرصہ میں خاک و

خون میں لہڑے ہوئے نظر آئیں گے خوش قسمتی سے وہ راستہ تنگ تھا۔ اور دونوں طرف خاردار چارٹیاں تھیں۔ جب وہ اُردو قریب آگئے کہ ہم اُنے باتیں کر سکیں تو میں نے کہا کہ تم کون ہو اور کہاں جاتے ہو۔ تم ہمارے حبیب ہو۔ یا رقیب۔ اگر دوست ہو تو یہاں جانا چاہتے ہو خوشی سے چلے جاؤ اور اگر منافقت کا غرض سے آتے ہو۔ تو خبردار قدم آگے نہ بڑھانا۔ اگر اپنی خیر چاہتے ہو تو واپس چلے جاؤ۔ لیکن جس انکے افسر نے آگے بڑھ کر کہا کہ تمہارا سردار کون شخص ہے میں اس سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ یقین۔ میں ہی سردار ہوں۔ تم تنہا میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں جواب کافی دوں گا۔ اور اگر بلوے کے ارادہ سے مجھے تنہا بلاتے ہو اور تمہارے آدمیوں سے کوئی بھی آگے بڑھا۔ تو دیکھو میرا پیہر گر وہ جو دونوں بندہ وق بہرے ہوئے لیس کھڑا ہے۔ تمہارے ہیٹ سے آدمیوں کو عدم کا راستہ دکھلائیگا۔ وہ افسر تنہا آگے بڑھا۔ اور میں نے اپنے ہمارے ہمراہ سے کہا۔ جو وقت تم منامی بدگمانی دیکھو تو میرا مطلق خیال بکڑنا اور غیر ضرور کرنا۔

افسر۔ مجھدار صاحب آپ کو ہار کھا کر نے بلایا ہے۔ اس امر کو تمہارا دل بخوبی جانتا ہو

کہ کیوں بلایا ہے۔ بہتر اور مناسب یہی ہے کہ تم میرے ہمراہ چلو۔ وہاں انکو کیتھدر جمانا اور کرنا پڑیگا۔ میں قسیمہ کہتا ہوں بعد میں تم راکر مئے جاؤ گے اور کوئی باز پرس نہوگی یقین۔ میں نہ ٹھکر جانتا ہوں۔ نہ ٹھکر کھا کر کوہچاٹتا ہوں۔ جرمانہ اور انکی خوب کمی۔ میں تم جیسے آوارہ پنداریوں پر ترجیح دیتا ہوں اور قہقہہ لگاتا ہوں۔ میں بخوشی کہی تمہارے ہمراہ نہ چلوں گا۔ اگر مرد میدان ہو تو جو ہر شہادت دکھائو۔ اور سر میدان گرفتار کر کے لے جاؤ۔ بیہودگی کو چھوڑو۔ ہوش میں آؤ۔ لکھو باتیں نہ بناؤ۔ اور جس موقع نے قسیمہ بھیجا ہے اس سے ہار کر کہو۔ کہ اب تک کوئی شخص ایسا پیدا نہیں ہوا ہے کہ امیر علی کو جب تک دستخط ہے یا چند ہمارے میدان شجاعت کے خیر اس کے ہمراہ ہیں۔ گرفتار کر کے لکھو ایسی باتیں کہتے ہو جسے خرم نہیں آتی۔

صاحب اس احمق نے کوئی جواب نہ دیا۔ بعد ازاں گھوڑا بڑا کر چھپر تھوڑا سے چل گیا۔ کھینچتے یہ بھی خیال کیا کہ میں ایسے شخص پر چلے گا تا ہوں۔ جس نے اس فن میں کسی شکست نہیں پائی۔ صاحب پہر کیا تھا۔ میں نے چند وار روک کر جو جینٹو کا تہہ مارا تو

پکے راود کرد و دہ را چار کرد

وہ مد گھوڑے زمین پر گر گیا۔ میرے ہمراہیوں نے نعرہ کر کر بند و قین چلائیں جس سے ایک سوار اور گھوڑا اودرا۔ اگر میرے وہ ہمراہی جو جیتو کے کپ میں موجود تھے۔ اس وقت ہوتے تو میں ضرور انہر حملہ کرتا۔ اور فتحیاب ہوتا۔ اخوس میں اکیلا کیا کر سکتا تھا وہ لوگ اپنے سردار اور ایک سوار کے مارے جانے سے اسی مقام پر رک گئے۔ اور ہم آہستہ آہستہ وہاں سے چلے گئے۔ لوگ بھی ہمارے عقب میں گولی کے نشان سے بچتے ہوئے چلے آتے تھے۔ اس غرض سے کہ جب میدان صاف نظر آئیگا تو ہمہر حملہ کریں گے۔ رفتہ رفتہ ہم اس گاؤں کے قریب پہنچے جکا پتہ نشان و پٹیل سے ملاقات ہونا اپنے ہمراہیوں کو بتاتا تھا۔ ہم نے گاؤں کے اندر داخل ہونے کی بہت کوشش کی۔ لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ یہاں میدان صاف تھا۔ اس لئے غنیم نے ہمہر حملہ کیا۔ اور میرے ہمراہی کچھ بہاگ کر گاؤں میں داخل ہو گئے۔ اور کچھ بہاگنے کو تھے میں نے آواز بلند کہا۔ بہائیں نہ کر بہت جست باند ہو۔ اگر ہم باہمی اتفاق سے اپنے گردہ کی بینا مضبوط بنائے رکھیں گے۔ ہر کبھی زبان نہ پہنچے گا۔ اور اگر سب متفرق ہو کر علیحدہ ہو جائیں گے تو جان

مال و در لکھا خوف ہے۔ دیکھو وہ فل و شور مچاتے چلے آتے ہیں۔ سنبھلو سنبھلو۔ اگر موت ہی آگئی ہے تو کسی مقام پر بھی جان نہیں چم سکتی اور اگر زندگی ہے تو کوئی قتل نہیں کر سکتا۔ پھر نامردی کو کام میں لانا۔ اور بہاگنا کو نسی لانا میری اس گفتگو سے بہادر و نکی رگون میں خون جواں مردی خوش مارنے لگا۔ اور دشمن کے مقابلہ پر کھڑے ہو گئے۔ اور بہت سے رو بفرار لائے۔ آخر نے انکا مقابلہ کیا۔ تین آدمی گردہ مخالف سے قتل ہوئے۔ ایک آدمی ہار مارا گیا۔ ایک پرچی سے چھ گیا۔ ایک زخمی ہوا۔ اس سے میرے ہمراہیوں کا جی چھوٹ گیا۔ جو لوگ گاؤں میں داخل ہو چکے تھے۔ انکا سردار محمد اسماعیل تھا۔ ہم بہاگنے ہی کہتے کہ میرا بوڑھا باپ محمد اسماعیل بہت سے سواروں کو ہمراہ لیکر گاؤں کے دوسرے دروازہ سے اپنی وضع بد لکر نکلا۔ اسکی صورت دیکھ کر ہمارا غنیم علیحدہ ہو گیا اور ہم باسانی گاؤں میں پہنچ گئے۔ یہ لوگ گاؤں کے ہر چار طرف ہماری تلاش میں پھرتے رہے۔ اور دوپہر تک نظر کیا۔ جب ہم میں سے کوئی بھی باہر نہ نکلا۔ تو عیور ہو کر واپس چلے گئے۔ مگر یہاں کے پیش کو اس پناہ دہی کا مساعد و نہایت زیادہ دینا لازمی آیا۔ کیونکہ پیش نہ گاؤں کے دروازے بند کر دیئے

اور کہا کہ جب تک ایکہزار روپیہ ادا نہ کر دے گی یہاں سے ایک قدم نہیں اٹھاسکتے۔ یہ امر میری رائے کے خلاف تھا۔ لہذا غصہ کی حالت میں میری ارادہ کیا۔ اس گاؤں کو چند لڑکوں کے غلہ و مل پر غارت کر دوں میں اپنے اس ارادہ میں بہت آسانی سے کامیاب ہو سکتا تھا۔ مگر میرے بڑے باپ محمد اسماعیل نے روک دیا اور کہا کہ یہاں ہر ایک آئین مروت کے خلاف ہے۔ اور آئندہ کوئی شخص پناہ دینے کا نام نہ لیگا۔ اپنے دل میں انصاف کو مناسب یہی ہے کہ جتنے روپیہ پیش طلب کرتا ہے ادا کر دو۔ پس ہم روپیہ ادا کر کر شام کی وقت اس گاؤں سے باہر نکلے۔ تہیہ ارادہ ہوا۔ کہ بہت جلد دو تین منزلیں طے کرنا کہ ہمارا غنیمت ہمارا عقب نکلے گا۔ اس معرکہ کی بہت دور تک شہرت ہو گئی تھی۔ لیکن ہم سے کسی مقام پر روک ٹوک نہیں ہوئی۔ بعد میں ہم نے سنا کہ ہمارے کو جو وقت اپنے گرد و کاشکست کہانا دریافت ہوا۔ تو نہایت رنجیدہ ہوا۔ اور ان لوگوں کو یکے پر غصہ کر دیا۔ وہ بدلتی ہوئی اور بہت آدمی اسی قابل تھے اور آئندہ جہد کیا کہ جس مقام پر پہنچو نہ کو دیکھو نہ لگا۔ زندہ بچو نہ دنگا اس نے اس قول کو جہاں تک اسکے امکان میں تھا پورا کیا۔ مگر ہم ہمیشہ اس پر قہقہہ لگاتے رہے

صاحب جس مقام پر مجھے مافوق النکوت قتل کیا تھا وہاں چرواہوں کا گزر ہوا۔ انہوں نے اس بچے کی غصہ کو دیکھا اور وہاں کے مجسٹریٹ سے اطلاع کی غالباً تحقیقات ہوئی ہوگی۔ اور ان غصہ میں برآمد ہوئی ہوں۔ آلا ہمارا حال کیسے معلوم نہیں ہوا۔ گنیش بھی خوش قسمت رہا۔ اور اس نے مسافروں کی ایک بڑی جماعت کو فریب دیا۔ جس میں ایک مجدد تھا۔ جسکے ایک ہاتھ نثار تھا۔ اور معہ بال بچہ کے سفر کر رہا تھا۔ یہ تو حضور کو معلوم ہے کہ ہم ایسے آدمی کو جسکا کوئی عضو بیکار ہو گیا ہو۔ اپنی آسامی بنانا یا اسے قتل کرنا جائز نہیں سمجھتے۔ لیکن گنیش کی بات جو کچھ کیفیت میں نے سنی ہے میں اسکا بیان آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔

گنیش۔ میرا صاحب اس مجدد کے قتل کرنے کے بارہ میں میرے بہت سے ہمراہی مانع آئے۔ اور کہا کہ اسکا ایک بازو بالکل نہیں ہے۔ یہ قربانی کے قابل نہیں ہے۔ اور ہوائی اس کو قبول نہ کریں گے۔ میں نے جواب دیا۔ واقعی اسوقت اسکی وہ ہی حالت ہے۔ جو تم بیان کر رہے ہو۔ لیکن یہ شخص ان کے مہیٹ سے اس طرح پیدا نہیں ہوا۔ اگر قدرتی اسی صورت سے پیدا ہوا کہ آپ کہتے ہیں ہوتا۔ تو ہم کہیں اس کو

قربانی کے قابل تصور کرتے۔ یہ تو اس کے
اعمالوں کی مناسبت ہے۔ جو وقت کا بہت سے ایک
فعلوں کا حساب لیا جاویگا۔ اس وقت اسکے
دونوں ہاتھ ضرور موجود رہ گئے۔ لہذا اب اسکو
اس مصیبت و تکلیف سے ہی نجات دینا واجب
ہے۔ دوسرے امیر علی کے سامنے کیا نہ کہا میں
میں۔ اور خالی ہاتھ کیونکر جائیں گے بڑی محنت
بجٹ کے بعد یہ معاملہ طے ہوا۔ لیکن اس عہد آ
کے قتل پر پہرہ بھی کوئی راضی نہیں ہوا۔ اور نہ
کسی نے ہاتھ لگایا۔ اسکو خاص میں نے قتل کیا
اور خود ہی دفن کیا۔ باقی لوگوں کا اور دن
کا کام تمام کیا۔ لیکن جیسے کمال افسوس ہوا۔ اس
مقتول جعدار کے دو حسین و دلکش تئیں جنہوں
نے اس باغ ہستی میں کچھ ہی نہ کیا تھا۔ اگر
میرے دو ہمراہی انکو اپنی زوجیت میں لانا بہ
فرشتی سے پسند کرتے تھے۔ مگر انہوں نے منتظر
نہیں کیا ہائے غضب وہ ہی قتل کر دی گئیں
صاحبِ جوہر ہم ساگر نیچے میں ڈالیں
ہمارے شامل ہو گیا۔ اور آئندہ کا سینہ
کہ اب کس طرف چلنا مناسب ہے۔ لہذا
شہرت قرار دی گئی اور شکون کے لئے
جو شامی حد باد ہوئی۔ ہم سرکارِ اعظم کے
- - - - -
درج کیا جانے والا ہے۔ اور مجھے

سید اجا لون ملا گیا۔ اور ہمارا گروہ و جھون
میں تقسیم ہو گیا جو ایک منزل کے فاصلہ پہنچے تھے
تھے۔ اگر ہم سب خمریک ہو کر سفر کرتے۔ تو خشیہ
کی حالت میں گرفتار ہو جاتے۔ کیونکہ یہ ملک
اب انگریزوں کے قبضہ میں تھا۔ اور انگریزوں
ملاوٹ کا جو رہا بہت ہی پہلے ہوا تھا۔ ایسویں
سے ہر ایک مقام پر مجھے سوالات زیادہ کئے
جاتے تھے۔ ہم کبھی نوٹ دیکر اور کبھی رشوت دیکر
اپنا کام نکال لیتے تھے گو کہ اس گرد و نواح میں
معتقل فائدہ نہیں ہوا۔ لیکن کوئی دن ایسا
نگذرتا تھا کہ ایک دوسرا ہمارا شکار نہ بنتا تھا
اب میں اس دردناک داستان کو آپ کے سامنے
بیان کرتا ہوں۔ حکمی یا دین کبھی فراموش نہیں
کر سکتا۔ ریاست بلکرمین جو اکلہرہ گاؤں ہے
وہاں میرے سوتھیادوں نے مجھے بیان کیا کہ
ہم نے چند مسافروں کا پتہ لگایا ہے۔ جو چند
کوس کے فاصلہ پر ایک گاؤں میں جا بیٹھے
ہیں انکو ٹھہگون وڈاکو وڈکافوف راستہ
میں بنایا ہے اس لئے انہوں نے ہمارے سفر
کو نیکی خواہش کی ہے اور انکو پورا اطمینان
ہو گیا ہے۔ پس مجھے یہی جواب دیدیا ہے
کہ تم ہمارے سردار سے اپنی التجا کرو شاید
وہ مشہور کر لیں ورنہ ہم مجھ پر مین۔ لہذا

شام کے وقت کچھ سا آراپ کے پاس آئیں گے۔ آپ بنی جلد باتیں طے کر لیں۔

صاحب آفتاب کے غروب ہو چکے قبل ایک سو تہیادہ آدمیوں کو اپنے ہمراہ میرے پاس لایا اور میں انھیں اطلاق و محبت و الفت سے پیش آیا اور میں نے منل اپنے سونہیاؤں کے ہنگوں وغیرہ کا خوف اور گود لایا۔

ایک (خوفزدہ ہو کر) میں نے آجک کوئی ہنگ نہیں دیکھا ہے اور نہ اس علاقہ میں ہے۔ مگر اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ ہنگ اس علاقہ میں آتے جاتے فردہ میں میرے یقیق خسر کے وہی لوگ قاتل ہیں۔

میں۔ یہاں اسکی حقیقت بیان کرو۔ بدہ اتھ کیونکر ہوا۔ کیا اسکا مفصل حال تمہیں معلوم ہے مسافر۔ (نوداد) میں اس زمانہ میں بچ تھا۔ جو کچھ میں نے لوگوں کی زبانی سنا ہے وہ معلوم ہے گاؤں کے بزرگ اس حال سے بخوبی واقف ہیں اور اس داستان کو بڑی دلچسپی اور دلورجی سے بیان کرتے ہیں میں تمہاری اپنے منہ بولے خسر سے ملاقات کرو اور دنگا اور میں یہ یہ امید کرتا ہوں کہ وہ بہت خوشی سے اس داستان کو بیان کریں گے۔ جس سے آپکی طبیعت پُرک جائے گی۔

صاحب ہنگ کے حالات اور انکے واقعات سے مجھے زیادہ کون واقف ہوگا۔ لیکن میں نہیں خیال کر سکتا۔ کہ خود بخود میری طبیعت ان واقعات کے سننے کی طرف استعد کیوں راغب ہوئی۔ جس کا مجھے کمال اشتیاق تھا۔ غرض کہ میں اس آدمی کے ہمراہ اس کے گھر گیا۔ اور صبح ارادہ کر لیا۔ کہ اسکے خسر کی زبانی اس داستان کو سونگا۔ اس امر کی مجھے خبر نہ تھی کہ میں جس شخص کے ہمراہ جاتا ہوں میرا حقیقی بیٹا ہے۔ آفتاب غروب ہو گیا تھا۔ چوبائے مغل سے واپس آ رہے تھے۔ اور ساک استعد اڑ رہی تھی۔ کہ ایک مکہ راہر غلیظ ابر نظر آتا تھا۔ غل دشواری بہت تھا۔ فعیل ہی شکل سے نظر آتی تھی۔ لیکن میں آگے ہی بڑھ چلا جاتا تھا۔ اور اس گلی کو پو سے گزرتا تھا مجھے یہ خیال ہوتا تھا کہ میں کہی اس راستہ سے گزرا ہوں۔ بعض بعض کے نام یہی جانتا تھا۔ خاص اس مقام کو جہاں تکیہ تھا اور اسکے گرد ایک چوٹا سا باغچہ تھا اور وہاں فقیر بیٹھا ہوا تھا اس مقام کو اور اس سائیں کو دیکھ کر میں عرض نہیں کر سکتا جو کچھ میری طبیعت کی کیفیت ہوئی۔ اور اس قسم کی کشش ہوئی تھی کہ یہ کوئی دوست قدیم یا بزرگ ندیم ہے۔ لیکن زمانہ کی ناہنجاری اور دور کی ناچارگی اسکی مہربانیاں اور اسکے ملوک میرے دل سے پہلا دیے۔ میں نے

ہوا۔ کہ کبھی خواب میں اس آبادی کو دیکھا ہوگا یا آوارہ گردی کے زمانہ میں کسی دقت و بچار روزِ بیان قیام رہا ہوگا۔ کچھ گفتگو کے سدا کے بعد میرے نئے دوست نے اس ضعیف شخص سے میری خواہش اور میری تنہا اسکے سامنے بیان کی اور کہا کہ مہربانی سے پیرخان والی داستان مفصل بیان کیجئے۔

باب بیست و تیسواں

جو وقت اس ضعیف آدمی نے میری مدارات سے فرصت پائی۔ تو اس لڑکی کے والدین کی دروگاہ کہانی جسکو اس نے بھٹنے کیا تھا بیان کرنی شروع کی۔ جو میرے نئے دوست کے بیان سے کس قدر خلاف تھا۔ اور اس بیان سے ہلکے لکی کا بیانی کا بہت بڑا حصہ پایا جاتا تھا۔ جو مجھے ہر وقت تعجب و حیرت میں ڈالتا تھا۔ اور مجھے اُن لوگوں کی جستجو ہوئی۔ کہ وہ افسر ایسا کجا ہوا کون تھا میں نے خیال کیا کہ میں اس واقعہ کی کیفیت اپنے بوڑھے باپ سے دریافت کر دوں گا۔ اور شاید اس لڑکے کی کوئی خبر مجھے ملے۔ اگرچہ تعجب نہیں ہے کہ وہ لڑکا ہمارے ہی گروہ میں شامل ہو۔ یا میں ہی ہوں۔ مگر یہ خیال ایسا تھا جکا اثر انداز میری طبیعت پر مطلق نہ رہا۔ میں نے اس بارے

خواہش کی کہ اس فقیر سے کچھ گفتگو کروں۔ اور حرفِ مطلب زبان پر لاؤں۔ بیکایک سحرِ خیالات نے مجھے ہوشیار کیا کہ دیکھہ صریح غلطی کرتا ہے۔ تو بیان کر چکا ہے کہ میں کبھی اس گاؤں میں نہیں آیا ہوں۔ اب جو اسکے خلاف کر دیکھا تو پشیمانی اُٹھایا شبہ کی حالت میں گرفتار ہو جائیگا۔ اور بنا بنایا رنجِ تیرہ ہاتھ سے نکل جائیگا۔ غرض کہ میں شہر میں داخل ہوا۔ ہانار۔ چوٹی مسجد۔ کوتوالی۔ مہادیو جی کا مندر۔ جسکو میں بخوبی جانتا تھا نظر آئے جب میں ایک مکان کے قریب سے گزرا تو میرا دل بہت ہی خوش ہوا۔ گو کوئی نئی بات قابلِ تہمتی لیکن مجھے یہ خیال ہوا کہ میں کسی عرصہ تک اس مکان میں رہا ہوں۔ اسپر ہی میں خاموش رہا۔ میرے ہمراہی نے میرے تعجب اور حیرت کو اس وقت نہیں دیکھا جو میری صورت سے ہویا تھا۔ اب میں اپنی ہمراہی ہدیہ کے گھر پہنچا اور وہ مجھے بٹا کر اپنے خسر کو بلانے گیا۔ جو وقت وہ ضعیف شخص جسکے چہرہ پر تجزیہ بیان پڑی ہوئی تبیین۔ صورت تبدیل ہو گئی تھی پہر ہی میں نام لیکر آواز دینا چاہتا تھا۔ کہ میرے پیارے رحیم خان آؤ۔ لیکن میرے دوست نے جسکے میں ہمراہ آیا تھا۔ اسکا نام فتح محمد ظاہر کیا۔ مجھے مجبور خاموش ہونا پڑا۔ اور اپنا خیال غلط تصور

(جس کا نام فتح محمد تھا) دریافت کیا۔ آپ
نہ اس لڑکے کو آئندہ دیکھا یا نہیں۔ اور اس کا
کچھ حال سنایا نہیں۔

فتح محمد۔ نہیں بن گئے کبھی دیکھا اگر وہ بچہ
زندہ ہوگا۔ تو اس وقت قریب قریب تمہاری
عمر کے برابر ہوگا۔ ہوا کے جھونکے سے جو چلنے کی
روشنی کا عکس میرے چہرے پر پڑا تو میرے خط
خال کو دیکھ کر فتح محمد چونکا اور کہنے لگا کہ میں اس
صورت و شکل کو کبھی پہلے دیکھا ہے اور میرا دل
شہادت دیتا ہے کہ تم ہی اس مقتول کے بیٹے ہو
راست راست بیان کرنا۔

صاحب اسکی محبتانہ باتیں اور اسکا بغور دیکھنا اور
میرے خیالات اور کچھ کچھ میری یاد اور ظاہری
اسباب بخوبی ظاہر کر رہے تھے کہ میں یوسف خان
کا لخت جگر ہوں۔ میرا ارادہ ہوا کہ اپنے کو ظاہر
کروں۔ کاش اگر میں اب کرتا تو کیا اچھا ہوتا
بیگن ہون کے فون کرنے سے نجات پاتا۔ لیکن تقدیر
سے مجبوری ہے۔

مقتد کا لکھا مشاہدہ کیا

فطرت اور بری مکار طبیعت نے فدا میرے
نیال کو تبدیل کر دیا۔ اور میں نے لا پرواہی
سے جواب دیا۔ آپکا خیال غلط ہے میرا باب
ب تک زندہ ہے گو میری ماں مر گئی جس کی

مجھے یاد نہیں۔ ہم قوم کے سید ہیں۔ اور بہت
دور کے رہنے والے ہیں آپ اپنے مقتول دوست
کو بیان بتلائے ہیں۔

فتح محمد۔ (بابوس ہو کر) میرے غلط خیال کو
سنا کیجئے۔ میری ضغنی کی وجہ سے میری بیٹائی
نے غلطی کی ہو (میرے لئے ریفق سے غصہ ہو کر)
بیٹا بغور دیکھو تو وہی کہہ لے ہمارے ہمارے صورت
شبہات تمہاری بیوی سے کھڑی ہے۔

ریفق۔ میرے بزرگ برتر زمین بڑی دیر سے متحیر
ہوں اور روت روت قلب میں ہوں کہ حضرت کی شبہات
اس قدر کیون ملتی ہے۔ میں اول ہی وقت دیکھتے ہی
متعجب ہو رہا تھا۔ لیکن اب معلوم ہوا کہ وہ خیال
غلط تھا غالی دہم ہی دہم تھا۔

عقین۔ اے پیارے شفق تھے جب سے بیان کیا
تھا کہ پیارے بیان ایک سنگ خاص صفت سے مراد
ہے۔ جس پر کسی قسم کا سایہ اثر نہیں کر سکتا۔

ریفق۔ اسکی صفتوں کی جفہ تو صیف کچاؤ
کم ہے۔ میرے ہمارے صداقت قبلہ و کعبہ سے
فرمایا لیجئے۔ میں نے ہرگز ہمارے نہیں کیا ہے۔

فتح محمد۔ میر صاحب سچ یوں ہے کہ میں غصہ
تغویہ و نقش دیکھے لیکن اسکی صفت سے کسی نے ہی
مقابلہ نہیں کیا۔ اس میں جو فرمایاں ہیں وہ بیان
نہیں ہو سکتیں۔ جس شخص کے گلے میں یہ سنگ ہوتا ہے

وہ برہنہ سے محفوظ رہتا ہے۔ نہ نظربہ کا خوف نہ پری وجہ و اسبب کا قطر۔ نہ کسی بیادگی غرر۔ ماسدہ و درہا لگتا ہے۔ کیسا ہی دشمن ہو وہ بھی سکی برکت سے دوست بن جاتا ہے۔

عین۔ واقعی یہہ سکے کیا ہے خدا کی قدرت کا نمونہ ہے بیش قیمتی انسانہ روزمانہ ہے وہ شخص نہ خوش قسمت ہے۔ جسکے پاس یہہ حوزہ جان موجود میرے ہی ایک بچہ موجود تھا۔ ایک فقیر نے ایک روز جبکہ میں گھر پر موجود نہ تھا اگر کچھ سوال کیا۔ میری بیوی نے اسکا سوال پوچھا کیا۔ پس اسکی دعا اور نظربہ سے وہ بچہ جسکی عمر بلخ سال کی ہی تھی جو وقت میں نے اپنے گھر پہنچ کر اس واقعہ کے دوز سینہ سوز کا حال سنا تو آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ میری کیا ناگفتہ بہ حالت ہوئی ہوگی۔ بعد میں کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا۔ صرف ایک لڑکی موجود ہے جسکی ہر طرح سے خبر گیری کی جاتی ہے۔ میں نے بہت ہی جستجو کی اور وہ یہہ ہی صرف کیا لیکن کوئی تعویذ کسی کامل فقیر سے نہیں ملا۔ میری لڑکی اکثر تیرہ مہینے ہے۔ اور شب کو پریشان خواب دیکھتی ہے میری یہہ ہی خواہش ہے۔ کہ ایسا ہی کوئی تعویذ پھر اثر جیسی خوبیاں اپنے بیان کی میں مجھے ہی بجا و فتح محمد۔ پیدا کنندہ پر بہرہ رسد رکھو۔ اس سے کہی یا یوس نہونا چاہئے۔ انسان کا اعتقاد اور خیال

درست ہونا لازمی ہے۔ پھر وہ ضرور کامیاب ہو جاتا ہے۔ تباری خواہش ضرور پوری ہوگی۔ عین۔ واقعی تا پکار شاد بجا و درست ہے ضرور کہی نہ کہی میری دعا قبول ہوگی۔

صاحب اس وقت میرا دل خود بخود دھیر آیا۔ عین نے رخصت چاہی لیکن میرے رفیق نے کہا میں بھی تمہارے ہمراہ چلنا ہوں۔ میں نے راستہ میں دریافت کیا۔ کیا تم اپنے سفر کا سامان درست کر چکے ہو۔ اہل کل علی الصبح ہمارے ہمراہ سفر کرنے کی واسطہ تیار ہو گئے۔ ہم لوگ آفتاب کے نصف النہار پہنچنے کے قبل سفر کا بہت سا حصہ طے کر چتے ہیں رفیق۔ میں آپکو جسکی وقت زیادہ انتظار کرنے کا موقعہ نہ دے گا۔ کیونکہ کل بھوکا ایک دور دورا راز اور سخت منزل طے کرنی ہے۔

صاحب یہ لیکر میرا رفیق جیسے جدا ہوا۔ اور میں غصہ میں نہ پہنچ کر اپنے بستر خواب پر لیٹا ہوا۔ اور اپنی دل سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ اب مجھے وہ تعویذ ملے گا جسکی مجھے ایک عرصہ سے تمنا تھی۔ اور میری لڑکی پہنکر آئندہ ہر بلا سے محفوظ رہے گی۔ اور میری بیوی بیوی غصہ اسکو دیکھ کر بہت خوش ہوگی۔ اس وقت تھک کر لگی۔ اس کے مقابل میں زرد جواہر کو سہجے بھیجی اسی آدمی نے میں خود کی کاغذ لکھا۔ اور پھر غم خیز نہی۔ ان صبح کے وقت جب میں نے اپنے ہمراہ

دن کا۔ ورنہ کل۔

لالو۔ بہت بہتر۔ لیکن میرے خیال میں آج ہی یہ کام کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ شگون میں کچھ نہیں ہوا۔ اس لئے میں اتنی ہی کرنا چاہتا ہوں۔ گو خیر کا مقام نہیں ہے تاہم جلدی کرنی نہیں چاہیے کہ قبیل کارے شیاطین پرورد

میں۔ اچھا ہم اپنا کام باقاعدہ کر دیں گے۔ غیب کے وقت بیٹھو مگر روانہ کر دیں گے۔

صاحب اس عرصہ میں ہمارے چپ کی آزمائش کے لئے پاس پہنچ گئے۔ معمولی سلام علیک کے بعد ہم نے اپنے پاس سے ہمارے شریک پر کربستہ دیکھی سے اپنی خبریں پر پہنچے راستہ میں کوئی مقام ایسا نہ ملا کہ وہاں میں چہنی دیتا شام کے وقت میرے لئے رفیق (یا میرے بہنوئی) نے مجھے کہا کہ کل کے منزل میں جنگل سسنان نہ آبادی کا نام و نشان نظر آیا۔ لہذا اور ڈاکوؤں کا خوف دل دہلا۔ بچا۔ بشارت

خبردار دہنا اس شب کو سنبھلے میرے غم میں آرام کیا۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ اس عورت کا چہرہ دیکھوں جسکے گلے میں وہ نادر سنگے لیکن میں اپنے امداد میں ناکامیاب رہا۔ خوشی چھو کہ تھی کہ میں کل کسی وقت اس عورت کو قتل کر کر اس سنگے کو اپنے قبضہ میں لاؤں گا۔ جناب شاید آپ کو میرے اس خیال پر تعجب ہو گا۔

سفر پر آمادہ ہونے کا فیصلہ ہوا ہے۔ تو میری آنکھیں کھلیں اور میں نے اٹھ کر اور دھوکہ کرنا شروع کر دیا۔ اور خیر سے باہر آیا اور دیکھا کہ سہاگ تیار ہیں۔ لیکن میرا بارافتی موجود نہیں ہے۔ لالو۔ (ایک بیٹھو کا بل اعتبار بنا) کیا اب ہم لوگ آگے بڑھیں۔

میں۔ تھوڑی دیر توقف کرو سچے اس گاؤں سے کچھ بیج کی امید ہے۔ جنہوں نے علی الصبح انہی کا وعدہ کیا تھا مگر وہ چڑھتا آتا ہے اس لئے لیکو انکے پاس بیٹھنا مناسب ہے۔

لالو۔ جہدار صاحب وہ کل دوسرے رفیق ہم فرو انکا انتظار کرینگے میں ایک آدمی کو بھیجتا ہوں کہ وہ جلد آبادین یہہ تبتائیے کہ وہ کتنی دیر میں۔ ایک آدمی اور ایک اسکی بیوی تو ضرور ہیں باقی کی تعداد معلوم نہیں۔ وہ عنقریب آیا پاتے ہیں۔

صاحب اس آدمی نے جسکو لنگے پاس روانہ کیا تھا تھوڑے عرصہ میں یہہ خبر دی کہ وہ آئے ہیں اور جیکو گاؤں کے صدر دروازہ پر پڑے ہوئے ملے تھے۔ دو عورتیں ٹوٹن پر سونہ میں ایک پیادہ اور تین جہان مسخرین۔

میں۔ بیانی لالو بیٹھو میں سے کہہ دو کہ اگر آج کوئی اچھا موقع راستہ میں ملے گا۔ زمین آج ہی چہنی

آپ ہندوستانیوں کے خیالات سے واقف نہیں
 میں وہ کیسے مکانات میں رہتے ہیں ہوا کی کیفیت
 ہو چکا خیال کہی انکو نہیں ہوتا۔ بچے کی بیماری
 پر کہی حدت اُتارتے ہیں۔ کہی کسی پر کی نیاز
 قبولتے ہیں کہی نظر بستہ ہیں۔ کہی مسان کا
 تعویذ تلاش کرتے ہیں۔ کہی کسی ہسیا۔ یا کسی عزیز
 کے بچے کے کپڑے ملاتے ہیں۔ رائی دنک اُتاتے
 ہیں۔ چار۔ کہار۔ کوئی وغیرہ وغیرہ کو سیا بھکر
 تلاش کرتے ہیں۔ کوئی آسیب بتلاتا ہے۔ کوئی
 سید پیر کا جیسا۔ غرض کہ وہ وہ فعل کرتے ہیں جو
 ناگفتہ بہ۔ اگر ان خراب عقائد کی پوری پوری
 تشریح کی جائے۔ تو ان لغویات سے لطف قصہ
 خیر باد ہو جائیگا۔ اور ناظرین فسانہ کا دل اچٹ
 جائیگا۔ بس اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ میں نے
 کیا بیہو وہ کام کیا ہے اسی کے باعث سے اپنے
 پر ہزار نفرین بھیجتا ہوں۔ اس گناہ عظیم سے میرے
 دامن پر ایسا دہانا لگا ہے۔ کہ جو قیامت میں ضرور
 اپنا رنگ لائیگا۔ اور جو جو جہیہ ظلم توڑے جائیں
 میں انکا سزا دار ہوں۔
 صاحبِ قلم۔ امیر علی کیا درحقیقت تم نے
 اس عورت کو صرف ایک سکہ کے حامل کرنے کی
 نیت سے ہلاک کر ڈالا۔
 میں۔ خداوند اقبال کو رکھا اور اسکی کیفیت

حضور کے سامنے بیان کرتا ہوں۔ بلاو آدھی
 رات کے بعد میرے پاس آیا۔ اور عجیبے درپٹ
 کیا کہ یہ پہلی جو میرے ہمراہ ہے اسکو رخصت
 عین۔ بہائی گویا۔ (بھائی کا نام تھا) فردر جاؤ
 دیکھو تھوڑے سے فاصلہ پر ہمارے کام کا جنگل
 ملیگا۔ کوئی اچھا موقع دیکھ لینا۔ اور اتنی بڑی
 قبر تیار کرنا۔ جس میں چہہ نشین آجائیں۔
 گویا۔ بہت بہتر۔ یہ تو آپکو تحقیق ہے
 کہ جنگل فردر ملیگا۔ جس طرح پہلی منزل آباد تھی۔
 اس طرح یہ غیر آباد ہوگی میں کچھ نگاہ ایسی جگہ
 بسیل بناؤنگا کہ کسی پہلی نے آج تک ایسی نہ بنائی
 ہوگی۔ اور وہاں کوئی شخص خلل انداز نہوگا۔
 عین۔ واقعی میں نے معتبر شخصوں کی زبانی سنا
 کہ اس منزل میں آبادی کا نام و نشان نظر نہیں آتا
 گویا۔ تو میں اسوقت روانہ ہوتا ہوں۔
 میرے خیال میں جتنے نزدیک کوئی جگہ پسند
 کیجاوے اسقدر بہتر ہے

عین۔ اچھا جاؤ۔ تمکو اجازت ہے۔ صاحب
 جس وقت شب کے تین حصہ گزر چکے اور صبح ایک
 ہی حصہ باقی رہ گیا۔ تو ہم ہی روانہ ہو گئے۔
 اور اس ویرانہ جنگل میں پہنچے جکا ذکر میں پہلے
 بیان کر چکا ہوں۔ اندھیری رات۔ ہو کا مقام۔
 بان بادند کے جو کے بڑی تیزی سے چل رہے تھے

اور ہمارے گھوڑوں کے ناپون کی آواز پڑی
قوت سے اس پٹیل اور کف دست میدان میں
گونج رہی تھی۔ اس وقت سارے سواری بڑی جگہ
دک سے روشن تھا اور میں اپنے پہلی کو بہت
غور سے دیکھ رہا تھا۔ تھوڑے سے فاصلہ پر مجھے
لوہے کے ٹکڑے جیسا ہوا نظر آیا۔ میں نے اپنے عمارہ
میں پوچھا۔ کیوں بھائی سیل بانجھی۔

گوپال۔ ہاں صاحب بانجھی۔ سب کام تیار ہے۔
تین۔ کس قدر فاصلہ پر۔

گوپال۔ بہت قریب۔ بیان سے چپاں تھا
کے فاصلہ ایک خشک نالہ ہے۔ اور اس کے برابر
دوسرا نالہ اُسکا معاون ہے۔ وہ جگہ بہت اچھی
ہے۔ اور وہیں سیل بنائی ہے۔

تین۔ تم بڑے ہوشیار ہو۔ اور تم اپنا کام
بہت عمدگی سے انجام دیتے ہو۔ اب تم میرے قریب
رہو۔ جو وقت میں گھوڑے سے اتر دوں تم اہلی
خیال پکڑ لینا۔ مجھے ایک خاص چیز ایسی لینی ہے
میں میں میں دوسرے کا اعتبار نہیں کر سکتا۔ یہ
ہمک میں نے اپنا گھوڑا روکا۔ اور تھوڑے عرصہ
بن سب لوگ مجھے لگے۔ میں گھوڑے سے
ترا اور اپنے رفیق سے کہا۔ یہ بڑے ٹکڑے نہایت
اچھے ہیں۔ جسے میرے گھوڑے کو بیکار کر دیا۔
در ایک نالہ اُسکا داتا مارا۔ اس لئے میں

اب پیدل چلوں گا۔ پہلا یہ تو بتاؤ یہ کونسی
اور پھر ملی زمین کس قدر فاصلہ تک اور آئیگی۔
خان۔ بامیرا نیار فیت۔ تین میل کے قریب
ایسا ہی راستہ ہے تھوڑے سے فاصلہ پر ایک
خشک نالہ ملے گا۔ وہاں سے دو ڈھائی میل پر
ایک گاؤں ہے۔ پھر راستہ صاف ہے۔

صاحب مجھے اس وقت ایک دلکش آواز سنائی
دی وہ یہ تھی۔ کہ آپ میرے صاحب کو میرے ٹو پر
سوار کرا دیجئے۔ میں بیٹھے بیٹھے تہگ ہی گئی ہوں
اور ایسی کمزور نہیں ہوں کہ اس قدر تھوڑا سا راستہ
آسانی سے طے کر سکوں۔ یہ آواز بالکل سیری
لڑکی کی آواز سے ملتی تھی۔ یہ وہ عورت تھی جسے
قتل کا میں نے ارادہ کر لیا تھا۔ لیکن اسکی شرمیں
بیانی نے میرے دل پر سبکی نقش کر دیا تھا کہ عورت
ضرور حسین ہے۔ اور میں اس کے دیکھنے کا بھی شائق
ہوا۔ میں نے خان سے کہا۔ یہ لڑ بالکل غیر ممکن
ہے کہ تمہاری جموی پیدل چلے اور میں گھوڑے
پر سوار ہو جاؤں میں مرد و لیر دو تونا ہوں۔
ہتیا باندھنا ہوں۔ کیا اس قدر خفیف راستہ
طے کرنے سے تھک جاؤں گا۔

خان۔ خیر میرے صاحب۔ آپ کی خوشی۔ لیکن
ہم آپ کی ہر بات میں کام لیں کسی پہلو سے ہی نہیں
کر سکتے۔ یہ وہ میدان پر خطر ہے جہاں چھوٹے

بہادر بن کا دل کا پتا ہے۔ اب ہم جلد اس
نالہ پر پہنچتے ہیں جس پر بہت سے بچلے دلیر و نکا
خون ہوا ہے۔

صاحب دہ عورت یہ باتیں اپنے خاوند کی بانی
سنکر یہ کی طرح کاہنے لگی۔ لہذا میں نے منع کیا۔
عین۔ اہنگی سے۔ تمہیں عورتوں کے سامنے
اس قسم کی باتیں بناتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ کیا
تم نہیں جانتے کہ عورتوں کے کیسے نازک خیالات
ہوتے اور وہ ایسی باتیں سننے کے قابل نہیں
ہیں۔ جبکہ تم ہر طرح سے امن میں ہو۔ پہر ایسی
لغو باتیں بنانے سے کیا نتیجہ۔ ڈاکوؤں یا لوٹوں کا
قافلہ ہم پر برگز دست و رازی نہیں کر سکتا۔
اور جیڑھے جتنے بہ خوف راستہ طے کیا ہے
اسی طرح اس نالہ سے بھی گزر جائیں گے۔

صاحب یہ الفاظ میرے منہ سے نکلے ہی تھے کہ
کوئی جانور میرے سلفے سے راستہ کاٹ کر گزرا
اور میں نے خان سے دریافت کیا کہ یہ کیا تھا۔
خان۔ کچھ نہیں خرگوش تھا۔ ایسا معلوم ہوتا
ہے کہ کسی گیدڑ نے اسکا تعاقب کیا ہے۔ اور
یہ محفوظ جگہ تلاش کرتا چھٹا ہے۔

میں خرگوش کا نام سننے ہی گھبر گیا۔ اور میرے خوں کا
دورہ بند ہو گیا۔ کیونکہ ہنگوں کے واسطے یہ نہایت
خوفناک شگون ہے اور سخت آفتیں پیش آئیں

احمال ہے) کیا واقعی خرگوش تھا۔ تم نے
دیکھا تھا یا قیاس سے بتلاتے ہو۔
خان۔ ان خرگوش ہی تھا۔ آپ اس قدر تھیں

کیون میں
یقین۔ (بے اختیار کی حالت میں) کیا میرا ساتھ
اسنے درحقیقت کاٹا ہے۔

خان۔ اتفاق سے ایسی صورت پیش آئی۔
پہر اسکا خیال ہی کیا ہے۔

عین۔ کچھ نہیں۔ ہمارے ملک میں اس کو
بہت برا خیال کو قہمیں۔ اس وجہ سے میرا خیال
کچھ منتشر ہو گیا۔ یہ عورتوں کی باتیں ہیں۔

خان۔ کیسے بہادر اور سپاہی آدمی ہو۔ کہ
ان لغویات پر خیال کرتے ہو۔ اور اس قدر ہرگز
ہوتے ہو۔

صاحب میں خاموشی کے ساتھ آگے بڑھا لیکن
وہ اضطراب میری طبیعت میں برابر دورہ کرتا
تھا۔ آخر میں نے اپنی طبیعت کو مضبوط بنایا۔

اور ان خیالات کو بالکل ہلادیا۔ اور میرے
ارادے میں کوئی ذوق نہ آیا۔ کاش اگر کوئی
دوسرا شخص میرے بجائے ہوتا۔ تو فوج مانچے

قصد کو تبدیل کر دیتا۔ کیونکہ ہنگوں کا شگون
پر عمل ہے۔ اور اس میں اپنی بہتری ہے۔ میں
اور مختلف روایتیں بیان کرتے ہیں۔ اور

بہو اتی کی نافرمانی سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ
تھان شخص نہایت تکلیف سے مرا اور فلان کے
جسم میں جانور پڑ گئے۔ میں ان روتاؤں کو لگو
اور چون کے ڈرانے کی داستان تصور کرتا تھا۔
اور اس نایاب سکے کی خواہش نے میرے حالات
کو بدل دیا تھا۔ میری طبیعت کو مضبوط بنا دیا تھا
اور میں بار بار اپنے دل میں کہتا تھا۔ اگر امیر ملی
ان چہ آدمیوں کو قتل کرنے میں مطلق خوف
نہیں ہے۔ یکا یک ان سب باتوں پر مجھے ہنسی
لا لو (جو میرے بہت قریب تھا) میرا صاحب ہنسنے
کا کیا باعث اس سفر میں تو کوئی ہنسی دل لگی کی
بات بھی نہیں ہوئی۔ کیا اس خوشی سے جس کا
خیال آپ کے دل میں ہے ہم لوگ ہی افسردہ ہو کر
ہیں۔ مجھے ایک ایسی بات اس وقت یاد آئی تھی
جس سے دل خوش ہوتا تھا۔ تبہیں معلوم ہے
میرا حقہ کہاں ہے۔

لا لو۔ مجھے خبر نہیں۔ مگر میں بہت جلد ملگوا تا ہوں
صاحب لاو نے میرے ہمراہیوں سے جو کچھ قدر
فاصلہ سے چلے آتے تھے باواز بلند کہا کہ میرا
کاحقہ لاؤ۔ یہ اشارہ تھا فوراً سب جھوٹ
ہو گئے۔ اور بہت جلد میرے قریب پہنچ گئے اور
اور اب میں نے جب ہم نالہ پر پہنچ کر زمین نے اپنا
سداں کہولا اور دیکھا کہ بازو کہو تر سب ایجا

جمع ہو گئے۔ اس وقت میں نے جہر فی نوی سب
ایکدم سے مار گئے کسی نے چون دچوانکی۔ حرف
وہ میرا رفیق جو میری قاتل گرفت میں تھا جانکی
کی حالت میں چند لمحہ تڑپتا رہا۔ پھر اسکا کام ہی
تمام ہو گیا۔ پھر میں اس عورت کے پاس پہنچا۔
اور اس نادار شے کی جستجو کرنے لگا۔ جسکے خرقے نے
مجھے بالکل اندہ بنا رکھا تھا۔ میں نے اسکی چوٹی کو
پھاڑ ڈالا۔ اور اسکی چپاتی سے جو اس وقت تک گرم
تھی وہ نایاب سکے برآمد ہوا۔ یہ سکے ایک ریشمی
دوسری سے نہایت مضبوطی سے جلا ہوا اسکے گلے میں
پڑا ہوا تھا۔ میں نے پوری قوت سے کام لیا لیکن
اس ڈودے کو ذرا بھی جنبش نہ ہوئی مجھدی میں
میں منہ خنجر سے اس ڈودے کاٹ کر اس تنوید یا سکے
کو اپنے قبضہ میں کیا۔ اور نہایت خوشی سے اپنی
پاکٹ میں رکھ لیا اس وقت سپیدہ سحری چمک
رہا تھا۔ مرغان سحر کی چھپانے کی آواز آئی تھی۔
آفتاب کی شعاعوں کا عکس کس قدر نودار ہو چکا
تھا۔ یکا یک میری نظر اس مرحوم عورت کے چہرے
پر پڑی۔ جو نہایت خوبصورت تھی۔ اور اس کی
کھلی ہوئی آنکھیں صاف طور پر بتا رہی تھیں۔ کہ
اس وقت ہی کسی کے دیکھنے کا انتظار ہے شاید مجھ
بلایب بہائی کے دیکھنے کا اختیاق ہو۔

..... افسوس یہ عسرت

دل میں باقی رہی۔ اور دیکھا ہی تو اس وقت جب شناخت کی تیز تیز تہری کاش اگر میں اسکی صورت نہ دیکھتا تو مجھے اس قدر فکر کا سامنا نہ ہوتا۔ اور اسے ہی پہنچاتا۔ لیکن وہ پہلی صورت ہر وقت پیش نظر رہتی ہے۔ میں قیامت تک اسکی یاد فراموش نہیں کر سکتا۔ میں نے اسکی خوبصورتی کی وجہ سے یہ خیال کیا۔ کہ اگر کوئی اس پاک صورت کو نہ دیکھیں تو بہتر ہے۔ وہ نافرمانی بری طرح پیش آئیں گے۔ اور اس نیک سیرت عورت کی مٹی خراب کریں گے۔ اسلئے میں نے اسکے تمام جسم کو اسکی چادر سے پوشیدہ کر دیا۔ اور اس جگہ بیکھر لوگھائیوں کا انتظار کر لیا۔ اتنے میں گوپال لوگھائی میرے پاس آیا اور کہا جمعہ وار صاحب آپ نے اس نقش کو برہنہ نہیں کیا۔ یہ چدر دور و پیہ سے کم قیمت کی نہوگی خیر میں اب کپڑے اتار لیتا ہوں۔

عین۔ اس خیال غام سے باز آؤ۔ اور اس با محبت عورت کا پردہ فاش نہ کرو۔ اور اسی طرح دفن کر دو۔ میں دوسری چدر تمہیں دیدونگا۔

گوپال۔ جو حکم عالی۔ کیا زیور ہی اسکی پاس نہیں عین۔ چہل تک اسکی انگلی میں نہیں ہے جس طرح سے دیکھتے ہو اسی طرح تم دفن کر دو۔ دیکھو عدد

ملکی نکوٹا۔ اچھا نہیں وہ بھی تمہارے ساتھ چلتے ہیں۔

صاحب میں انکے ہمراہ گیا۔ تو ایک چوٹے سے نادر کے درمیان بنای گئی تھی جو کیتھ گہری تھی۔ اور بہت سی پوشیدہ ہڈیاں اوسمیں سے برآمد ہوئی تھیں اور ہماری اسامیوں کی نقشیں اس میں پڑی ہوئی تھیں۔ اس عورت کی نقش پوری احتیاط سے دفن کی گئی۔ مثل اور دن کے اسکا سینہ چاک نہیں کیا گیا۔

جب سب کام ہو چکا تو میں اپنے مجمع کے ہمراہ آگے بڑھا۔ یہ بہت ہی اچھا ہوا۔ کہ ہم نے بہت جلد فرصت حاصل کر لی۔ کیونکہ ایک میل کے فاصلہ پر محکوم سا فرد نکا قافلہ اسی طرف آتا ہوا نظر آیا۔ جو ہماری طرح سے اپنی جماعت کے پہرہ پوش پر شب کو ہی سفر کر رہے تھے۔ ہماری انکی صاحب سلامت ہوئی اور راستہ کا حال پوچھا۔ کہ پانی کتنے فاصلہ پر ملتا ہے۔ وہ اپنے راستہ پر چلے گئے۔ اور ہم ہی آگے چلے گئے۔

اس بیچ میں ہمیں بہت ہی کم فائدہ ہوا۔ صرف چالیس روپیہ نقد اور کچھ پارچہ اور زیورہات تھیں سو روپیہ کا ہمارے ہاتھ آیا۔ لیکن وہ محفوظ رکھنا یا تو خود جو میرے قبضہ میں تھا اور اسکی اطلاع دوسروں کو نہ تھی۔ میں اس کو

ہزار روپے سے بہتر سمجھتا تھا۔ کئی مرتبہ
مین نے اس تعویذ کو شوق سے نکالا اور دیکھا
اور مجھے یہ بھی خیال ہوا کہ مین نے بیشتر کبھی اسکو
دیکھا ہے۔ لیکن اصل بات مطلق خیال میں نہیں
آئی۔ ظاہر میں یہ سکہ ایک روپے سے زیادہ
مالیت نہیں رکھتا۔ لیکن اس کے خواص ایسے ہیں
جو باید اور شائد۔ ہزار ہار روپے کو بھی ایسے سمجھنا
چاہئے۔ اور میری پیاری بیوی غلطہ تو اسکو بیکھر
اور اسکی خوبی سنکر بہت خوش ہوگی اور اسکی قدر
کریگی۔ اور جب لڑکی کے گلے میں دیکھے گی۔ اور
وہ آرام سے رہے گی تو اسکا دل بلغ بلغ ہوگا۔
بلکہ آنکھوں میں کچھ ٹپکھٹکھٹک ہوگی۔

مصنف۔ امیر علی ٹکوا تاک بھی کچھ خیال نہیں
ہوا۔ اگر وہ تعویذ پڑھتا تو تم اس عورت کو جسکے
گلے میں تھا۔ کیونکر قتل کرتے۔

مین (ہنایت شرمندہ ہو کر) واقعی آپکا فرمانا
درست ہے۔ لیکن مجھ میں نہ اس قدر عقل و تدبیر
اس وقت تھی اور نہ اب ہے۔ اور میں ہندوستانی
عالات آپ کے سامنے بیشتر بیان کر چکا ہوں۔
مصنف۔ اچھا اپنی داستان بیان کر۔

مین۔ صاحب اس وقت بہت ہی خوشی کی حالت
میں سفر کر رہا تھا۔ امد موسم بھی اس قابل تھا۔
لہذا چند دنہا سفر کرتے لیکن کچھ میرے خیالات

تبدیل ہو گئے اور یہ ہی مناسب معلوم ہوا کہ
ایک مرتبہ جالون جلد واپس پہنچوں مین نے
اپنے ہمراہیوں سے اپنا ارادہ ظاہر کیا اور انہوں
نے میری رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ مجبور میں
نے کہا اچھا اپنے رکشاکر میوادیو سے ملو اور جسطرف
شگون رہنمائی کریں چلنا واجب ہے۔ لیکن
قسمت سے شگون ایسے برآمد نہیں ہوئے۔
اسلئے سب کی یہ رائے ہوئی کہ اب سیدھے
راستہ چلے چلو۔ امکاناً نیم تلاش نکرو۔ اور
تقدیر جسطرف رہی رہی کرے وہ ہی راستہ
مناسب ہے۔ قسمت سے اگر کوئی مسافر ہمارا
شکار بنجائیکا نہیا۔ ورنہ اپنے گھر پہنچ جائینگے۔
یہ رائے سب نے تسلیم کی۔ اور کمر بستہ جست
کر کر روانہ ہوئے اور رفتہ رفتہ ہم قصبہ نادر
میں جو نہیل کہنت کے علاقہ میں ہے پہنچے۔ اور
دور دراز تک بیچ کے انتظار میں قیام کیا۔ اور
بد قسمتی سے کوئی مسافر نظر نہیں آیا۔ سوتھے
بھی جستجو میں روانہ ہوئے۔ لیکن وہ بھی خوبی
قسمت سے ناکامیابی کے ساتھ واپس آئے۔
اور کہا اس مرتبہ ہمارا بیچہلا خواب ہوا۔ اور
جو اتنی ناماوض ہوگی۔ سب سے اتفاق کیا کہ وہ
بیان سے روانہ ہو جانا مناسب ہے۔
مین۔ تم ایسے نا امید ہو گئے۔ اور دو چار کچھ

سو بتیادوں سے خالی گئے۔ بالکل مایوسی سے خیالات بدل گئے۔ کل کے روز ضرور قیام کرو میں نکو امید دلاتا ہوں کہ میں خود اس گاؤں میں جاؤں گا اور کامیابی سے واپس آؤں گا کیونکہ کل کا دن بڑا سہارک ہے۔ بالافرض کل ہی کوئی بیج ہاتھ نہ لگا تو میں تمہاری سگ سے ضرور اتفاق کروں گا۔

صاحب سب نے میری اس بات کو قبول کیا۔ اور دوسرے روز علی الصبح پوشاک نفیس پہنکر اور پیٹیا رنگا کر گھوڑے پر سوار ہو کر اور چند شاہکونکو ملازموں کے طریقہ سے اپنے ہمراہ لیکر اس قصبہ میں داخل ہوا۔ میں اس قصبہ میں گھوڑا کو داتا ساری کے جوہر دکھاتا ہوا قصبہ سے نکل گیا۔ لیکن کوئی بیج نظر نہ آیا اور میں متفکر ہوا۔ آخر بڑی تلاش اور کوشش کے بعد تین معزز مسلمانوں کو ایک پیل کے درخت کے نیچے ایک چبوترے پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اور میں نے قریب جا کر دریافت کیا۔ کہ حضرت یہاں کوئی جوہری بھی رہتا ہے میں مونی خریدنا چاہتا ہوں۔

ایک۔ آپ صرف دریافت ہی کرنا چاہتے ہیں یا آپ کو واقعی ضرورت ہے۔

میں۔ خدا ایسے گناہ سے بچا دے۔ میں نے

یہ تعلیم ہی نہیں پالی۔ کہ آپ جیسے بزرگوار اور ضعیفوں سے مذاق کروں۔ درحقیقت مجھے سوتوئی کی تلاش ہے۔

دوسرا۔ بہت بہتر۔ میں اپنے دوست نفیر الدین سے (تیسرا شخص ضعیف) آپ کی سفارش کروں گا۔ وہ آپ کے حسب خواہش مونی دکھا دیں گے اور اپنے گہر بچائیں گے۔ اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو تھوڑی دیر قدم رنجور مانیں۔ آپ کی عنایت کا کمال شکور ہوا۔ اچکی بزرگانہ خیال ہیں۔

صاحب میں اپنے گھوڑے سے اتر کر آپ کے پاس جا بیٹھا۔ معمولی تعظیم و خاطر تواضع کے بعد میرے حقہ بہرہ دایا اور شربت شگوا دیا۔ پھر مجھ سے میرا نام دریافت کیا۔ میں نے اپنا نام بتلایا۔ میرا نام اور قوم دریافت کر کر کہنے لگے۔ ہم آپ کی صورت و شہادت اور شیریں بیانی اور مودبانہ گفتگو سے ہی سمجھ گئے تھے کہ حضرت قوم شریف سے ہیں۔ زہے نصیب جو آپ سے ملاقات ہوئی۔

میں۔ حضرت آپ کے بزرگانہ خیالات میں یہ آپ کے حسن اخلاق کی خوبی ہے۔ جواب ایسا خیال فرماتے ہیں۔ تحصیل علم میں میری عمر کا کچھ حصہ ہی نہیں گذرا ہاں سفر

اور کپ کے جگر من میں بہت بڑا حصہ میری
عمر کا گزر گیا۔

جوہری۔ (جس کا نام نصیر الدین) آپ سینڈیا
کے لازم ہیں۔

عین۔ نہیں صاحب۔ میں صلابت خان ماک
ایچ پور کی ماتحتی میں کام کرتا ہوں۔

دوسرا شخص۔ صلابت خان ایک بہادر اور
دلیر شخص ہے اور نیک نامی میں اعلیٰ درجہ کی شہرت
مائل کی ہے۔ اب آپ کہاں کا قصد رکھتے ہیں
اور آپ کا وطن کہاں ہے۔

عین۔ چونکہ ہمارے آقائے کسی وجہ سے اپنی
قوم میں تخفیف کی ہے اس لئے میں جالون اپنے
وطن کو واپس پہنچ گیا تھا اور اب راجہ جالون
کا ملازم ہوں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ مہاراجا
اور سنی اور قد دان والی جالون ہے۔ ہندستان
میں شکل سے دوسرا نظر آئیگا۔ اور اب میں
دولت راؤ کے دربار میں ایک تنازعہ کتفیفہ
کے واسطے گیا تھا۔ جسکو اگر میں فوریہ بیان کروں
تو بیجا بنوگا۔

میسرا شخص۔ سبحان اللہ۔ وہ آپ کا ہی حصہ تھا
عین۔ حضرت مجھے معاف فرمائیے۔ اسوقت
فرصت بہت کم ہے میرے ہمراہ سوار و پیدل
بہت ہیں اس لئے مجھے کو تو ال سے معاف فرمائیے

والہی کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا
اور آپ اپنا مکان کا پتہ مجھے بتا دین۔

نصیر الدین۔ نہیں میرا صاحب۔ آپ میرے
ہمراہ غریب خانہ پر تشریف لیجئے۔ سو دہین
ہے بہت قریب ہے۔

صاحب۔ وہ کتنے کڑا ہوا۔ اور دروازہ کدے
پر ڈال کر اور جوتا پتھر اور جھکوا اپنے ہمراہ لیکر
اپنے گھر پہنچا۔ اسکے گھر کی آرائش دزیبائش
اور نفاست کو دیکھ کر مجھے ایک قسم کی حیرت ہوئی
کہ اس چوٹے سے قصبہ میں یہی یہ مکان بہت

موجود ہے۔ صحن میں ایک چوٹا سا خوبصورت
باغچہ تھا۔ اور اس میں ایک فوارہ نہایت
خوبصورتی سے لگا ہوا تھا۔ جس کا نظارہ ناظر کی
نظر میں خود بخود تراوٹ پیدا کرتا تھا۔ مالک
مکان نے ایک کمرہ میں جو جھاڑو خانوس اور
مختلف تعداد میں اور فرش و فرش سے لدا تھا
تھا۔ ایک مسند کے سہارے لاکر بیٹایا۔ اور
میری عطر و پان سے تواضع کی۔ میں اسکی
لیاقت اور خوش قسمتی پر رشک کرتا تھا۔
آخر میں اس سے رخصت ہو کر واپس ہوا۔

ایک ہنگ۔ کیا میرا صاحب یہ بیخ ہے
عین۔ خاموش۔ ذرا نامنا دیکھو۔ میرے
خیالات اسوقت بہت وسیع تھے۔ اور میں

سوچتا تھا کہ کس پہلو سے اسکو قریب دون
اور اپنے حال میں پہنچاؤں۔ آخر سوچتے سوچتے
میرے خیال کا تیر بہت پہنچا اور میں ادھر
ادھر جکر لگا کر پھر اسی جوہری یا نصیر الدین کے
سکان پر پہنچا۔ اور جھکو اپنے اسی ال میں
بٹھا کر خود رُو جکر ہوا۔

باب چوالیسواں

تہوڑی دیر کے بعد میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ
جوہری ایک چوٹا منہ وچہ مخی غلاف سے
ڈھکا ہوا بغل میں دبا کئے ہوئے آتا ہے۔ اور
ایک ہونہار بچہ جسکا بارہ تیرہ سال کا سن
ہو گا اسکے ہمراہ ہے۔ اسکی پیاری صورت
اور خوبصورتی اور خندہ پیشانی اسکی اقبالندگی
ظاہر کر رہی ہے۔ ذہانت اور اخلاق امداد
نود بخود عیاں ہوتا ہے۔ جھکو اس نے سوت
پیام کیا میں نے تنقہ عمر کی دعائیں دیں۔
نصیر الدین۔ میر صاحب یہ میرا بڑا بھتیجہ
میں۔ آپ خوش قسمت ہیں جو خدا تعالیٰ نے
بہ اسعادت منہ اور لائق فرزند اپنی مہربانیوں
سے بخشا ہے۔ میرے ہی ایک لڑکا تھا۔ اگر آپ
سکو دیکھتے تو ضرور آپکی طبیعت پھرک جاتی۔
میں میری بد قسمتی سے اسکی عمر نے وفات کی

امد سوت کا جا بربخیر قبل از وقت اس پر
دماز ہوا۔ خیر ہرچہ مرضی مولے از ہر اولے
اب ایک لڑکی ہے۔ مہربانی سے یہ تو بتائیے
آپ کے کتنے فرزند ہیں۔

نصیر الدین۔ میرے تین فرزند ہیں۔
انہیں سے دولت جاوید مجھے حاصل ہے ان
سے میرے دلوں سرور اور آنکھوں کو نور ہے۔
انسان اولاد کو دنیا کی تمام چیزوں پر ترجیح
دیتا ہے۔ اور واقعی جب کوئی وارث نہ ہو
تو انسان کی زندگی بیچ ہے۔ آپ ابھی تو جوان
ہیں۔ مایوس نہ ہوئیے۔ خدا تعالیٰ دینداروں
کی دعا راجد قبول کرتا ہے۔

میں۔ شیخ صاحب مجھے اسکی پروا نہیں ہے
اور نہ کچھ غم ہے۔ میرے جولوڑکی ہے جسکا ذکر
آپ سے کر چکا ہوں۔ اسکی نسبت ہو چکی ہے۔
شادی کا زمانہ قریب ہے اور فی الحال میری
دلی توجہ اور انگین اور امیدیں اسی طرف
ہیں۔ اسیکے واسطے موتی خریدنا چاہتا ہوں۔
نصیر الدین۔ یہ موتی خاص سرانیدپ کے
ہیں۔ شکل سے کسی رئیس یا نواب کے خزانہ
میں برآمد ہونگے۔ (صند وچہ کہو مک) ملاحظہ
فرمائیے۔ کیا کہی پیشتر اس آب و تاب کے موتی
آپکی نظر سے گندے ہیں۔

مین - واقعی اس قدر بڑے اور بیش قیمتی
 موتی میری نظر سے نہیں گذرے اور نہ میں
 انکے خریدنے کی قوت رکھتا ہوں - مہربانی سے
 وہ موتی دکھائیے جو تین سو روپیہ سے زیادہ
 قیمت کے نہ ہوں -

صاحب اسنے دوسرا صندوقچہ طلب کیا - اور
 دوسرا مالا مجھے دکھلایا اور اسکی قیمت
 بہت جلد طے ہو گئی - لیکن وہ موتیوں کی مالا
 جو خود بخود ناغہ کی نظر میں چکا چونڈ کرتی تھی -
 میرے پیش نظر تھی - میں نے کہا کیا اچھا ہوتا
 اگر یہ موتی ہمارے ولی نعمت کو دکھلائے جاتے -

نصیر الدین - کیا آپ کا یہ خیال درست ہے
 کہ آپ کے آقا انکو پسند فرمائیں گے -

مین - ضرور اس میں کوئی شبہہ نہ سمجھئے -
 جو وقت میں جالون سے روانہ ہوا ہوں وقت
 سر پہ راج کو بہت ضرورت تھی - بہت سے
 لوگ گئے اور مختلف قسم کے موتی لائے - لیکن
 پسند خاطر نہ ہوئے - آخر یہ امر طے پایا کہ سورت
 سے طلب کریں گے -

نصیر الدین - دیکھیے قدر تامل کر کر اور
 سوچکر کیا اب راجہ ان بیش قیمت موتیوں کو
 خرید لیں گے -

مین - مجھے پورا بہرہ رسہ ہے - سالہ اندہ

میں راجہ کی لڑکی کی شادی ہے -

نصیر الدین - موتیوں کی مالا آٹھ ہزار - یہ
 نہایت بیش قیمتی ہیں - انکی قیمت ہر شخص
 شکل سے ادا کر سکیگا - مجھے کوئی خریدار
 نظر نہیں آتا - میرے پاس دو سال سے رکھے
 ہوئے ہیں - اس وجہ سے میں بہت ہی افسردہ
 قلیل منافع پر فروخت کرنا چاہتا ہوں -

مین - میرے کوم قیمت تو بتائیے کیا ہے -

نصیر الدین - آپ اور آپ جیسے سپاہیوں
 کے واسطے چہ ہزار روپیہ ہیں - اور راجاؤں
 (یعنی کافروں) نو ابون رئیسوں سے آٹھ
 ہزار روپیہ سے کم نہ لوں گا -

مین - واقعی غریب اور سپاہی آدمی ہوں -
 اور شادی کا خنق میرے سر پہ لگایا ہے کیا
 آپ جالون چلنا پسند کرتے ہیں اوروہاں موتیوں
 کے فروخت کرنے پر رضامند ہیں - راجہ جس
 شفقت سے مجھے پیش آتا ہے میں اسکو بیان
 نہیں کر سکتا - اگر میں آپ کو بجائے آٹھ ہزار
 دس ہزار روپیہ دلوں - تو میں ان موتیوں
 کی قیمت جو آپ کو ادا کر چکا ہوں واپس پانے کا
 مستحق ہوں - ذرا سوچ سمجھ لیجئے - اور
 پانے سے مجھے جواب دیجئے -

نصیر الدین - جالون ایک دور دورہ

نزل پر ہے۔ مین وٹان موتی فروخت کر کر
اور روپیہ لیکر بغیریت یہاں کیونکر پہنچونگا۔
ہنگون۔ ڈاکوؤں۔ رہزنوں کا خوف دل
دھلائے دیتا ہے۔

مین۔ یہ خیال غام اور تصور ناگام ہے۔
اطمینان رکھو کہ جب ایک منصف مزاج اور خیر خواہ
خلق کے دربار میں اسکی خواہش سے پہنچتے ہیں تو
وہ کیا آپ کی واپسی کا انتظام نہیں کرے گا۔ نہیں
ضرور معقول بند و بست کر دیگا۔ لہذا ایسے غم
خیال اور وہم کو اپنی طبیعت میں جگہ نہ دو۔

نصیر الدین۔ اچھا تو میں نجومیوں اور
جوتشیوں سے مشورہ کر لوں۔

مین۔ شیخ صاحب آپ کیسے اسلام کے بندے
ہیں۔ جو جوتش و نجوم پر اعتقاد رکھتے ہیں۔

یہ لوگ گمراہ کر خیمائے مین۔ اپنے طبع نفاسی
کی غرض سے نجوم کے حساب میں غلطیاں پیدا

کرتے ہیں اور دھوکا دیتے ہیں۔ ان کی باتیں
تو ہند و عمل کرتے ہیں۔ میرے ہمراہ پچاس

سپاہی بہادر اور تجربہ کار ہیں۔ اسوقت تو
آپ آرام سے پہنچ سکے ہیں۔ واپسی کے وقت

آپکی حفاظت کا میں ذمہ دار ہوتا ہوں اور
اقرار کرتا ہوں کہ کافی انتظام کرادو گا۔ علاوہ

اسکے آپ فرما چکے ہیں کہ دو سال سے یہ موتی میرے

پاس ہیں۔ آپ غور کیجئے کہ سلسلہ تجارت
میں مال کے رکنے سے کقدر نقصان عاید ہوتا
ہے۔ اور روپیہ کے روٹ پیسہ اور مال کے جلد
جلد فروخت میں کقدر فائدہ متصور ہے۔ لہذا

نیک کام میں کسی سے استفسار کرنیکی ضرورت
نہیں ہے۔ اپنی صاحب عقل اور تجربہ سے کام

لڑو گا۔ آبا جان۔ میر صاحب نے جو کچھ ارشاد
فرمایا ہے۔ وہ قابل تسلیم ہے۔ آپ کو یاد ہو گا۔

کہ آپ دودھ فرما چکے ہیں کہ آئندہ جب سفر
کرونگا تجھے اپنے ہمراہ لےچونگا۔ لہذا وہ خوف

مجھے اسوقت بے چین کر رہا ہے۔ اور ملکوں کی
سیر کا جذبہ اپنی طرف کھینچتا ہے۔

نصیر الدین۔ میر صاحب آپکا ارشاد بجا
اور درست ہے دوسرے اسقدر روپیہ کے

ٹخنے کی امید مجھے خود آمادہ کر رہی ہے۔ یہ موتی
یہاں رکھے ہوئے بالکل بیکار ہیں۔ نہ اس

جگہ فروخت ہو سکی امید اور نہ منافع ہی نظر
آتا ہے۔ واقعی تاجر ملکوں کی سیر اور تشریف

اور لواہوں کی ملاقات سے ہی فائدہ اٹھا سکتا
ہے۔

ہوئی ہے زمانہ کو حرکت سے برکت
یہی ایک ہے اصل قانون قدرت

میں نے یہ موتی ایک پنٹاری سے خریدے تھے

چیتو یا دوست محمد خان کے ہمراہ نہیں جاتا۔
مین۔ پھر تو آپ نے اور بھی ارزان خرید کئے جو
نصیر الدین۔ واقعی ضرورت مند کی ضرورت
 اور خواہشمند کی خواہش بڑی ہوتی ہے۔ وہ
 اس وقت روپیہ کی آہ آندہ دل آندہ ہی غنیمت
 سمجھتا ہے۔ لیکن بخدا یہ موتی آہ نہ ہزار روپیہ
 اور بھی ارزان ہیں۔ میں کسین ماضیہ میں جو موتی
 ہمارے سینہ ہیا کے ہاتھ دس ہزار روپیہ کو
 فروخت کر چکا ہوں۔ وہ موتی ان موتیوں سے
 بہت ہی کمتر ہے۔

مین۔ تو بس جناب اس موقع کو ہاتھ سے
 نہ جانے دیجئے۔ جالونہ کتنے ہی یہ موتی فروخت
 ہو جائیں گے اور آپ ایک ماہ میں بخیریت اپنے
 لہر واپس آجائیں گے موسم سفر کے واسطے
 بہت اچھا ہے امدہم لوگ رات کو سفر کرتے
 ہیں اسلئے آپ دھوپ کی تیزی اور باد تند
 سے مخالف تہہ پٹروں سے محفوظ رہیں گے۔

نصیر الدین۔ میں نے معہم ارادہ کر لیا ہے
 لیکن گھر میں اور مشورہ کر لینا ہے۔ آپ جانتے
 ہیں کہ ستوراقین فدا سی بات پر کتنے رطوفان
 بے تیزی اٹھایا کرتی ہیں ادا اب وقت ہی تنگ
 ہو گیا ہے۔ اب دوسری ملاقات پر یہ امر
 نصیب پائے گا۔

مین۔ بہت بہتر۔ چونکہ میری عیبت ہمیشہ
 یہی رہنمائی کرتی رہی ہے کہ میں انے پھانوں
 کو خاندہ پہنچاؤں۔ اور جہانک ملن ہو سکے
 ہمدردی سے پیش آؤں۔ اسلئے جہانک میرا
 فرض تھا میں ہوا کر چکا۔ اب آپ جانیں اور آپکا
 کام اب میں رخصت ہوتا ہوں۔ کل صبح کی وقت
 آؤنگا۔ اور موتیوں کی قیمت اپنے ہمراہ لاؤنگا۔

یہ کہہ کر میں دکان سے چلے گا۔ راستہ میں اسی
 شہنگ نے پھر دریافت کیا کہ میرے صاحب یہ بیخ ہے
مین۔ مسکرا کر۔ یہاں جال چھایا ہے۔ اور مرغ
 زیرک اس کے قریب بھی آگیا ہے۔ اور اس کی
 نگاہ ہی دانہ سے لڑ رہی ہے۔ لیکن دانہ نہیں
 اٹھایا ہے۔ اطمینان کہو یہ میری ملی ہوئی قوت اور ناتجربہ
 کار نہیں ہے۔ دیکھو کس طرح سے جال میں پہنچا
 ہوں۔

صاحب میں اپنے خیمہ میں پہنچا۔ اور اعلیٰ اعلیٰ
 شہگون کو جمع کر کر کل واقعات ان کے سامنے
 بیان کئے۔ اور میں نے ہدایت کی کہ تم سب
 راستہ میں ٹھوگ وضع و قطع سپاہیانہ رکھنا۔ اور
 جھکو اپنا سردار رکھنا۔ جس سے تمہارے لئے بہانہ
 کو کسی قسم کا شبہ نہ ہو۔ بہت سے لوگوں
 نے مجھے میرے کام کی داد دی اور کہا میں
 کامل یقین ہے وہ سوداگر ضرور ساتھ چلیگا

مین۔ محب جو قوف آدمی ہے۔ بچوں کی سی باقیں کرتا ہے۔ اطمینان رکھ۔ میں نے خوب سرج بھر لیا ہے۔ کوئی خوف کا مقام نہیں ہے۔ مسافر کو گھر سے اپنے قبضہ میں لانا۔ یا قبضہ سے نکال کر اپنے ہمراہ لینا یا شریک پر دیکھنا اور پہرینج بنانا۔ ایک ہی صورت ہے۔ جو وقت ہم اس سوداگر کو اپنا شکار بنائیں گے۔ اس وقت تم بھی آفرین آفرین مہرجامر جا کہو گے۔

لالو۔ جو کچھ میری سوجھ بوجھ میں آیا۔ عرض کیا۔ میں ہر حالت میں آپکا شریک ہوں۔ لیکن میرے خیال میں یہ نہیچ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

مین۔ جو وقت کئی ہزار روپیہ کا مال دکھلا دیگا۔ سب خیالات درست ہو جائیں گے۔

بیکاری نے مجھے کابل بنا دیا۔ خون کا دورہ

میری سرنگین بند ہو گیا۔ اب جستی و چالاکی کا وقت آیا ہے۔ تو تم بہبودگی سے مانع آتے

ہم۔ میں کہی کسی کام میں ناکامیاب رہا ہوں

لالو۔ آپ ہمیشہ کامیاب رہے اور رہیں گے۔

لیکن مجھے بھی کوئی خدمت بتلائیے۔

مین۔ ہاں خاص تمہارے واسطے ایک کام ہے

میرے ہمراہ چلکر اس بوہری کا مکان دیکھ لو۔

کیونکہ وہ عمدہ خیال کا آدمی نہیں ہے۔ بخیر

سے ضرور دریافت کریگا۔ اور کہی بغیر شور و

صاحب مجھے ہر وقت اس ہونہار بچہ کا خیال آتا تھا۔ اگلے میٹا ارادہ ہوا کہ اسکو اسکے اردو سے باز رکھوں گا۔ اس بڑے کے مرنے سے ہی وہ گہر ویران ہو جائیگا۔ کوئی لڑکا ہی سن بلوغ کو نہیں پہنچا ہے۔ میرے یہ خیالات تھے۔ کہ لالو میرے پاس آیا۔

لالو۔ میر صاحب آپ دیوانگی کے طریقہ پر چلتے ہیں یہ امر ہمارے قانون کے خلاف ہے۔

کہ گھر سے دھوکہ دیکر کسی مسافر کو اپنے ہمراہ لینا

اور پہرینج تصور کرنا۔ یہ سراسر گناہ میں داخل

ہے۔ اور میرا خیال ہے۔ کہ بیوانی ہی اس

قربانی کو منظور نہ فرمائیگی۔

مین۔ معلوم ہوا کہ آج تم نے کچھ نہ پایا ہے

یا مجھے تمہاری طبیعت بدل گئی ہے۔

لالو۔ کہی نہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ دل اور طبیعت

وہ نہیں ہے۔ جو آپ کی رفاقت چھوڑ دے۔

آپ غور کیجئے۔ آپ نے اپنے وطن کا ہتہ بتلایا۔

ابنا نام ظاہر کیا۔ سوداگر کے گھر پر بہت آدمیوں

نے آپ کو دیکھا۔ اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا۔

کہ وہ آپ کے ہمراہ جاتا ہے۔ جب سوداگر

اپنے گھر واپس نہ آئیگا۔ اس وقت کیا صورت

پیش آئیگی۔ آپکا ہتہ لگائیں گے جان و مال

سخت دقت کا سامنا ہو گا۔

گہر سے قدم باہر نہ رکھے گا۔ کیونکہ جب میں نے اس کے خلاف جواب دیا تھا۔ تو اس کی صورت پر رنجیدگی درستی تھی۔ تم اس کے ملازمن سے ملکر اس برہمن کا ہتھ لگاؤ مٹا دو یہ اپنے ہمراہ لیتے جاؤ کل یہاں قیام ہے۔ پرسوں یہاں روانہ ہو جانا بہتر ہے۔ اتنے سونکادوں ہمارے سفر کے واسطے ناقص ہے۔ کوشش کرنا اور اس برہمن کو فریب دینا اور اپنے مفید مطلب باتیں کہلوانا تمہارا کام ہے۔ ہمارے بیچ کا دار مدار اسی پر منحصر ہو گا۔

لاالو۔ بسر و چشم بجالاؤنگا۔ آپ مجھے گہر کہلا دیجئے۔ اور حسب منشاء کام مجھے لیجئے۔ اگر آپ لباس تبدیل کر کر چلیں تو بہتر ہو گا۔

مین۔ واہ بہائی واہ خوب سوچی۔ آفتاب کے نکلنے سے پہلے میں ٹھوگر کہلا دوں گا۔

صاحب علی الصباح میں نے اپنے کپڑے تبدیل کئے۔ اور تمام چہرہ کو پوشیدہ کر لیا۔ صرف آنکھیں ہی آنکھیں نظر آتی تھیں اور تلوار بغل میں دہائی۔ اور اس طرح سے گھومتا ہوا قدم اٹھاتا تھا کہ ناظر کی نظر میں ایک دیہاتی سخا یا چوسی یا چاندو باز چھتا ہوا جب میں سوداگر کے مکان کے قریب پہنچا۔ تو مکان بتلا کر اور سو روپیہ کی نیوی دیکر میں دایں چلا آیا۔ مجھے

سات بیچ چکے ہیں آفتاب بھی بلند ہی ہو چکا ہے۔ سب لوگ اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہو چکے ہیں۔ میں کپڑے بدل کر اور تین سو روپے موتیوں کی قیمت کے ایک رومال میں باندھ کر گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور سوداگر کے مکان پر پہنچا۔ وہ قالین پر بیٹھا ہوا حقہ پی رہا تھا۔ معمولی صاحب سلامت کے بعد روپیہ میں نے دیدیئے اور موتی لیلئے اور حرف مطلب بنا کر پیش کیے۔ کہئے حضرت کیا ارادے ہیں۔ اور کیا تصفیہ ہوا۔ مجھے تو کچھ چلنے کے سامان نظر نہیں آتے۔

نصیر الدین۔ نہیں بندہ پرور نہیں میری بڑی خواہش ہے کہ میں چلوں۔ لیکن جب تمہارا من ذکر آیا۔ اور میں نے اپنا فائدہ بتلایا۔ تو طے پایا۔ کہ مہورت برآمد کرایا جاوے۔ اور نیک ساعت میں جانا مناسب ہے۔ آپ ان عورتوں کے مزاج اور خند و ہنٹ سے واقف ہیں اسکا بیان کرنا فغول ہے۔ پس مجبور ہو کر میں نے علی الصباح ایک ملازم کو پنڈت جی کے پاس دس روپیہ دیکر بھیجا۔ وہ ایک مشہور و معروف آدمی ہے۔ اور بخدا قابل اعتبار ہی ہے۔

تھوڑی ہی دیر ہوئی کہ وہ واپس آیا۔ اور اسے بیان کیا کہ پنڈت جی کل کا دن ناقص

بتلاتے ہیں۔ اس بات کے سنتے ہی عورتوں نے
 خوب ہی غل و شور مچایا پھر صدقے اٹا کرے نیا بن
 بہرائیں۔ شاید آپ یہ سوال کریں کہ یہ کیوں
 رونادھونا تو اس وجہ سے تھا۔ کہ میں آپ کے
 ہمراہ اگر کل سفر کرتا۔ تو نقصان اٹھاتا۔ دوسری
 صورت اس وجہ سے کہ نقصان سے محفوظ رہا۔
مقصوف۔ ہندوستانیوں کے عجیب خیالات
 ہوتے ہیں اچھا آئندہ کیا ہوا۔
مین۔ صاحب۔ سوداگر کی ان باتوں پر
 مجھے ہنسی آئی اور سوداگر کو سکوت ہوا۔ بڑی
 دیر میں اس طرح سے گویا ہوا۔
نصیر الدین۔ کل دو ستارے بخش بتلاتے
 ہیں۔ کیا آپ ٹھہر سکتے ہیں۔

مین۔ ہرگز نہیں۔ میں اپنا بیش قیمتی وقت
 بیکار کرنا نہیں چاہتا۔ میرے ولی نعمت کو میرے
 نہ پہنچنے کا سخت قہقہہ ہوگا اور یہی خیال بیش
 نظر ہوگا۔ کہ کیا وجہ ہے۔ جو اس قدر وقفہ ہوا۔
 اب زیادہ توقف کرنے میں میرے روزگار میں
 فوق آجائیگا۔ لہذا مجھے معاف فرمائیے مناج
 چاہے چلے یا نہ چلے میں کل بلا انتظار صبح کی وقت
 روانہ ہو جاؤنگا۔ میرا کوئی ذاتی فائدہ نہیں
 ہے۔ اور نہ میرا کوئی نقصان۔

صاحب میرے اس لا پرواہی کے جواب نے
 مجھ پر ہی کو سخت تردد میں ڈالا۔ اور قطعی مایوس
 ہو گیا۔ کہ میں اپنا ارادہ کبھی تبدیل نہ کرونگا۔
 پشت دست کاٹتا تھا۔ کف افسوس ملتا تھا۔
 کبھی آسمان کی بلندی کو دیکھتا تھا۔ کبھی پستی
 کی جانب۔ کیونکہ ایک طرف طبع اپنی نازک اور
 پیاری صورت بڑے آن بان سے دکھلا رہی
 تھی۔ دوسری طرف وہم اپنا ہیبت اور خوفناک
 چہرہ دکھلا کر بیم ورجا طبیعت میں پیدا کرتا تھا
 یہ دو متضاد خیال اس وقت اسکی طبیعت میں
 بڑی تیزی سے دورہ کر رہے تھے۔ دوسرے
 نجوم کی باتوں پر اسے بہت بڑا اعتقاد تھا۔
 جو کسی پہلو سے اسکی طبیعت سے نہیں ہٹتا تھا۔
 مجبور ہو کر اس طرح کہنے لگا۔

نصیر الدین۔ میر صاحب ہمارا آبکاد و نژاد
 روپیہ کا اقرار ہو چکا۔ ایک روز اور ٹھہر جائیے۔
 اور سو روپیہ مجھے لیجئے۔ تم سپاہی آدمی ہو یہ
 سو روپیہ تمہاری لڑکی کی شادی میں بہت کام
 آئیں گے۔

صاحب مجھ کو اسکی اس بیہودہ گفتگو پر کمال غصہ
 آیا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ تین سو روپیہ کا اقرار
 ہو چکا تھا۔ اب مجھے فریب دیتا ہے میرا ارادہ
 اس وقت قتل کر نیک ہو گیا تھا۔ لیکن میں نے اپنے
 آئندہ خیالات سے ضبط کیا اور یہ جواب دیا۔

طین۔ اگر آپ ہزار روپیہ بی دین تو بھی میں کل نہیں بٹیر سکتا۔ لیکن آپ نے یہ بھی تحقیق کر لیا۔ کہ نجومی جو کچھ کہتا ہے وہ سچ کہتا ہے۔ شاید اس نے اپنی طع نسانی کی غرض سے آپ کو جھوٹ غلط بتلایا ہو۔ یہ لوگ وقت اور موقع اور نذرانہ کو دیکھ کر جھوٹ بتلاتے ہیں۔

نصیر الدین۔ (یا جوہری) میرے شفیق اگر اس نے مجھے اس قسم کا برتاؤ دیکھا ہے تو میں اس کے ساتھ بڑی طرح پیش آؤنگا۔ لیکن وہ سارا سچ گردش کو کیونکر بدل سکتا ہے۔ میں اس شخص سے ایک مدت سے واقف ہوں۔ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ اگر تمہاری رائے ہو تو اور روپیہ بھی کرمان کر لون۔

طین۔ اس صورت میں ثابت ہو جائیگا کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے۔ اگر وہ ایماندار ہے تو فوراً تمہارے روپیہ واپس کر دیگا۔ اور اگر بے ایمان ہے۔ تو روپیہ لیکر کھدیگا کہ سارا بدل گئے یا حساب میں غلطی ہوئی۔ تم جانو اور تمہارا کام مجھے ان بیہودہ باتوں سے کیا غرض وہ برہمن آپ کو جھوٹ بتلائے یا نہ بتلائے۔ اور تم اس پر عمل کر دیا کرو۔

جوہری۔ میرا صاحب آپ خانہ بوجے نجومی کو ہانے دیجئے میرے جارجو یاں میں۔ اٹھانے

غضب کا ہے آپکی قہر آلود لگا ہن مجھ ضعیف کی جان پر ستم ڈھاتی ہیں میں ان کو بھی تو ناراض نہیں کر سکتا۔

طین۔ میں معلوم ہو گیا۔ گو تم ارادہ رکھتے ہو۔ لیکن معذور ہو اور سفر نہیں کر سکتے۔ جیو یوں کے مرید ہو۔

جوہری۔ آپ کچھ ہی خیال کیجئے۔ اصل بات کو آپ جان گئے ہیں۔ واقعی غامدہ کی اُمید میری طبیعت کو آمادہ کر رہی ہے مگر وہ عورت صاحب میں نے جولا کو جو قشی کے پاس بھیجا تھا۔ اب تک کوئی جواب نہ آیا۔ اور میں اس کا منتظر تھا۔ ورنہ یہ ارادہ کر لیا تھا۔ کہ ہر جہ بادا با ایک روز اور قیام کرونگا۔ اور دیدہ دانستہ ایسے کثیر منافع کو خچوڑ دنگا۔ یا کسی اور پہلو سے اپنا کام نکالوں گا۔ دس دن بچ چکے تھے۔ اور میں بیٹھے بیٹھے تنگ ہو گیا تھا۔ لیکن طع کے باعث اور کامیابی کی امید میں زیادہ عرصہ تک ٹان میٹھا پسند کیا اور میں نے سفر کے فوائد اور نتیجہ کرنے شروع کئے۔ کہ ایک خد شکار نے اگر جوہری کے کان میں کچھ کہا جس سے اسکے چہرے پر خوشی کی جھلک پائی جاتی تھی۔ مجھے کہا کہ میرا صاحب معاف کیجئے گا۔ میں ایک خاص ضرورت سے اجازت چاہتا ہوں۔ اس عرصہ میں

جو تنہائی کی حالت میں آپ کی طبیعت مکمل ہوگی اسے معاف فرمائیگا۔ وہ آدمی رخصت ہوا۔ ادھر غم پر کسی بیم و ہراس اور کبھی گمیاہی کا خیال غلبہ کرتا تھا۔ مین بالافانہ کی بلندی پر چڑھ گیا۔ اور غور کیا کہ اگر وقت نازل ہونے کے وقت میں یہاں سے کودا تو جوٹ آئے گی یا نہیں مگر وہ بہت بلندی کا مقام تھا۔ لہذا مین نے تلوار کو میان سے کھینچ لیا۔ اور ارادہ کر لیا کہ اگر کوئی دشمن آئیگا تو زمین میں ہی اسکا کلام تمام کر دنگا۔ مین آہستہ آہستہ زمین میں گیا۔ تو معلوم ہوا کہ ایک شخص مہندہ جوہری سے باتیں کر رہا ہے سر بالکل صاف تھا۔ صرف ایک چھتیا بڑی لمبی بندی ہوئی نظر آتی تھی۔ پیشانی پر قشقہ لگا ہوا تھا۔ دھوئی بندھی ہوئی تھی۔ مین جو اس طرف متوجہ ہوا تو یہ باتیں سنائی دین۔

جوہری۔ نو کچہ روک ڈک نہیں ہے۔
برہمن۔ مین نے آپ سے کہا نا کہ گنت مین چوک (دھول) ہو گئی تھی۔ اب مین نے یہی دریافت کر لیا کہ آپ کل ہی جانا چاہتے ہیں۔
جوہری۔ واہ ہمارا ج واہ۔ آپ اپنے علم میں بڑے فاضل ہیں جو دل کا حال ظاہر کرتے ہیں۔

میرا ارادہ کل ہی جانے کا ہے۔ اور مجھے بہت بڑے فائدہ کی امید ہے۔
برہمن۔ شیخ جی پھرت ابا احمد ہے۔ کہ سفر کر نہائے کو کامل فائدہ ہو۔ اگر کوئی شخص بھی آپ کے ہمراہ جائے گا۔ تو معقول فائدہ اٹھائے گا۔

راوی۔ آفرین ہے پنڈت تیری عقل پر اور مہربانی سے علم پر مین بھی تسلیم کرتا ہوں۔ کہ لام نے تجھے اچھا مہودت بتلایا۔ اور علم جو تیرے میں کامل کر دیا۔

جوہری۔ برہمن کے قدموں کو بوسہ دیکر نہایت مجز سے۔ دمن ہو مہاراج دمن ہو۔ آپ پورے جوتشی ہیں جو آپ نے کل حال ہمارے سفر کا مہودت کے ساتھ ہی دیکھ لیا۔ کیونکہ بہت مطابق ہوتا چلا جاتا ہے۔ جو شخص مجھ کو جو غفلت لیجانا بیان کرتا ہے اب اسکو بھی فائدہ ہونا بیان فرما چکے ہیں اور مین نے تین سو روپیہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔

برہمن۔ دیکھو کسی اچھی بدہ ملی ہے۔ اور سدہ دانائیش۔ ساد۔ بالاجی (دکھن مین بالاجی ہنومان جی کو کہتے ہیں) پہلی کرین گے۔ اور مین بھی تمہاری خوش قسمتی کے واسطے دعا کروں گا۔

جوہری۔ دیکھو شو ناتھ جی ہمارے میں
آپ کی اس بات کو کبھی فراموش نہ کروں گا۔
اور جو وقت واپس آؤں گا۔ آپ کو خوش کروں گا۔
برہمن۔ شیخ جی اب آپ نہ چوکے۔ بالاجی کی
تیسرہ بانی ہے۔

جوہری۔ اچھا ہمارے جائے۔ واپسی پر
ایک معقول رقم آپ کی نظر کروں گا۔ میرا
رفیق میرا انتظار کر رہا ہوگا۔ برہمن ادھر
رخسٹ ہوا۔ اور میرے پاس آکر کہا۔ لو
میرے صاحب مبارک۔ سفر کے واسطے کل کا
دن اچھا رہا۔ جو تشریف خود میرے پاس آیا تھا۔
اس نے بیان کیا کہ پتھر میں لگن غلط لگا ہوا
تھا۔ اس وجہ سے بھول ہوئی جھوٹ اچھا
ہے۔ یہ پٹت کیسا عقل اور ایماندار ہے
تیم اسکو دغا باز اور بے ایمان خیال کرتے تھے
کاش اگر اسکی خوالی ہی ہوتی تو کبھی میرے
پاس نہ آتا اور مجھکو جھوٹ نہ بتاتا۔ افسوس
مسلمانوں کا اعتقاد اس طرف بالکل نہیں ہے
ہندو ہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں جو تشریف
ایک اعلیٰ درجہ کا علم ہے جسکو اچھے لہجے میں
عین۔ واقعی یہ جو تشریف بڑا نیک نیت ہے۔
لیکن اس جھوٹ کے ماتحت جو تشریف کے کچھ
اور بھی نظر کیا ہوگا۔

جوہری۔ (آنکھیں میچی کر کے) کچھ نہیں۔
صرف دو تین آنے پیسہ۔ سندر کی تیل تھی کیوں اسٹل
عین۔ یہ جو تشریف بڑا صابر ہے۔ اور جب ہی
قابل تشریف ہے۔ اس قوم شریفین میں ایسے
شخص مشکل سے نظر آتے ہیں میں خیال کرتا ہوں
کہ آپ کی ذات خاص سے اس کو بہت کم فائدہ
ہوتا ہوگا۔

جوہری۔ ہندو مسلمان کا کیا میل۔ یہ جھوٹ
وغیرہ دریافت کرنے کے لئے کبھی کبھی ان کے
پاس چلا جاتا ہوں۔

صاحب میں نے دل میں کہا۔ یہ شخص عجیب
دروغ گو ہے۔ عاقبت میں اس نا اہل شیوہ
کا کیا جواب دیگا۔ اور شاید خدا نے ناراض
ہو کر اسی وجہ سے اسکو تار قبضہ میں ڈالا ہو۔
عاجی ہو کر یہ طریقہ۔ شرم کی بات ہے۔ مجھے
اس وقت قرآن شریف کی ایک آیت یاد آئی
جسکا ترجمہ میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔
اگر تیرے ہمسایہ میں کوئی حاجی رہتا ہے۔
تو تو اسپر بہرہ رس مت کر اور اگر وہ دوباہ
بچ کر ائے۔ تو اس محلہ میں اپنی سکونت مت کر
اور کسی۔ خوب آیت قرآن شریف کی جان
کی۔ اور معقول مصنف صاحب کو سمجھایا۔
قرآن شریف میں کوئی ایسی آیت نہیں ہے۔

ملین۔ حاجی صاحب۔ اب نصف دن گزر گیا۔ اپنے سفر کی تیاری کیجئے۔ میری رائے میں مختصر سامان کیجئے۔ ڈیرے خیمے کی آپ کو ضرورت نہیں ہے۔ میرے پاس چھوڑا رہی موجود ہے۔ جس میں میں اور آپ بہت اچھی طرح سے آرام کر سکتے ہیں۔ صرف دو فیٹنگا ہمارا لیجئے۔ جو آپ کی خدمت اور مال کی حفاظت کیواسطے کافی ہونگے۔ اپنے لحاف جگر کو ابھی سفر کی تکلیف نہ پہنچے۔ کیونکہ سفر بصورت ستر ہے۔ ہم بہت جلد جانوں پہنچیں گے۔ اور آپ کا صاحبزادہ سفر کی تکان کی برکت نہ کر سکے گا۔

نصیر الدین۔ سب کام آپ کی رائے پر کرونگا۔ میں خدمتگاروں میں سے کیونکہ اپنے ہمراہ نلوں کا۔ صرف ایک گھوڑا اور سائیس ہوگا۔ جبکہ ناہشی سامان کم رکھوں گا۔ اس قدر واپسی کے وقت شبہ سے محفوظ رہوں گا۔ ملین۔ تو علی الصبح جو ستارہ نکلتا ہے۔ میرے پاس آجانا۔ ہم لوگ آپ کو تیار ملینگے۔ اور زیادہ عرصہ تک انتظار نہ کریں گے۔ امداد آفتاب کے بلند ہونے سے پہلے پہلے اپنی منزل پر پہنچ جائے گا۔ صاحب جوہری نے آنیکا و مدہ کیا۔ اور میں رخصت ہو کر اپنے خیمہ پر آیا میں نے لالو کو

اپنے خیمہ میں منتظر بیٹھے ہوئے پایا۔ مجھے دیکھ کر خوب ہی کھلبکھلا کر منہ پڑا۔ اور کہا۔ کہئے میر صاحب کام بگیا۔ اچھی بڑی دل لگی ہوئی۔ اور آپ کو بھی بڑا لطف آیا ہوگا۔ ملین۔ ہمارے جال میں ہینسکر کوئی نکل سکتا ہے۔ لیکن واقعی تو بڑی کوشش کی۔ اور اسی سے کامیابی ہوئی۔

لالو۔ میر صاحب میں جب قدر اس کام کو مشکل سمجھتا تھا برخلاف اسکے اس قدر آسان نکلا۔ تاہم یہ کیفیت قابل بیان اور سننے کے لائق ہے۔

ملین۔ اچھا بہائی تم بیان کرو۔ میں بہت خوشی سے سنوں گا۔ لیکن حقہ بہرہ والو۔ لالو۔ جو وقت میں آپ سے علیحدہ ہوا آپ کو یاد ہوگا۔ میں ادھر ادھر پہر تاراجا مجھے کوئی شخص نہیں ملا میں مایوس ہو کر ایک مقام پر بیٹھ گیا۔ اور اپنے شخص کی تلاش کرنے لگا جس سے اپنے مفید مطلب راز کا پتہ لگاؤں۔ تھوٹے ہی عرصہ میں ایک شخص (جو ہندو تھا) میرے قریب سے گزرا اور میں اسکے پیچھے چھ قدم بقدیم چلا۔ اور میں نے کہا بہائی جانوئے اگر تم مجھے ہربانی سے کلال کی دکان بتا دو تو میں مشکور ہوں گا۔ میں مسافر ہوں۔ اور مجھے

اور اس سے نظربہ سے محفوظ رہنے کا جتر (تقوید) مانگا۔ پہر اُس نے میری طرف دیکھا۔ اور تیز نگاہوں سے مجھے جانچنے لگا۔ لیکن وہ اسکی تیز نظر میں میرے جسم میں خود بخود لرزہ پیدا کرتی تھیں۔

ملین۔ (امیر علی) وہ ایک لمبا چڑا قوی الجشہ جوان ہے۔ چار ہنگ شکل سے اسپر قبضہ پاسکتے ہیں۔

لالو۔ آپ نے کب اور کہاں دیکھا۔

صاحب میں نے تمام حالات بیان کئے۔ جسپر بڑی دیر تک قہقہہ اڑتا رہا۔ اور میں نے لالو سے بقیہ کیفیت بیان کرنیکی فرمائش کی۔

لالو۔ جوتشی نے جے از سر تا پا کئی مرتبہ دیکھا اور مجھ سے کہا کہ اچھا میں تمسے تنہائی میں باتیں کروں گا۔ یہاں بہت سے آدمیوں کا ہجوم ہے۔ پس میں اسکے پیچھے پیچھے روٹا ہوا۔ پہر ایک چبوترہ کے قریب پہنچکر مجھے

کہا کہ جوتہ اسی جگہ اُتار دو۔ یہہ پاک اور زیارت کی جگہ ہے۔ میں نے اسکے حکم کی تعمیل کی۔ پہر ایک چوٹے سے مکان میں جے لیگیا۔ اور جھپکوبغور دیکھکر ہمارے اصطلاح میں سلام کیا۔

میں۔ (پریشانی کے ساتھ) کیا ہمارے اصطلاح میں

بہت مکان ہے اور میرا طلق خشک ہو گیا ہے۔ وہ شخص بجائے ناراض ہونے کے کلال کا نام سنکر خوش ہو گیا۔ اور مجھ سے کہا بہت بہتر ہے چلے۔ قریب ہی ہے۔ میں بتا دیتا ہوں۔ میں نے کہا تو پہر آپ بھی ضرور شریک ہونگے۔ غرض کہ ہم دوکان پر پہنچے۔ اور ایک کمرہ میں داخل ہوئے اور ایک بوتل شراب میں نے قیمت ادا کر کر خرید کی۔ اور اپنے جدید رفیق کو خوب بٹائی۔

پہر دوسری بوتل منگائی۔ اور میں نے سوا لیا کہ آپ کون ہیں اور کیا کام کرتے ہیں۔ رفیق۔ صاحب میں شیخ نصیر الدین سوداگر

کا ملازم ہوں اور اسی کی دوکان کا کاروبار کرتا ہوں۔ اور میں اسکے ہمراہ سفر میں جانے والا تھا۔ لیکن ایک کھجوت جوتشی نے ہمارے آقا کو ہم میں ڈال دیا اور اس ارادے سے باز رکھا۔

لالو۔ وہ جوتشی کون ہے اور کہاں رہتا ہے۔ رفیق۔ اسکا نام شیوناتہ ہے۔ اور قریب ہی ایک مندر میں رہتا ہے۔ یہہ کتہ کتہ وہ درجوش ہو کر زمین پر گر گئے۔

لالو۔ میر صاحب اسکا مندر کچھ دور نہ نکلا۔ اور میں نے بہت جلد اسکا پتہ لگالیا۔

بھی مل جائیگا۔ اور اسپر وہ راضی بھی ہو گیا۔ یہ لوگ اپنے وعدہ کے بچے اور قتل کے پورے ہوتے ہیں۔ کبھی دھوکہ نہیں دیتے۔ اور بیٹوں کو مانتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں۔ اگر ہم حد شکنی کرینگے تو وہ ضرور ہلکے مرادگی۔

مین۔ تم حصہ دینا کر آئے لیکن یہ تو بتاؤ کہ پھر کس طرح ادا کر دے۔

لالو۔ کچھ شکل نہیں ہے۔ ہنڈ دی کے ذریعہ سے بیچ دین گے۔

مین۔ اچھا جاؤ۔ اور سب ہوشیار ہو جاؤ۔ اور سب کو عمدہ بیچ ہو نیکام ترہ سناؤ۔ کیا اچھا ہوتا اگر میں اس جوتھی کی ملاقات سے محروم نہ رہتا۔

لالو۔ وہ خود آپ کی ملاقات کا خواہش مند ہے لیکن یہ خیال مانع رہا مبادا نصیر الدین کو خبر ہو جائے۔ تو بنایا کام بگڑ جائے۔

مین۔ خیر آئندہ دیدہ خواہ شد۔

باب پتیا الیسواں

صاحب میں وہ معمولی باتیں شیخ نصیر الدین کے شریک ہونے اور روانہ ہونے کی بیان کر کے وقت کو ضائع نہ کرے گا۔ چار روز تک سفر کرتے رہے۔ سونا گر کے ہمارے طرف دو آگے

لالو۔ جی ہاں۔ مجھے پھر کمال اضطراب ہوا تھا۔ لیکن یہ عقدہ بہت جلد مل ہو گیا۔ یہ شخص بند بیاہل کا قدیم باشندہ تھا۔ آپ کو یہ حال معلوم نہیں ہے۔ ہمارے بزرگوں نے اپنے طلب کی غرض سے ان لوگوں کو ہمارے سے لاکر نہایت

پرہیز پر آباد کیا تھا۔ یہ شخص اتفاق سے یہاں آگیا اور پھر واپس نہیں ہوا۔ یہ لوگ ہم لوگوں

سے بخوبی واقف ہیں۔ پھر میں نے یہاں اصلی مقصد اسکے سامنے بیان کیا۔ لیکن اس نے انکار کیا۔

تو میں پانچ اشرفیان حیب سے نکال کر نظر کریں جس سے اسکی آنکھیں کھل گئیں۔ یہ نئے ایسی ہے

انسان تو انسان فولاد کو بھی سوجھتا ہے۔ پس اب کیا تھا وہ زرخیز غلام بن گیا۔ اور بہت

خوشی سے اس نے ظاہر کیا۔ کہ میں ہورت بدلی کر دوں گا اور کہہ دنگا کہ مجھ سے گفت میں

چوک (بھول) ہو گئی۔ آئندہ جو کچھ ہو اس سے آپ بخوبی واقف ہیں۔

مین۔ واقعی جو کچھ اس نے کہا تھا وہ پورا کر دیا۔ لالو۔ ان پانچ اشرفین پر ہی ہمارا معاملہ ہے

نہیں ہوا۔ وہ سورہ پیہ کا اور بھی طالب ہوا میں نے صاف صاف کہہ دیا۔ کہ ہمارا بہت بڑا گروہ

ہے اس قدر تو ہمارے حصہ میں بھی نہیں آئیگا ہاں ایک بیٹوٹ کا حصہ حصہ ہو گا وہ نہیں

دو ہر وقت ہمارے قابو میں تھا۔ اور ہم پہلے ہی اسکی زندگی کا خاتمہ کر سکتے تھے۔ لیکن ہماری خوشی یہ تھی کہ ہم ایسے مقام پر لیجا کر اسکو قتل کریں۔ کہ ہر قسم کے خطرے سے محفوظ رہیں۔ ہم مختلف راستوں سے گزرتے رہتے۔ اور نہ نکل گئے۔ اور مجھے خیال ہوا کہ کل ہمارا اس جنگل میں گزرتا تھا جو ہمارا عمدہ اور مبارک پہیل ہے۔ پانچویں روز علی الصبح سفر کر رہے تھے۔ اور میں سب سے آگے اپنے سمند خوشخام پر خوش و خرم چلا جاتا تھا۔ صبح ہو چکی تھی۔ اور آفتاب کی چمکیلی شعاؤں سے شب کی تاریکی شکست کھا چکی تھی اب جہاز بان اس جنگل میں بخوبی نظر آتی تھیں۔ ایک قیمتی لوٹ کا خیال میری طبیعت میں گدگد کر رہا تھا۔ کہ کیا ایک ایک خرگوش نے میرا راستہ کاٹا۔ مائے غضب یہ بدشگون کیسی کیا ظلم ناہجار کو ہمارا بیچ بند نہ آیا۔ کیا ایک میرا خیال تبدیل ہوا اور مجھے ہنسی آئی کہ یہ بھی ایک حاققت اور یہ وہ خیال ہے۔ میں کہیں اس کا خیال نہ کر دینکا۔ وہ شکار جو میرے پنجہ میں ہے میں اسکو کیونکر چھوڑ سکتا ہوں۔ کاش اگر کوئی اور ٹہنگ میری جگہ افسر ہوتا۔ تو کبھی بدیقینی نہ کرتا۔ اور اس بیچ سے دست بردور ہو جاتا۔ اور اسپر ایسا خوف طاری ہوتا

کہ صد ہا شیردن سے اسکا مقابلہ ہے۔ لیکن صاحب میں نے مطلق پروانگی اور دو میل چلنے کے بعد وہ پہیل نظر آیا اور سوداگر میرا اپنے دونوں نوکر دن کے اس جگہ قتل ہوا۔ چونکہ مطلق خوف نہ تھا۔ اس وجہ سے میں جبرتی یہی نہ دی۔ اور سوداگر کو ٹوٹے گرا دیا اور اسکا کام تمام ہوا۔ لیکن اسکے ایک خدمتگار نے اپنے آقا کی یہ حالت دیکھ کر میرے ہمراہیوں سے ایک آدمی پر تلوار کا وار کیا۔ زخم کاری لگا وہ جا کھنی کی حالت میں تھا۔ پس میرے ہمراہی ایک دم سے ہوشیار ہو گئے۔ ان دونوں کو قتل کر ڈالا۔ لیکن اس زخمی شخص کو دیکھ کر میرا دل نہایت بے قرار تھا اور زیادہ تر پریشانی اسوجہ سے تھی کہ میں کیا کروں۔ اور کیونکر اسکو اپنے ہمراہ لیچوں۔ اور نہ اسقدر توقف کر سکتا ہوں۔ کہ اسکے علاج کی کوئی تدبیر کروں۔ اسی وقت لالو میرے پاس آیا۔

میں۔ کیونکہ یہاں اب کیا تدبیر کریں۔ او اس غریب مجروح کا جب کام اتنی لال تھا کیا علاج کریں۔

لالو۔ اتنی لال اب تو یہ المرگ ہے اب اسکو اس تکلیف سے جسکو ہم نہیں دیکھ سکتے بچا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ایک ہی دوا میر

صفا یا ہے۔ گو اور ہنگ اس فعل کو بند نہ کرے
لیکن یہ موقع اور وقت ہی مشورہ دیتا ہے۔
ہمارا بہت سا گروہ آگے بڑھ گیا ہے۔ اور بچے
لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول ہیں۔ اس لئے
ہم بہت آسانی سے اس کام کو انجام دیکے ہیں
صاحب میں نے لالو کی رائے سے اتفاق کیا۔
اور اپنی تلوار میان سے کھینچ کر اس غریب کا
خاتمہ کیا۔ گو وہ گویائی کی قوت نہیں رکھتا
تھا۔ لیکن اسکی نظر میں اس وقت مجھے ادا
کی خواہش نہیں لیکن میں نے مطلق پروا نہ کی۔
میں نے پیدا کنندہ سے دعا مانگی کہ میں نے
مجبوری حالت میں جبکہ وہ نہایت تکلیف
میں تھا خون کیا ہے خدا یا معاف کیو۔

مصنف۔ امیر علی تم بڑا ظالم اور بیدار ہے
کہ تم نے اپنے رفیق یا باہائی کا قتل گوارا کیا۔

علی۔ (امیر علی صاحب یہ ظلم نہیں۔ رحم ہے
کہ تکلیف سے بچایا۔ اسکے مرنے میں کیا شبہ تھا
اور تہوڑی دیر بعد مر جانا۔

مصنف۔ یہ بہت برا فعل تھا۔ میں اسکو
کبھی رحم نہیں کہہ سکتا۔

علی۔ موقع اور وقت دیکھنا چاہئے۔

مصنف۔ اچھا اپنی داستان شروع کرو۔
صاحب لوگہائیوں نے ان مینوں آدمیوں کو

دفن کر دیا۔ اور انندی لال کو دیکھ کر کہا کہ
افسوس بڑا گہرا زخم پہنچا۔ مائے اسکا ہارڈ
بہی کا لبد خاکی سے پرواز کر گیا۔ جس شخص نے
اسپر تلوار کا وار کیا۔ اگر میر صاحب آپ اسکی
خبر نہ لیتے تو وہ اور بھی دو چار آدمیوں کو قتل
کرتا۔ اور اب بے بس اور بیکس مجبوری کی حالت
میں گر رہے ہیں بڑا ہوا ہے۔ انندی لال کو بھی
دفن کر دیتے ہیں یہاں جلانے کا سامان میسر
ہونا ناممکن ہے۔ غرض کہ اسکو بھی دفن کر دیا۔
اور مٹی سے دبا کر زمین کو مہوار بنا دیا۔ لیکن خود
بخود اس واقعہ سے میرے دل پر صدمہ پہنچا۔
اور مجھے افسوس ہوا کہ مائے غضب تو نے اپنے
ایک وفادار میرا ہی کو قتل کیا۔ میں اسحال
میں تھا۔ کہ میرے ہمراہی ایک گاؤں سے گڑ
خرید کر لائے۔ اور ہوانی کا ہوگ بھاگ کر تپ
میں تقسیم کر لیا۔ اب ہم نے سوداگر کا صندوق
کہوا۔ اس میں ان موٹیوں کی لگا علاوہ جبکا ذکر
میں پیشتر کر چکا ہوں۔ بہت سے موٹی برآمد
ہوئے۔ جبکی قیمت تخمیناً چھپیس ہزار تھی ہم نے
آپس میں تقسیم کر لیا۔ ہمارے حصص کی یہ
تفصیل تھی۔ یہ وہیہ میں آٹھ آنہ سردار یا
جمہدار کے۔ چار ٹہلی اور لوگہائیوں کے
چار آنہ باقی ہمارا میونگے۔ اب ہکو آئینہ کھلی

سرکار کی جستجو کی خواہش نہ رہی تھی۔ اور ہم سید ہے جالون کی طرف روانہ ہوئے اور چند روز میں جالون پہنچ گئے۔ میں نے کل مال کا اپنے باپ اسماعیل کے سامنے انبار کو دیا جسکے دیکھنے سے اسکی آنکھیں کھل گئیں۔ اور مجھے دل سے دعائیں دیتا تھا۔ میں اپنی لڑکی اور اپنی بیوی کو خیر و عافیت سے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ گنیش ابھی تک واپس نہیں آیا تھا معلوم ہوا کہ وہ بنارس کی طرف گیا ہے مجھے مطلق خیال نہ تھا۔ اگر تھا تو صرف یہ کہ منشی کے بیٹے کو جو اسنے قتل کیا ہے اسکو بدلہ لوں یہ جوش میری طبیعت سے کسی وقت کم نہیں ہوتا تھا۔ دو برس بڑے ہی عیش و آرام سے گزر گئے۔ زمانہ کی رفتار ہمیشہ یکساں حالت پر نہیں رہتی۔ ہاں میں اب اسوقت کو یاد کرتا ہوں۔ اور کف افسوس ملتا ہوں۔ لیکن شکر ہے کہ اس مرقبہ میرا خیال خود بخود بدل گیا اور تنگی کے پیشہ سے نفرت ہوتی چلی گئی۔ اور میں نے عہد کر لیا کہ آئندہ کبھی اس کا نام بھی نہ لوں گا۔ اور ہر وقت یہ خیال پیش نظر رہتا تھا۔ کہ اس آوارہ گردی اور لوٹ مار کا نتیجہ ایک دن خواب ہو گا۔ اور کسی روز میری خانہ بربادی کا سامان قدرتی ہو جائیگا۔

ان ہی وجوہات سے میری طبیعت نے گوارا نہ کیا کہ بیماری عظیمہ کو کسی وجہ سے کوئی صدمہ پہنچے۔ وہ پارسا عورت جو مجھے دل سے تیری محبت کا دم بہرتی ہے۔ کاش اسپر تیرے ہنگ ہونے کا حال ظاہر ہو جاوے تو اس کی کمزور طبیعت کو کیسا صدمہ پہنچے گا۔ اور ممکن نہیں یہ امور اسپر ظاہر نہ ہوں۔ پس اب میرا دل صاف ہو گیا تھا۔ اور میری طبیعت بخوبی نقش ہو گیا۔

نتیجہ کارِ بدکامی بد ہے

چونکہ میری لڑکی کی نسبت میرے منشاء کے موافق ایک اعلیٰ درجہ کا نیاں میں ہو گئی تھی اس لئے قطعی ارادہ کر لیا تھا۔ کہ شادی کر نیچے بعد جالون کی سکونت کو خیر باد کہوں گا اور شہر دہلی کو اپنا مسکن بناؤں گا۔ اور ہاں تجارت سے یا کسی اور طریقہ سے اپنے ذمی عزت ہو نیکا سامان پیدا کرؤں گا۔ میں آپ سے یہ ذکر کرنا بھول گیا کہ میرے جالون پہنچنے کے چند روز بعد ایک انگریز والی جالون کے پاس آیا۔ اور تنہائی میں اس سے گفتگو ہوئی۔ ہم سے جو اس سرکاری تحقیق کی تو یہی معلوم ہوا کہ سرکار انگریز اور راجہ جالون میں کوئی عہد نامہ ہو ہے۔ اور گورنمنٹ نے

راجہ کو اپنے سایہ عاطفت میں لیلیا ہے۔
 ہمیں اس بات کا ذہنی خیال نہوا۔ اور بخیر
 سے اپنی میٹھی نیند سوتے رہے۔ اور ہمیں یہ
 خبر نہ ہوئی کہ یہ سب ہماری بربادی کا سامان
 ہے اور ہمارے ہی واسطے یہ کاغذی گھوڑے
 دوڑ رہے ہیں۔ اور ایک عرصہ سے ہماری
 بیچکنی کا سامان جمع ہو رہا ہے۔ وہ انگریزی
 افسر ایک عرصہ تک جالون نہ آیا۔ اور ہم محل
 اس خیال کو بھول گئے۔ اور میری لڑکی کی
 شادی کا زمانہ بہت قریب آگیا۔ اور رسمیات
 ادا ہونے لگی۔ جس سے ہر طرف خوشی کا سامان
 ہوتا۔ یگانیک راجہ کا ہر کارو یہ حکم نامہ لیکر آیا
 کہ سر میرا راجہ نے کسی فاکٹری کے باعث سے بچے
 اور میرے باپ کو بلایا ہے۔ گو شادی کی باعث
 سے میں نے غور کیا۔ لیکن سب بے سود تھا۔
 کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اور مجبوری کی حالت میں
 درباری لباس پہن کر اس سہرکارہ کے ہمراہ
 راجہ کے حضور میں پہنچے۔ وہاں امیر و وزیر
 جو بداد و نقیب سب اپنے اپنے محلے بیٹھے
 ایستاد تھے۔ ہم قدیم دستور کے موافق بعد
 سلام نذر پیش کرنا چاہتے تھے کہ ہر چار طرف
 سے چوہدری ہر دوڑے۔ اور ہمارے ہتھیار
 لے لئے گئے۔ اور سکو گرفتار کر لیا۔ میں نے

بہت کوشش کی اور ہاتھ پیر ملائے کہ ان
 چوہدریوں کے پنجہ سے نجات پاؤں۔ لیکن
 میرا خیال بالکل بیکار نہا۔ کسی شخص نے میری
 پگڑی میرے سر سے اتار لی اور میری شکمیں
 اپنی مضبوط باندھ لیں۔ کہ میری۔ گوں سے
 خون نکلنے کا احتمال تھا۔ لہذا میں خاموش ہو گیا
 اور اسی سے اطمینان دے لیا کہ جو مقدر میں
 لکھا ہے پیش آئیگا۔ تقدیر پر شاکر رہنا سنا
 ہے۔ جبکہ میری قسمت نے یہاں پہنچا کر مجھے
 گرفتار کرادیا۔ تو اب جو خدا اور بھوانی کی
 مرضی ہوگی وہ ہوگا۔

راجہ۔ (مجھے خاموش دیکھ کر جیف مدحیف
 اے امیر علی میں تیری نسبت وہ باتیں سننا
 ہوں جو میرے خیال میں نہیں آتیں۔ تو
 ہنگ ہے۔ اور مسافروں اور سوداگروں
 کا قاتل ہے۔ کیا یہ سچ ہے۔ تو تو جالون میں
 ایک معزز شخص اور اعلیٰ درجہ کا سوداگر
 سمجھا جاتا ہے۔ کیا تو ثابت کر سکتا ہے کہ یہ
 الزام جو تیری نسبت لگایا گیا ہے غلط ہے
 میں۔ سر میرا راجہ میں نہیں خیال کر سکتا
 کہ یہ میرے کس ماسد نے افراہ پروازی
 کی ہے۔ اور حضور کی طبیعت میں کس کس
 پہلو سے منقش کر دیا ہے۔ کیا کوئی شخص جالون

دیکھتے تھے۔ اور کبھی دروازہ کو جھکتے تھے۔ شہر خوشان کا نقشہ تہا میں نے اپنے باپ کی طرف دیکھا۔ تو اسکے چہرے پر ایسی سی بخوبی اپنا اثر کر چکی تھی وہ زلیست سے نہایت ہو چکا تھا۔ قبل اسکے کہ کوئی الزام اس پر قائم کیا جائے اسکی صورت خود بخود اسکو خونی اور مجرم ظاہر کر رہی تھی۔ میرا باپ اگرچہ ٹیکل اور قد آور تھا۔ لیکن پریشان اور بے لڑائی ونگے مراسقت نظر آتا تھا۔ تو قدرتی نوعیت معلوم ہوتا تھا۔ اب ایک شخص دروازہ سے ہٹکڑی ویٹر پھنے عدالت میں آیا۔ میں نے جو اسکی صورت دیکھی تو میرا حال میرے باپ سے بھی ابتر ہو گیا۔ اور میں نے خیال کر لیا کہ دنیا کے بد قسمت لوگوں میں اب میرا اول نمبر ہے صاحب شایہ میں نے اسکا ذکر آپ کے سامنے اب تک نہیں کیا ہے۔ یہ شخص ابتدائی زمانہ سے میرے ہمراہ رہا ہے اور سوتلیا۔ پہلی لوگ بھی وغیرہ کا کام کرتا تھا۔ اور پہلے میرے باپ کے پاس ہی رہ چکا ہے۔ اس نکو کام کا نام مسیح تھا۔ اس لئے میری سوانح عمری کا حال یہ مسیح بخوبی جانتا تھا۔ اس نے ساجو روبرو میرا اور میرے باپ کا تمام وکمال حال بتایا۔ خونی اور خوش بیانی سے بیان کر دیا۔ نہ کسی

جو الزام مجھ پر لگایا جا سکے۔ شہادت دیکھتا ہوں مجھے سب لوگ جانتے ہیں کہ میں ان سے کس مہربانی سے پیش آتا ہوں۔ اور میری نیک چلنی میری ایما ندری سہی۔ کوشش سے حضور پر روشن ہے۔ کہ کس جانفشانی سے ویران علاقہ کو آباد کیا ہے۔ کیا کوئی شخص دس بار یونین سے غجے و غاباز کہہ سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ راجہ جی کوئی شخص ہی میرے خلاف بیان نہ کرے گا میں نہایت ادب و عاجزی سے گذارش کرتا ہوں۔ کہ جو انتہام مجھ پر لگایا جاتا ہے وہ غلط ہے بے قصور سردار ہمارے کیون بے عزتی ہوتی ہے۔ ہمارے گھر میں شادی ہے۔ اس میں کیون سبج و الم کا سامان پیدا کیا۔

راجہ۔ امیر علی میں تجھ پر الزام و تہمت نہیں لگاتا جو کچھ کہ میں نے سنا ہے معلوم نہیں کہ وہ کہاں تک صحیح ہے۔ او سکو پر پیش جاتا ہے۔ مگر تیرے اور تیرے بھڑھے باپ کے خلاف بہت سی شہادت گذری ہیں۔ انکو سنو اور اپنی صفائی کا ثبوت دو پیر ہم قطعی فیصلہ کریں گے۔ (محکمہ لہو میں) چہرہ اسی ان بد قسمت لوگوں کو جو حالات میں ہیں عدالت میں باری باری سے مافر لاؤ۔ انکا بیان لکھا جائیگا۔

صاحب اسوقت سب لوگ ہکو حیرت کی نظر سے

واردات کو پہونچا ہوا تھا۔ اور نہ کسی مقام کو۔ یہ بھی کہا کہ ان مقامات کو پہونچتا سکتا ہوں۔ جہاں یہ غریب سا فروغن کئے گئے۔ لوٹ کی نقدی زیور وغیرہ کا جو حساب بتایا وہ سچ بتا پہر کہا سری ہاراج اسٹیل اور میر علی یہ دونوں بندیل کنبڈ کے علاقہ میں ہنگو کے سرخنے تھے۔ سوزا کے اشارہ میں دوسو تین جوان جمع کر سکتے ہیں جو سب بے رحم و بے شرم و ظالم ہنگ ہیں۔ صاحب یہ بہت مستحکم ہے کہ راستی کو کہی زوال نہیں۔ اور دروغ کو کہی فرسغ نہیں۔ سورج نے جسے مخاطب ہو کر کہا کہ تو میری باتوں کا جواب دیکھتا ہے یا اسکی تردید کر سکتا ہے۔ میری طبیعت یہی مغلوب ہو گئی تھی۔ کہ میں اپنی تمام باتوں کو بھول گیا۔ گویا میرے ہون پر قبر لگا دی۔ اور گویا ہی کی قوت ہی نہ رہی۔ اب میرے باپ کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

سورج۔ اس ظالم اسٹیل کی ضیعی اور ظاہری وضع و قطع کو دیکھ کر کوئی شخص یہ خیال کر سکتا ہے کہ یہ ایک خوشخوار ہنگ ہے۔ اور قاتلون میں اول نمبر ہے اور اس ضیعی اور نیچی نڈا رہی پر ہی کجغت نے اس خبیث پیشہ کو ترک نہیں کیا اس کو لازم تھا کہ آپ اپنی عمر کا بقیہ حصہ ہنگ

کی یاد میں بسر کرتا۔ اور اپنے گناہوں کی تلافی چاہتا۔ مگر افسوس طبع نفاذ نے اسکو خراب کیا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا۔ اب میں سبہ اتفاقات کو چھوڑ کر حال کے واقعہ کا حضور کے سامنے ذکر کرتا ہوں جسکو قریب قریب دو ماہ کا عرصہ ہوا ہو گا۔ اور بہت بیش قیمت مال وہاں سے لیکر آیا ہے۔ اور جس غریب آدمی کو اس نے قتل کیا ہے۔ وہ حضور ہی کی رعایا میں سے تھا ہائے افسوس وہ شخص جسکی یہاں سب عزت کرتے تھے اور سب لوگ اس سے خوش تھے۔ اور اس کے خاندان میں اسکا اب تک نام ہے اس ظالم کے ہاتھ سے بوقت مارا گیا۔

راجہ۔ کیا میری رعایا میں سے (افسوس اپنے دل میں۔ شاید غلط ہو) اچھا سورج صاف صاف بیان کرو۔ کسی سے خوف نہ کرو۔

سورج۔ خوف کہی میرے ہمایہ میں نہیں آیا۔ میں ہمیشہ بخوف رہا۔ جسکو میرا بیان خود ثابت کر رہا ہے۔ کیا آپ جو نت مل کو جو ایک شریف آدمی تھا جانتے ہیں۔

راجہ۔ ہم بخوبی جانتے ہیں وہ زندہ ہے۔ سورج۔ سری ہاراج اس اسٹیل سے اسکا حال پوچھئے۔ اگر یہ نہ بتا بیگا۔ تو میرا دوا برا ہر اسی جو یہاں موجود ہے۔ میرے بیان کی

تصدیق کر کر مفصل کیفیت آپ کے سامنے بیان کر دوں گا۔ میں نے اپنی آنکھوں کے سامنے جیونٹ مل کو مڑا ہوا نہیں دیکھا ہے۔ اسکی صورت آپکو کبھی نظر نہ آئیگی۔ اسکے عزیز۔ رشتہ دار۔ و دوست جو جیونٹ مل کو زندہ سمجھتے ہیں اب اسکا ماتم کریں۔ وہ درحقیقت مر چکا ہے۔ اس اسمیل نے (تمہارے تینہ حصہ لینے کی نگاہ سے دیکھیں) اپنے ماتم سے اسکو قتل کیا۔ اور یہی شیطان اسکا جیوٹی بنا تھا۔

صاحب اس بیان سے حاضرین عدالت کے جسم پر لرزہ ہو گیا اور سب کی صورت سے رنج و افسوس ظاہر ہوتا تھا۔ راجہ کو بہت بڑا اظال تھا۔ چہرہ غصہ کے باعث تھما گئے راجہ۔ غضبناک ہو کر۔ سورج تینے جیونٹ کو چشم خود مرتے نہیں دیکھا۔

شوہرچ۔ بندہ پر مردمان میں نے نہیں دیکھا لیکن بودی کو بلوایے۔ وہ سب حال مشح بیان کر دیگا۔

صاحب بودی کا نام سکر میرے ہوش حواس جاتے رہے۔ اور مجھ کوئی امید نہیں رہی۔ میرا خیال تھا کہ سمن اپنے بیان کی کافی شہادت نہ دیکھ سکا۔ اور نہ میں نے کبھی اس

و دوست کا حال اپنے باپ کی زبانی سنا تھا۔ یہ بودی میرے باپ کے لوگ یوں کا سردار تھا۔ اسلئے اب میں اپنی زندگی سے بودی یا بودی لگی راجہ۔ (چہرہ اسی سے) بودی کو حاضر کرو۔

جیونٹ بودی آتا تو اسکی جگہ پر جو جسم پر لرزہ آیا۔ کیونکہ اسپر بہت بڑا بہرہ دہ رکھتے تھے میرے باپ اسکو پرورش کیا تھا۔ گو وہ قوم ہندو سے تھا۔ پھر ہی میرا باپ اب تک فرزندانہ محبت کرتا تھا۔ اسکے چہرہ پر مہائیاں اوڑتی تھیں جو اسکی وفاداری ظاہر کر رہی تھی۔ میں کمال اضطراب اور برے فکر سے اسکی شہادت کا منتظر تھا۔ کہ ایسا وفادار اور متد شخص کیونکر اپنے پرورش کرناوالی کی نجات کرے گا۔

راجہ۔ (بودی سے مخاطب ہو کر) اے مصیبت زدہ بد بخت بد نصیب تیری اس شرط پر جان بخشی ہو سکتی ہے۔ کہ مقدمہ قتل کے متعلق جو کچھ تجھے معلوم ہے۔ یا تو نے دیکھا ہے۔ یا اس داؤد میں تو نے کام کیا ہے۔ سچ بیان کر دے اور کوئی بات پوشیدہ نہ کرے۔ تو نے گورنٹ سے وعدہ کیا ہے۔ اب اپنا قول پورا کر۔ اگر تو نے راست راست بیان کیا تو فوراً جہی کے پیر میں تجھے کچلواؤ ورنہ اسکا۔ فوراً حکم دیا گیا کر فیمل

سست لایا جاوے اور زنجیریں تیار روئین
 شاید تہوڑی غیرین فردست ہوگی۔
 راجہ۔ بودی سچ کہہ تجھے جو منت مل کی
 نسبت کیا معلوم ہے۔ وہ مر گیا یا زندہ ہے۔
 دیکھ ہم تجھ کو پہر ہوشیار کرتے ہیں۔ کہ سچ بولنے
 سے تیری رہائی ممکن ہے۔

اس وقت دربار میں سنسانی کا عالم تھا۔ اور
 سب لوگ اپنے خیالات میں غلطان و بھجان تھے
 کہ بودی کی زبان سے کیا نکلتا ہے۔ خاص کر سیر
 باپ اسمیل کی پریشانی بہت ہی بڑی ہوئی تھی
 اس نے مایوسی کی حالت میں بودی کی طرف دیکھا
 اور اشاروں میں اپنا عجیب ظاہر کیا۔ کہ صرف تیرے
 بیان پر میری زندگی کا قطعی فیصلہ ہے۔ اس وقت
 بودی کی آنکھوں میں پانی بہا رہا۔ روٹھتا کھڑا
 ہو گیا۔ شرم اور حجاب سے گردن جھکا لی۔

اسمیل۔ بلند آواز سے۔ بودی گمراہ نہیں
 بولو بولو۔ اور راجہ سے کہو کہ اسمیل پر جو جرم
 لگایا گیا ہے وہ اسکا جرم نہیں ہے۔

راجہ۔ غصہ سے پاجی خاموش نہیں رہتا ہے
 اگر بلا دریافت کوئی لفظ منہ سے نکالا۔ تو اسکی
 اس وقت مزاحیہ کی (ایک معزز شخص سے مخاطب
 ہو کر) میر صاحب آپ گورنمنٹ سے یہاں کے
 اجلاس کی کیفیت مزید بیان کریں گے۔ کہ اس طرح

سے تحقیقات مقدمہ ہوتی ہے۔
 ناظرین فائدہ کو یہ خیال فردوست ہوگا۔ کہ یہ میر
 صاحب کون ہیں۔ اسلئے میں اسکی ہی تشریح
 کئے دیتا ہوں۔ یہ حضرت گورنمنٹ انگریزی
 کی جانب سے دربار جاوے میں اس مقدمہ کی
 تحقیقات کرانے آئے تھے۔ اور ڈاکٹری ونگ
 کے حکمہ میں انسپکٹر تھے۔

راجہ۔ (ہاتھی کو طلب کر کے) اے بودی انجام
 کو سوچ۔ زمین و آسمان کی طرف دیکھ۔ اگر
 تو نے راستی کو چھوڑ کر جھوٹ سے کام لیا۔ تو
 تو اس وقت ہلاک کیا جائیگا۔ تیری صورت اس
 مقدمہ سے تیرا ذاتی ہونا ظاہر کر رہی ہے۔
 بودی اس وقت بڑا ہی تھیرتا تھا۔ اور سوچتا تھا۔
 کہ میں اس شخص کی جسے مجھے بچپن کے زمانہ سے
 پرورش کیا ہے جان بچاؤں۔ یا اپنی جان بچا کر
 نیکو کام کہلاؤں۔ پر سوچ کر کہا۔

بودی۔ جیسے اس واردات کا حال معلوم نہیں
 ہے۔ اور بہت سے واقعات جانتا ہوں۔

سورج۔ سر بہادراج۔ یہ جھوٹ بولتا ہے۔
 یہ اسمیل کا ہمراہی ہے۔ اس سے خوف کرتا ہے۔
 راجہ۔ اے بودی تو نے سنا۔ کہ یہ سوچ کیا
 کہتا ہے۔ اگرچہ تو اب زندہ رہنے کا حق نہیں
 رہا۔ مگر میں تجھے چند لمحہ کی اور مہلت دیتا ہوں۔

دیکھ برآمدہ کا سایہ جو میری مسند سے بہت قریب ہے۔ جب تک یہ سایہ منہ پر نہ آئیگا۔ تو زندہ ہے۔ جو کچھ تجھے بیان کرنا ہے اسکو سوچ لے۔ اور خوب غور کر لے ورنہ بعد میں تو ہوا کا اوسٹ ہاٹی۔

صاحب سبکی نگاہیں اب سایہ کی طرف لگی ہوئی ہیں اور بودی اس طرح اس سایہ کو دیکھتا تھا۔ جیسے کوئی شیر ذمہ کو دیکھتا ہے۔ اور خوف کہتا ہے۔ میرے باپ اسماعیل کا بہت ہی اہم حال تھا۔ اسکی آنکھیں خوف معلوم ہوتی تھیں ہون پر خشکی۔ چہرے پر زردی۔ خون کا دورہ بالکل بند نظر آتا تھا۔ اسوقت اسکی طرف دیکھا جاتا تھا۔ کاش اگر میرا اور میرے باپ اسوقت دم نہ نکلتا تو وہ مصیبت جسکا بیان آئندہ آئیگا میں اپنی آنکھوں سے نہ دیکھتا۔ امدان تکلیفوں سے کہ جنکے سننے سے انسان کا کلیجہ دھڑکتا ہے۔ محفوظ رہتا۔

سورج۔ (اپنی خاص زبان میں) ارے حق ایسے شخصوں کے واسطے تو کیوں۔ جھوٹ بولتا، اور کیوں اپنی پیاری جان کو خطرہ میں ڈالتا، جنکے سر پر موت کا نقارہ بج چکا۔

صاحب ان الفاظوں نے بہت بڑا اثر بودی کی طبیعت پر کیا۔ اور وہ گہرا گرا ہوا۔

تو وہی۔ سری ہمارا ج میرے جھوٹ بولنے کا قصور معاف کیا جاوے۔ جھوٹ مل مارا گیا اور امین نے ہی اپنے ہاتھ سے قبر کو ہودی تھی۔ اور دفن کیا تھا۔

راجہ۔ ہے نارامین۔ ہے رام۔ ہائے یہ کیا ستم ہوا۔ ہائے غضب جھوٹ مل سائیکہ امی مر گیا۔

صاحب تھوڑے عرصہ تک اجمہر سکتے کے عالم میں رہا۔ پھر اپنے ہوش حواس قائم کر کر بولا ارے کبھی سب بفضل کیفیت بیان کر۔

بودی۔ حضور جھوٹ مل بھوکا قین میں ملا تھا۔ اور اسماعیل بخوبی جانتا تھا کہ اگر جھوٹ مل نے ہمارے گردہ کو دیکھ لیا۔ تو اسکو فوراً شہید پیدا ہو جائیگا۔ اس لئے اس نے ہم سبکو کاٹنے کے باہر چھوڑ دیا اور آپ خود کاٹنے کے اندر جا کر نہیں معلوم کس طریقہ سے جھوٹ مل کو ختم کر کر اپنے ہمراہ اسباب لے آیا۔ میں جانتا ہوں کہ اس نے فریب دیا۔ ورنہ وہ ہرگز نہ آتا۔ قبر پہلے ہی تیار ہو چکی تھی ابھی آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ اور شب تاریک کا پورا دخل نہ ہوا تھا۔ کہ جھوٹ مل کا کام تمام کیا گیا۔ میں نے اسماعیل کا قاتل رد مل اسکی گردن میں بڑا گیا۔ اور یہی حالت اسکے دو ملازموں کی ہوئی۔ میں نے

ان تینوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا ہے۔
دوسرے روز ہم نے اسکا گھوڑا چھین دیا
لو فروخت کیا۔ اور اسکے پاس سے ہنڈوین
کے سوائے اور کچھ نہ نکلا جو اسوقت جلادی گئیں
راجہ۔ بس بس اسقدر ثبوت کافی ہے۔

بودی۔ نہیں مہاراج میں اور بھی ثبوت دے
سکتا ہوں۔ اسمعیل کے ہاتھ میں جو انگوٹھی ہے
وہ بھی جو منت مل کی ہے۔ آپ شناخت کر لیجئے۔
صاحب میں اپنے باپ کی انگلی میں اس انگشتری
لو دیکھو بہت گہرا ہے۔ کہ ہماری بد قسمتی سے کیا
کامل ثبوت ہاتھ آیا۔ وہ انگوٹھی عدالت میں
پیش ہوئی۔ دربار میں اسوقت پورا جمع تھا۔
ایک معزز ساموکار نے اسکو شناخت کیا۔ کہ
یہ جو منت مل کی انگوٹھی ہے۔ علاوہ برین
اسپر جو منت مل کا نام بھی گہرا ہوا تھا۔

راجہ۔ اب زیادہ ثبوت اور تحقیقات کی ضرورت
نہیں ہے۔ یہ انگشتری اسکا جوم ہونا ثابت
رہی ہے۔ اب اسکو باہر لپیٹا اور فیمل مست
پیروں سے باندھ کر تمام شہر میں پھراؤ اور
سنادی کراؤ۔ کہ یہ اسمعیل تہک ہے جسکو
ہاشمہ گان شہر اہنک پٹیل سمجھتے تھے۔

سید۔ (جو گرفتار کی جانب سے دربار
میں موجود تھا) ابھی ٹہرو۔ مجرم سے دریافت

کیا جاوے۔ وہ اب کیا کہتا ہے۔

راجہ۔ بد نصیب عالم۔ کجست اب تو کیا کہتا ہے
صاحب اسوقت موت کا جابر پنجہ میرے باپ
کے سر پر سوار تھا۔ اس لئے میرا خیال تھا۔ کہ
اپنی تقصیرات کی تلافی چاہے گا۔ لیکن وہ سلطان
نہیں گہرا ہے۔ بلکہ خوف اور خیر ہو کر جواب دیا۔

اسمعیل۔ اے راجہ مرنے سے نہیں ڈرتا۔
اور اب آخر وقت میں ہرگز جوٹ نہ بولونگا۔
میں درحقیقت ملزم ہوں۔ میں نے جو منت مل
کو جو مرگیا قتل کیا۔ میرا طریقہ اچھا نہیں ہے
تو ایک مدت سے مجھے واقف تھا۔ اور ہمیشہ
لوٹ میں سے حصہ لیتا رہا۔ کیا تو نے گھگون کو
توکر نہیں رکھا۔ اور تو انکو انعام نہیں دیتا
رہا۔ میں نے ہزار ہا آدمیوں کو قتل کیا۔ اور
جو منت مل کو بھی مارا۔ اور یہ آخری کام تھا
اطمینان سے کیا۔ اب میری زندگی کا پیمانہ لبریز
ہو چکا۔ اور میں ہمیشہ اپنی خواہشوں میں
کامیاب ہوتا رہا۔ اب مجھے دنیا میں رہنے
کی خواہش نہیں ہے۔ لیکن اے راجہ تو یہی
پچھائیگا۔ اور جو دعا تو نے میرے ساتھ کی
ہے۔ اسکا خیا زہ اُٹھائیگا۔ پیدا کنندہ
ان سب باتوں سے خوب واقف ہے۔
ہمارا کہنا کر نوالا دیتا ہے جسے ضرور بد لائیگا۔

اسکے پیارے بندے کا خون بالا بالا بھانجیگا
 ضرور رنگ لائیگا۔ جنم میں جائیگا۔ مال
 مفروضہ سے حصہ لینے کا مزا اٹھائیگا۔ اسوقت
 میرا کہنا یاد آئیگا۔

راجہ۔ غضبناک ہو کر۔ ارے کوئی حاضر ہے
 اس گستاخ بے ادب کو میرے سامنے سے دور
 کرو۔ اور اسکے بیٹے کو اسکے سزا یاب ہونی کا
 تماشہ دکھلاؤ۔

صاحب کیم کی بوہڑتی اسوقت ہم دونوں کو چہرہ سی
 کینچکر باہر لائے۔ اور میں نے اپنے باپ سے
 کہا کہ حضرت اس آخر وقت میں کچھ اس بد
 نصیب بیٹے کو وصیت فرماتے ہیں۔ میرے
 باپ کی آنکھوں میں آنسو بہ رہے ہوئے تھے
 ضبط کر کر کہا۔ میرے پیارے اور سعادتمند
 بیٹے تو میرا جانشین ہے میں اب بہشت میں
 جاؤنگا۔ حورین میرا انتظار کر رہی ہوں گی۔

ایسا کوئی امر نہیں ہے جس سے تو واقف نہیں
 البتہ میں نے عمداً ایک بات کو تجھے پوشیدہ
 رکھا تھا۔ یعنی تو میرا اصلی بیٹا نہیں ہے۔
 میں تجھے فرزندوں کی طرح پرورش کیا ہے۔
 خدا تیرا حافظ و نگہبان ہے اسی کے سپرد
 کرتا ہوں۔ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا لیکن
 شیطان سپاہی نے تپڑ رسید کیا اور کہہ

بک بک نکرو۔ اور دھچکا دیکر دوزخ کر دیا۔
 لیکن پیر ہی میرے باپ نے اپنی خاص زبان
 میں مجھے کہا۔ بیٹا اس راجہ کو زندہ چھوڑنا
 میرا عرض ضرور لینا۔ اسکے کرا اور فریاد اور
 دغا کی گورنمنٹ سے اطلاع کرنا۔ جو وقت
 یہ دغا باز کا فریاد سے معذور ہوگا
 میری روح بہت خوش ہوگی۔ اب گفتگو کرنا
 موقع نہ رہا۔ جلاؤن نے اسکی کمر میں زنجیر
 باندھ کر ہاتھی کے پیروں سے لپیٹ دیا۔ اور
 میرے باپ نے کلمہ پڑھا (لا الہ الا اللہ
 محمد رسول اللہ) بیلان نے ہاتھی کے سر پر
 انکس مارا۔ اور ہاتھی چنگھاڑ کر تیزی کے
 ساتھ بڑھا۔ وہی قدم میں اسکا دم ٹکلیا۔
 مصنف۔ دائی جاؤن تھوڑے ہی حصہ
 میں کوڑھی ہو کر مر گیا۔ گھوٹکا فرقہ۔ سہیل
 کی بددعا۔ اور بھوانی کا سراپ بتلاتے ہیں۔

باب چھیا یسواں

صاحب میں اپنی طبیعت کا جوش اور وہ خیالات
 جو اسوقت بڑی تیزی سے دورہ کر رہے تھے
 آپ کے سامنے بیان نہیں کر سکتا۔ مار پیچیدہ
 کی طرح بل کہنا تھا۔ مگر انوس میں اسوقت
 گرفتار تھا۔ ورنہ راجہ کو اجلاس میں ہی قتل

کہتا۔ میں نے بہتیری اپنی رانگی کو بخش کی۔
 اور ساتھ پیر ہلائے۔ وہ سب بیفائدہ اور
 فضول۔ کیونکہ میں بالکل رستیوں سے ہذا
 ہوا تھا۔ ہاں میرے زور کرنے اور جھکے دینے
 میری بندش اور یہی مضبوط ہو گئی۔ اور
 میرے جسم سے خون پٹکنے کا احتمال تھا اور
 میری رگوں میں اور جوڑوں میں درد و ہونیکا
 مجبور میں بھی خاموش ہو گیا۔ اور چوبدار مجھے
 حوالات میں لیکے۔ اور وہاں میری مشکین
 کہو لکو کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ صاحب وہ
 دن بڑی ہی مصیبت سے کٹا۔ خدا وہ وقت
 کسی دشمن کو بھی نہ دکھلائے۔ آنے جانے والے
 یہ سمجھتے تھے کہ ایک درندہ آج نفس میں بند
 ہوا ہے۔ کوئی ہنستا تھا۔ کوئی آواز نہ کتا
 تھا۔ کوئی میرا نہ چراتا تھا۔ لڑکے جنگو نہیں
 سے میسرے لکڑی و پتھر مارنے تھے۔ گالیان
 دیتے تھے۔ ہائے ایک وہ وقت تھا کہ یہی
 لوگ میری عزت کرتے تھے۔ مجھے سخر جانتے
 تھے۔ ایک یہ وقت کہ اس بدی سے پیش
 آئے میں۔ ہائے میرے پریشان خواب جو
 پیشین گو بیان کر رہے تھے۔ پوری ہو میں۔
 میں نے نہایت عجز اور خناسا سے ان لوگوں
 کی خدمت میں عرض کی کہ برائے خدا انجے

میری پیاری بیوی عظیمہ کی خبر لا دو۔ اور
 براہ کرم اسے اطمینان دو۔ میرے اس اہتمام
 پر قہر نہ لگایا۔ کسی نے سخت کلمہ نہ یا۔ کوئی گالی
 سے پیش آیا۔ میری بیوی عظیمہ جسکا نام میرے
 مکان کی حد کے اندر ہے محد و در تھا۔ اب کوچہ
 بکوچہ ہر شخص کی زبان زد ہوا۔ کوئی اس کی
 عصمت پر دوہبہ لگاتا تھا۔ کوئی براہیلا کہتا تھا
 ہائے غضب ہائے افسوس میں یہ ناقابل بردار
 الفاظ سننا تھا۔ میں اپنے کان کو بند کرتا تھا
 کہ یہ درشت نالائک باتیں نہ سنوں۔ مگر وہ لوگ
 زیادہ غل مچاتے تھے۔ زمین و آسمان کے قلابے
 ملاتے تھے۔ اور جھکے کے قریب آکر تو کہتے تھے۔
 جب رات ہوئی تو ان بد ذاتوں کی ہدف اتن
 سے نجات ہوئی۔ صاحب یہ وہ وقت تھا۔
 کہ میں اپنے گھر میں عیش و آرام سے ہوتا۔
 اور میرا محبوب میری بغل میں تھا۔ ہائے اب
 اسکے بدل میں۔ سانپ بچھو۔ جنگلی چوہے وغیرہ
 جو جلیخا دکی اندھ میری کوٹھڑی میں اپنا گشت
 کر رہے تھے میرے پیش نظر تھے۔ خدا خدا کر کے
 وہ شب پوری کی۔ میری مصیبت کی یہ پہلی
 منزل ہے۔ میں نے بہتیری کو بخش کی کہ رضی
 برضا ہوں۔ اور رنج دالم کو پاس نہ آنے
 روں۔ ہائے میرا خیال غالب نہ آیا۔ اور

تلچھٹ کا تلخ پیالہ پینا ہی پڑا۔ صبح کی وقت
مین نے فریضہ سحری ادا کیا۔ بجائے پانی کے
خاک دستی سے وضو کیا۔ بعد میں مین نے پانی
مانگا کیونکہ میرا حلق خشک تھا۔ لیکن صبح
برخواست۔

باغبان بیدار ہو کر کل بیوفا گلچین رقیب
کون سنتا ہے چمن میں ناہائے عندلیب
ابا میر علی ہنگ کا اجلاس جیلخانہ کی کوٹھڑی
میں ہوا۔ درباری لوگ حاضر ہونے لگے۔
آج اتفاق سے حوثرین بھی آئی ہیں۔ اور ب
امیر علی کی ملاقات کے مشتاق ہیں۔ کہ ذرا
توجہ ہو تو ہم وہی اپنا معمولی فرم ویر وڈا
ادا کریں۔ لیکن میں آج بالکل خاموش
ایک کونہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ جس طرح شیر بہر
کا طریقہ دوسرے روز تبدیل ہو جاتا ہے
اور کچھ قص اور آدمیوں سے مانوس ہو جاتا
ہے۔ میں نے اپنے منہ پر اپنا دوپٹہ ڈال لیا
تھا۔ نہ مجھے انکے ہنستے ہوئے چہرے سے کوئی
غرض تھی۔ اور نہ انکی تلخ باتوں کا خیال تھا
ہاں میں اپنی چھپی ہوئی نظروں سے ایسے شخص
کی تلاش میں تھا۔ جسکو رحم سے کبھی قصہ
ملا ہو۔ گو میں سبکو جانتا تھا۔ لیکن مجھے کوئی
بھی مہربان اور رحمدل انسان نظر نہ آیا۔ میں

کئی مرتبہ آواز دی۔ اول تو کسی نے سنی
نہیں اور جو سنی بھی تو اس کے جواب میں کوئی
کالیان دیتا۔ کوئی خاک و بچھر پھینکتا۔ پیاس
بڑی شدت سے تھی یہ دن ہی بے آب و اند
گزرا۔ گرمی کا موسم۔ باغیچہ کے جھوکے ٹرہ یہ
کہ آب و داد بند۔

مرغ دل مت رو بہان انسو بہا ناخ ہے
اس نفس کے قید پر نکا آب و اند نہ ہے
ہائے میں اپنے گہم راجی کا ہنسا پانی یا شربت
اس موسم میں پینا تھا۔ اور اب ایک قطرہ
پانی بھی میسر نہیں ہوتا غرض تیسرا دن بھی اسی
طرح گزرا۔ میں نے ہر چند لوگوں کی منتیں کیں۔
خوشامدین کیں۔ برائے خدا اپنی جوانی کا قصہ
تہوڑا پانی ملا دو۔ لیکن دیان تو وہی خاک کا
مینہ برستا تھا۔ راجہ کی طرف سے ہی کوئی
تحقیقات و تفتیش کسی قسم کی نہیں ہوئی۔
مجھے خیال ہوا کہ یہ لوگ اسی طرح سے نیچے ہا
کریں گے۔ میرا باپ خوش قسمت تھا۔ جو چند
لوگوں کی تکلیف اٹھا کر بیشت میں چلا گیا۔ ایک
میں بد نصیب ہوں۔ کہ تکلیف پر تکلیف اٹھاتا
ہوں۔ اور دکھیا پانی کو بھی ترستا ہوں۔
چوتھا روز بھی اسی طرح تمام ہوا لیکن کسی ہندہ
خدا کو رحم نہ آیا۔ آفتاب غروب ہو گیا۔

آسمان پر ستارے نکل آئے۔ اور مجھے خیال ہوا۔ کہ اب میں زندہ نہ بچوں گا۔ موت ہی مجھے اس جیل خانہ میں کہیں بچکر لائی ہے۔ پانچویں روز بھوک و پیاس کی شدت اور ضعف کی کثرت سے گر کر بیہوش ہو گیا۔ میں نے اپنی حالت موجودہ پر بیت ریخ و الم کیا اس بیہوشی یا حالت غنودگی میں ہی خوفناک خواب دکھائی دیئے۔ ان مقتولوں کی صورت جو میرے ماتھے سے قتل ہوئے تھے۔ پیش نظر آتی۔ اب زیادہ حالات بیان کر کر آپ کو اور ناظرین فسانہ کو پریشان نہ کروں گا۔ وہ شب گزری صبح کے وقت جب میری آنکھ کھلی یا مجھے ہوش آیا۔ تو اس وقت کی ٹھنڈی اور خوشگوار ہوا۔ مجھے بہت ہی اچھی معلوم ہوئی۔ میں نے اپنا منہ کھول دیا۔ اور زبان و صلیق کی خشکی کو اس سے سیراب کرنے لگا۔ بھوک مجھے مطلق نہ رہی تھی۔ پیاس کی بہت شدت تھی۔ اسی وجہ سے انٹریان ہی خشک ہو گئی تھیں۔ دوسرے مختلف خیالات اور حوادث زمانہ نے دین و دنیا دونوں سے کہو دیا۔ اور خدا تعالیٰ سے ملتی ہوا۔ کہ اے اللہ تو ہی خدایے میری امداد کر۔ جو شخص اُدھر سے جاتا آتا تھا میں اسے آواز دیتا تھا۔ مائے انوس کوئی

نوجو کرتا تھا۔ اور نہ کوئی میری بات کا جواب دیتا تھا۔ اتفاق سے مجھے اپنا ملازم نظر آیا۔ اور میں نے اشارہ سے پانی مانگا۔ کہ برائے خدا حضرت پیغمبر کے واسطے مجھے تھوڑا پانی دے مائے آج چٹا روز ہے۔ کسی نے میری خبر ہی نہ لی۔ ملازم (غلام حسن) میرا صاحب سخت معذرت ہے۔ راجہ نے قطعی حکم دیدیا ہے۔ کہ جو شخص آپ کو کہنا نہ کہلائیگا۔ پانی پلائیگا۔ وہ فوراً قتل ہو جائیگا۔ صاحب مجھے کمال غصہ آیا۔ کہ آج وہ شخص جو ہمیشہ حاضر خدمت رہتا تھا۔ اس طرح صاف جواب دیتا ہے۔ کیا مروت کا خاتمہ ہو گیا۔ انصاف دینا سے جاتا رہا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اسکے ہوش و حواس درست کئے وہ پرشیدہ پانی لایا۔ اور مجھ کو دیا میں پروردگار کا شکر بجالایا اور غلام حسن کا بہت ہی ممنون ہوا۔ میں لمحہ لمحہ میں طلق تر کرتا تھا۔ اس نے کہا کہ شام کو میں پہر آؤں گا اور کہنا بھی لاؤں گا۔ اور عظیمہ کا یہی حال بیان کر دے گا۔ یہ دن مجھے کمال اضطراب میں بسر ہوا۔ اور بڑی مشکل سے سات کا وقت ہوا۔ میں اپنے نیک حلال ملازم کا انتظار

کرنے لگا۔ اور میں جانتا تھا کہ وہ ضرور آئیگا۔ اور کبھی مجھے دھوکا نہ دیگا۔ میری حالت کا وہ ہی شخص اندازہ کر سکتا ہے۔ جو دام مصیبت میں پہنسا ہو۔ شب کے نو بجے جبکہ تاریکی کا پورا اعل تھا۔ غلام حسن ایک کبل اوڑھے ہوئے آیا۔ اور چپ چپا کر میری کوٹھڑی کے دروازہ پر بیٹھ گیا۔ ایک بدنی میں پانی لایا۔ اور دو موٹی موٹی روٹیاں جو خشک تھیں وہ مجھے دین کہ کہاؤ۔ میں بے مین حال بیان کرونگا۔ یہ وہ روٹیاں تھیں جسے پانچ روز پیشتر نفرت کرتا تھا۔ اور اپنے لکھے کو بھی نہ دیتا تھا۔ مگر اسوقت وہ ہی مزید معام ہوئیں۔ روٹی کہاٹی پانی پیا۔ خدا کا شکر ادا کیا۔ اور میں نے پوچھا کہ میری بیوی اور رڈکی کی کیفیت بیان کرو۔

غلام حسن۔ میر صاحب کچھ نہ پوچھئے میں اسوقت آپ کو صدمہ پہنچا نہیں جانتا مین۔ اس سے زیادہ اور کیا صدمہ پہنچیکا کہ عظیمہ اس دنیا سے رحلت کر گئی ہوگی۔ غلام حسن۔ کچھ دیر خاموش رہ کر بینک وہ مر گئی۔

مین۔ اور میری پیاری بچی۔ غلام حسن۔ وہ ایک ملا کے گھر رہتی ہے

جس نے تمہاری بیوی کی حفاظت کی تھی۔ اور اپنے ہاں پناہ دی تھی۔

مین۔ عظیمہ کے گھر سے باہر نکلنے کا باعث غلام حسن۔ راجہ کے ہر کارہ آئے۔ انہوں نے باہر نکال دیا۔ اور تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ مال اسکی امید سے زیادہ نکلا۔ آپ کی بیوی اسوقت صرف ایک ماہ اور چھ ہوئے تھی۔ اس نے جو وقت تمہارے باپ کے مارے جانے اور تمہارے قید ہونے کی کیفیت سنی۔ اسوقت رحلت کی۔ کیونکہ وہ ایک سکنہ کے عالم میں تھی۔ زبان میں گویائی کی قوت نہ رہی۔ ہوش و حواس قائم نہ تھے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اسکا طائر روح پرواز کر گیا۔

مین۔ اچھا اب تم جاؤ۔ خدا تمہاری عمر میں برکت دے۔ مجھے اب تنہا رہنے دو۔ ورنہ اسوقت اور زیادہ رنج ہوگا۔

عظیمہ میری پیاری بیوی عظیمہ۔ میر تکین بخش عظیمہ۔ کیا تو سچ مر گئی۔ ہائے مجھے تنہا چھوڑ گئی۔ اور میں بد نصیب بیبیائی سے جیتا ہوں۔ میں اپنے پیشہ کو ہمیشہ تجھے چسپاں کرتا۔ ہائے آخر وقت میں خود بخود میرا ہنگ ہونا تجھے ظاہر ہو گیا

شکر ہے۔ کہ تو ان واقعات کے سنتے ہی جھکی تو ہرگز برداشت نہیں کر سکتی تھی مرگئی۔ دہندہ خدا معلوم کیا کیا تکلیفیں اٹھاتی۔ اور کس کس خدا میں پہنچتی۔ کاش اگر تو زندہ بھی رہتی۔ تو بھی مصیبت اُٹھاتی۔ میں شرم و حجاب کے باعث کبھی تجھے اپنا سنہ نہ کہاتا۔

صاحب مجھے استدر رنج و ملال نہیں ہوا۔ جو اس وقت ہوتا۔ جبکہ میرے اقبال کا ستارہ چمک رہا تھا۔ شکر ہے۔ لڑکی زندہ ہے۔ اور وہ ایسی جگہ ہے جہاں اسکو تکلیف نہیں ہو سکتی۔ سو کر روز راجہ کے ہاں سے کہانا پانی ملنے کا حکم ہوا۔ قیدیوں کو جو غذا ملتی ہے اس کے بیان کی ضرورت نہیں۔ تین بیٹے میں نہایت ہی لاغر و کمزور ہو گیا اور یہ تین بیٹے مجھے برسوں کی برابر معلوم ہوتے تھے۔ اسکے بعد ایک روز راجہ کے دربار میں میری طلبی ہوئی۔ میں سمجھا کہ اب رنج و مصیبت کا زمانہ گیا۔ اس نے مجھے خفیف بات کی جو نہایت تلخ تھی ہماری لوٹ سے حصہ لینا تھا۔ حفاظت کا ٹیکس علیحدہ تھا۔ میرے باپ کو قتل اور جھکے قید کر کر تمام گھر میرا لوٹ لیا تھا۔ اسمیل کو میں اپنا باپ سمجھتا تھا۔ اس نے وہ وقت میں کہا کہ میں تیرا اصلی باپ نہیں ہوں۔ اب یہ ذکر افضل ہے۔ میری جائے پیدائش کا اور اپنے ہمراہ

لایکا اور فرزند بنایکا حال وہ سب اپنے ہمراہ قبر میں لگیا۔ دنیا میں اب کوئی میرا عزیز۔ غمخوار نہیں ہے۔ صرف ایک لڑکی ہے۔ سو وہ بھی غیروں کے گھر ہے۔ تہوڑے عرصہ میں بالکل بھول جاؤ گی۔ میں یہ باتیں اپنے دل میں کرتا ہوا۔ راجہ کے دربار میں پہنچا۔ وہاں بہت سے اشخاص موجود تھے۔ جو مجھے غلغلہ اٹھا چکے تھے۔ اور ہمیشہ میری خوشامد کرتے تھے۔ لیکن اس وقت میرا کوئی دوست۔ نگہ رنہ تھا اور نہ کسی نے میری سفارش کی۔ راجہ نے مجھ سے کہا۔

راجہ۔ اے امیر علی میں تجھکو بڑا معزز اور امانت دار جانتا تھا۔ اور خوش قسمت اور امانت دار و اگر سمجھتا تھا۔ افسوس یہ سب جھوٹ نکلا۔ اور تو نے مجھے دھوکہ دیا۔ جھکے نہیں بلکہ ہزاروں آدمیوں کو۔ تو ٹھیک۔ راہزن اور مسافر کا قاتل ہے۔ لیکن پہرہی میں مہربانی سے پیش آتا ہوں۔ اگرچہ انصاف اسکا مقتضی تھا کہ تو ہی اسمیل کی طرح مارا جانا۔ اسمین تیرا قصور نہیں ہے۔ بلکہ تیرے تالایق باپ کا جرح ہے۔ تجھے ظالم و بدمعاش بنا دیا۔ اور سخت اور ناہایت فضل سکھایا۔ ورنہ تو اطلاق اور راستی اور مروت کا عمدہ زیور ہوتا۔ مگر افسوس میں تجھکو

برہی ہی نہیں کر سکتا۔ اس لئے تیری پیشانی پر ایک داغ لگایا جائیگا۔ جو تیرے برے طریقوں کی شہادت دیگا۔ اب ہی اپنے دل میں سمجھ۔ اور سمجھ لے۔ اور اس نالایق طریقہ سے باز آ۔ صاحب راجہ کے حکم کی اس وقت تعمیل ہوئی۔ اور میری پیشانی پر داغ لگایا گیا میں اس دردناک اور مصیبت کے واقعہ کا کیا ذکر کروں کہ کیا تکلیف مجھے پہنچی۔ بجز اسکے کہ یہ درد و تکلیف مجھے قیامت تک یاد رہے گا۔ میں کبھی فراموش نہ کروں گا۔ یہ وہ نشان ہے جو منائے سے مٹ نہیں سکتا۔ اور چیلنے سے پوشیدہ نہیں ہو سکتا۔ میرے علیہ میں ہی یہ نشان درج ہو چکا۔ اور میرا نام بدنام ٹھگون۔ رہزنوں کے جبر میں ج ہو گیا۔ جب یہ سب کام ہو چکا تو راجہ نے کہا۔ آ میر علی میں امید کرتا ہوں کہ تو اپنے نالایق حرکت سے باز آئیگا۔ اور آئندہ مجھے کبھی اپنی صورت نہ کہائیگا۔ بلکہ میرے علاقہ کی جانب رخ ہی نہ کریگا۔ ورنہ تو ہوگا۔ اور قیل مست۔

(اپنے ملازموں سے) اب اسے ریاست سے باہر نکال دو دربار برخواست ہوا۔ اور راجہ محل میں داخل ہوا۔ اور جبکہ چہرہ اسی ریاست کی سرحد پر پہنچا کہ چوڑ گئے اور دو روپیہ مجھے دینگے۔ اگر میری پیشانی میں کمال تکلیف تھی

اور میں بے چین تھا۔ لیکن میری طبیعت کو سخت کر کے پگڑی کو سر پر باندھا۔ اور اس بدنامی کے وسیلہ کو پگڑی کے سچوں سے چھپایا۔ اور سپاہیانہ وضع بنا کر دن بھر آوارہ گردوں کی طرح سفر کرتا رہا۔ شام کے وقت ایک گراؤ میں پہنچا۔ ہتھیار سے کی دکان سے کہا خرید لیا۔ اور ایک روپیہ اسے دیکر کچھ ریزگاری و پیسہ واپس لے لے رشب بھر اسی جگہ سو یا صبح کے وقت نسیم سحری کے جھوکوں اور جانوروں کے چھپوٹوں نے جو مجھے بیدار کیا۔ تو میں نے اپنے کو سید امیر علی پایا۔ اور وہاں سے روانہ ہو گیا اب میں آزاد تھا۔ کسی قسم کا غم و فکر نہ تھا۔ نہ گزشتہ کالال اور نہ آئندہ کا خیال۔ وہ ہر صورت سے پیش آئیگا جو تقدیر میں ہوگا۔ جب میں تھوڑی دھرا گئے تھیں۔ تو دامن جاتا گیدڑ بولا۔ اور میں نے اسکو نہایت عمدہ اور مبارک شکون سمجھا۔ اور اطمینان کے ساتھ قدم بڑھایا۔ اور کہا کہ اسے ہا ماما جگہ بد رانی اس غریب مفلس ناتوان کی خبر لے۔ میں نے یہی ہا دل نہیں جانتا تھا۔ اب میں ہر طرح سے ماضی مرثا جو کچھ کہ خطائیں مجھے نادانستگی یا نا شعور کیا تھیں یا اپنی کاسباہی کے غرور سے جو میں انکی عزائیں پائیں اور آدمی ذلت و خواری کے بعد آدمی

بجائے اب آئندہ مجھے بہتر بجاری تیرا
دوسرا ہوگا۔ اور تو دیکھ گی۔ کہ کس طرح سے
تیرے احکام کی تعمیل کرتا ہوں۔ اگر میری
سہ مدد قبول ہوئی اور میری خطائیں سنا
لی گئیں۔ تو اب مجھے اے بہوانی تہا و وہلبا
کا شگون اور دے۔ جس سے مجھے اطمینان ملی
ہو جاوے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور بائیں جانب
سے گدھے کے بولنے کی آواز آئی۔

مصنف۔ کیا امیر علی تمہارا یہ خیال درست
ہے۔ کہ تم کو یا تمہارے باپ کو جو سزا ملی وہ شگون
کے قبولی نہ کرنے کی وجہ سے ہوئی۔

عقین (امیر علی) واقعی اسی معتب ہوئی اس
میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اگرچہ میں پیشتر عیا
بیان کر چکا ہوں شگونوں سے متکر تھا۔ اور
اس خیال کو صحیح سمجھتا تھا۔ صاحب وہ میری
محض خام خیالی تھی۔ آپ ہی غور فرمائیے اگر
اب بھی میرا شگون ہر اعتقاد ہوتا تو میرے
برابر کہی بد نصیب نہ ہاں نہیں ہے۔ آپ
صحیح سمجھئے۔ جو شخص شگونوں کو راست سمجھا
اور شگونوں پر عمل کر لیا۔ وہ کبھی رنج و
اموخت تک کبھی ایسا نہیں ہو کہ جس نے
شگونوں کو تسلیم کیا ہو۔ پھر کسی خطرہ میں نہ
ہو۔ آپ کسی اور ٹہک سے میرے بیان کی

صداقت کر سکتے ہیں۔ میں نے آئندہ کبھی کسی
قسم کا شبہ نہیں کیا۔ اور ہمیشہ اس پر عمل کرتا
رہا۔ اگرچہ کئی مرتبہ بہت سے عقول پنج میر
ہاتھوں سے نکل گئے۔

مصنف۔ اچھا اپنی داستان کا سلسلہ ختم
کر دیجئے معلوم ہوتا ہے۔ تم اس قدر سزا پانیکے
بعد شاید اپنی نالایق حرکت سے باز نہیں آئے۔
عقین۔ صاحب پیشتر مجھے اپنی کامیابی پر ناز
تھا۔ اور کبھی زحمت نہیں اٹھاتی تھی۔ اب
تو سزا یا اب ہو کر پورا تجربہ کار ٹہک بن گیا۔
میں پیشتر بیان کر چکا ہوں کہ میرا ارادہ۔
اس پیشہ کو ترک کر نیکا تھا۔ اور میں سچ عرض
کرتا ہوں کہ اگر راجہ مجھے رہا کر دیتا۔ تو میں کبھی
اس طرف اپنا خیال ہی دلاتا اب گذرا وقت
کیواسطے کوئی سلسلہ نہ رہا۔ یہ کام نہ کرنا تو کیا کرتا
مصنف۔ ویل امیر علی گذر اوقات کے لئے
صد با طریقہ تھے۔ ہاں شکل یہ تھی کہ ہمیں
دوسرے کاموں میں دلچسپی نہیں تھی۔
اچھا آئندہ تم نے کیا کیا۔

عقین۔ صاحب اب آگے بڑھا۔ اور اپنا فریق
و وفادار رومال اپنی کمر سے کھولا۔ جو اس وقت
تک مجھے جدا ہوا تھا۔ میں نے اسکو اپنے
سینے سے لگایا۔ جس طرح سے بچپڑے ہوئے نفلگیر

ہوتے مین مین نے اپنے دل میں کہا۔ اب مین ہرگز نا کامیاب نہیں ہو سکتا۔ عمدہ شگون پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اگرستم و اسفندیار بھی ہو گئے تو بھی تو فقیاب ہو گا۔ میرے پاس صرف ایک روپیہ اور کچھ پیسہ تھے۔ میرا لباس بوسیدہ۔ صورت بگڑی ہوئی۔ اسلئے مجھے اپنے عمدہ لباس ہونیکا اور پر ہنگون سے ملنے کا فکر ہوا۔ مین بہت دور نکل گیا۔ لیکن کوئی شکار مجھے نہیں ملا۔ اب آفتاب بھیغ انہار پر آگیا تھا۔ دھوپ کی پیش نے آگے چلنے سے مجبور کیا۔ اس لئے ایک سایہ اردخت کے بچے جہان کنواں ہی تھا۔ مین ٹہر گیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد مین نے غسل کر لیا۔ پہر غار بڑھی۔ اور یہ خیال پیش نظر تھا۔ کہ اب شگون کس طرف رہبری کرتے ہیں۔ اسی خیال میں مجھ پر تعودگی غالب ہوئی اور مین سو گیا۔ دو گھنٹہ کے بعد مجھے ایک مسافر نے آکر بیدار کیا۔ مین دیکھا۔ کہ ایک میانہ قد گندمی رنگ کا مسلمان ہے۔ مین اُٹھا اور اس کے سلام کا جواب دیا۔ خوش قسمتی سے میری پگڑی سے میری پیشانی کا داغ پوشیدہ تھا اور اس کو نظر نہ آیا۔ مجھ کو مسافر سمجھ کر میرے پاس بیٹھا گیا۔ اور معمولی باتوں کے بعد اس نے اپنی گٹھڑی کہنولی۔

اور کچھ روٹیاں اور آٹا کا آچار نکالا۔ چونکہ میری نظر روٹیوں سے برابر لڑی ہوئی تھی۔ اسلئے اس نے مجھے ہی شریک ہونیکے واسطے کہا۔ مین تیار بیٹھا ہی تھا۔ فوراً شریک ہو گیا۔ جب کھانا کھا چکے۔ تو مسافر بولا۔ مسافر۔ میر صاحب آپ فرما چکے ہیں کہ اب پانی بہت دور ملے گا۔ اسلئے اگر آپ برہم شغف میری اس گٹھڑی کی حفاظت کریں تو میں غسل کر ڈالوں۔

مین۔ آپ ضرور غسل کر ڈالئے۔ لیکن ہتھ بیلہ کہ مجھے وقفہ کی شکایت کا موقع نہ ہو۔ صاحب کپڑے اتار کر اور دُور لوٹا لیکر کوٹیاں پر ہانے گیا۔ مین نے حسب قاعدہ قدیم بھوالی کی قربانی کیواسلئے تجویز کر لیا۔ اور سوچا کہ اس وقت یہ جبکہ ہمارے واسیں آئیگا بے ہتیار ہو گا۔ اور آسانی سے میرا شکار بن جائیگا۔ پس جو وقت یہ واسیں آئے۔ اور اپنے کپڑے پہنے لگا تو مین نے اپنا رد مال کہو لا۔ اور اس کے قریب اس طرح جا کھڑا ہوا۔ جس طرح کوئی ملازم کپڑے پہنا چکی غرض سے اپنے آقا کے پاس کھڑا ہو۔ پس جو وقت اپنے ہاتھ آستینوں میں ڈالے۔ مین اس وقت رد مال اسکی گردن ڈال دیا۔ اس طرح میری طرف رخ کیا۔ اور وہاں رد مال کی

قاتل گرفت نے اپنا کام بڑی تیزی سے انجام دیا۔ اور مسافر مر گیا۔ مین نے بہت جلد اُس کی گھر سے روپون کی فولی کھول لی۔ اور اُسکی نفس فوراً کنوئین گرا دی۔ مین نے کپڑے اُسکی گٹھڑی سے نکال کر پہنے اور باقی سب اسباب وہیں چھوڑ کر اور اُسکی ڈال تلوار نیکر۔ آگے بڑھا اس غرض سے کہ کسی شخص کو واردات ہونے کا گمان نہ ہو۔ بلکہ یہ ہی سمجھے کہ مسافر اپنے کپڑے اتار کر نہانا چاہتا تھا وہ کنوئین گر گیا۔ ابین سترک اعظم کو یہی چھوڑا۔ اور احتیاطاً دوسرا راستہ اختیار کیا شام کی وقت ایک گاڈن مین پہنچا۔ وہاں مین نے گڑ کی رسم ادا کی۔ اور فولی کے روپیہ سنبھالے۔

مصنف۔ ہائے افوس اے امیر علی تھے سب سے پہلے اپنے عرس کو ہلاک کیا جس نے تمہیں گناہا گھلایا تم نے اُسکے نمک کا بھی پاس نہیں کیا واقعی تو بڑا ظالم و اظلم ہے

مین۔ صاحب آپکا ارشاد سجا و درست ہے یہ تو بتائیے مین اسوقت کیا کرتا۔ میری حالت بہت ہی نازک تھی۔ علاوہ برین ٹگون عمدہ ہو چکے تھے۔ نہ وہ کسی مرض میں مبتلا تھا۔ نہ اسکا کوئی عضو بیکار تھا۔ خاصا ہٹا کٹا تھا۔ اسی لئے وہ میرا معقول بیچ تھا۔ اسکی موت

ہی آگئی تھی جو قدرتی میری کامیابی کے ساتھ ہو گئے۔ مگر وہ لمب سترک ملتا تو مین ہرگز کھینچا نہوتا۔ کیونکہ میرے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا۔ اس فولی میں آفیس روپیہ نقد۔ ایک سوئچی نمنہ دو انگلی ہٹی برآمد ہوئیں۔ جنکی مالیت تقریباً چالیس روپیہ ہوگی۔ مین بہت خوش ہوا۔ اور مین نے کہا۔ کہ میرے تین ماہ کے خرچ کو کافی ہے۔ اور اس عرصہ میں میرے ہم پیشہ لوگ ضرور مجھے مل جائیں گے۔ بس مین اسوقت سے اپنے ہمراہیوں یا ٹھگون کی جستجو کرنی شروع کر دی۔ اور شام کی وقت ایک گاڈن کے قریب پہنچ کر آئب اور المیون کے درختوں میں جواسکے ہر چار طرف تھے ٹھگون کے نشانات دیکھنے شروع کئے۔ کہ ہنگ غریب آئیوا لمین یاد دہ عرصہ ہے۔ وہاں بہت سے چوہے بوسیدہ بنے ہوئے نظر آئے جس سے مین نے پہچان لیا۔ کہ ٹھگون کو آئے ہوئے بہت عرصہ گزر گیا۔ یہ بھی خاص میرا کام تھا۔ ورنہ دوسرا شخص خمیر نہیں کر سکتا ہائے افوس آج کی جستجو میں کوئی اطمینان بخش نتیجہ حاصل نہیں ہوا۔ دوسرے روز پہر تا پہر اتنا خاک پھانکنا شہر کا پس میں پہنچا۔ جو دریائے جہنا کے کنارے واقع ہے۔ مین

اتفاق سے ایک روز صبح کے وقت پان والے کی دوکان پر بیٹھا ہوا تھا۔ چند آدمی وہاں آئے اور کاناپو سی کرنے لگے۔ عجے معلوم ہوا۔ کہ یہ لوگ چتر پور جا نوالے ہیں مائے عجے اب تک خیال نہیں ہوا۔ چتر پور میں میرے ہمراہی ضرور طینٹے۔ پس میرا ارادہ معمم ہو گیا۔ کہ جلیح سے نکلن ہو گا۔ ان لوگوں کے ہمراہ چتر پور جاؤنگا۔ یہ لوگ ایک مہاجن کی دوکان میں مقیم تھے۔ جس کے سامنے چار گھوڑے اور کچھ میل بندے بیٹھے تھے۔ پس میں نے بغیر صاحب سلامت کے اسے صاف صاف کہہ دیا۔ کہ مجھے دریافت ہوا ہے۔ کہ آپ لوگ چتر پور جا نوالے ہیں۔ اور میں بھی وہیں جانا چاہتا ہوں۔ مہربانی سے میری اس درخواست کو منظور فرمائیے۔ کہ میں بھی آپکی ہمراہی میں سفر کروں۔ میں تو تنہا ہوں راستہ نہیں جانتا۔ دوسرے راستہ میں ٹھگون رہنروں نے ڈاکوؤں کا خوف ہے۔ جس آدمی سے میں مخاطب ہوا تھا اس نے کہا۔ چونکہ تم اکیلے ہو اسلئے ہمارے ہمراہ چلئے یہ کوئی ہرج نہیں ہے۔ مگر ہم باندہ ہو کر جائیں اس راستہ سے کیقدر سافرت زیادہ کرتی پڑے گی۔ اور ہم چند ضروری کاموں کی وجہ سے باندہ میں دو تین روز قیام کریں گے۔ اگر تھکنا

کوئی ہرج نہ ہو تو خوشی سے ہمارے ساتھ سفر کرو۔ صورت سے تم سپاہی معلوم ہوتے ہو۔ ہم غریب سوداگر ہیں۔ تمہارے شریک ہونے سے حفاظت قابل اطمینان ہوگی۔ عین۔ بہت بہتر۔ ہر طرح سے آپکی خدمتیں حاضر ہوں۔ اور خوشی سے آپ کے ہمراہ باندہ چلوں گا۔ اس آدمی نے جواب دیا۔ اچھا۔ ہم علی الصبح یہاں کوچ کریں گے۔ آپ جلد ہی آجانا۔ اور جو آپ بخوشی پسند کریں تو شب کو میں آرام فرماؤں۔ عین۔ شام کی وقت حاضر ہو جاؤنگا۔ اور اسی جگہ پڑھوں گا۔ صاحب میں نے باندہ ان لوگوں کے ہمراہ جانے میں یہ فائدہ خیال کیا کہ میرے ہمراہی وہاں ضرور ملجاوین گے۔ میں اپنے اقرار کے بموجب شام کی وقت انکے پاس پہنچ گیا۔ اور چند روز میں باندہ پہنچا۔ میرے رفیقوں نے بیان کیا کہ ہم چار روز یہاں قیام کریں گے۔ یہ وقت مجھے کافی ملا۔ کہ میں کامل طور سے اپنے قدیم رفیقوں کی تلاش کر لوں گا۔ جس روز کہ میں باندہ پہنچا ہوں۔ اسی روز شام کے وقت جبکہ میں شہر میں پیر رہا تھا۔ مجھے سخت

ہر اہی قدیم کنیش ملا۔ اس نے مجھے مطلق نہ پہچانا۔ کیونکہ کہی ایسی بوسیدہ حالت میں مجھے نہ دیکھا تھا۔ لیکن جب میں نے اپنی خام زبان میں سلام کیا۔ تو وہ ہشیا رہا۔ اور بڑے غور و فکر کے بعد پہچانا پھر میں اس کے ہمراہ اس کے گھر گیا۔ میں اپنی مصیبت کی داستان بیان کرتا رہا۔ اور وہ شکر آتھوؤں کا دریا بہاتا رہا۔ آخر میں نے دریافت کیا۔ کہ میرا رفیق کنیش اب کہاں ہے۔ اگر آج کے حالات تمہیں معلوم ہیں تو بیان کرو۔ صاحب اسکے بیان سے مجھے معلوم ہوا۔ کہ وہ بھی مصیبت میں گرفتار ہے۔ سب رفیق چھوٹ گئے۔ صرف دو تین آدمیوں کی ہمراہی میں ساگر لور ناگ پور کے درمیان ایک عہد و دہنگل میں لوٹ مار کرتا ہے۔ اور اسی کو غنیمت سمجھتا ہے بلکہ دور دراز سفر پر اسکو ترجیح دیتا ہے۔ اب اس بات کی نسبت مشورہ ہوا۔ کہ چتر پور سے چند سو داگر دن کے ہمراہ آیا ہوں۔ انکے شکار کر نیکی کیا سبیل ہو سکتی ہے۔

حرمت۔ آپ جانتے بلکہ دیکھتے ہیں کہ میں تنہا ہوں۔ لیکن قرب و جوار سے اب بھی ہندو ٹہنگ جمع کر سکتا ہوں۔ آجکل وقت بڑا نازک ہے۔ اور ہم لوگوں کی تحقیقات اور تلاش

بڑی گرجوشی سے جو رہی ہے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں مجھے جلا وطن ہونا لازمی آئیگا۔ یا یہ پیشہ ترک کرنا پڑیگا۔ ہائے جس نے گوڑ کہا لیا ہے۔ اور ہر ایک ٹہنگ اسکی ماہیت سے آگاہ ہے اسلئے یہ سلسلہ چوڑا شکل سے میں نے اور میرے ہمراہیوں نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ برسات کے بعد اس مقام کو چوڑ دین گئے۔ اور چان قیمت لیجائیگی چلے جائیں گے۔

میں جب اس سے علیحدہ ہوا۔ تو اس نے کہا کہ کل شام کیوقت میں اپنے ہمراہیوں کو جمع کر لینگا صاحب میں وقت مقررہ پر اسکے پاس گیا۔ تو میں نے سب کو وہاں جمع پایا۔ اور بڑی خوشی سے میرا استقبال کیا۔ ان کو جب جیسے سردار کی کمال فردت تھی۔ چونکہ میں نے بہت بڑا نام حاصل کیا تھا۔ اسلئے انہوں نے میری مصیبت اور تکلیف کے زمانہ کو قابل خیال تصور نہ کر کے مجھے اپنا افسر بنانا غرض سمجھا۔ میں کسیکو جانتا نہیں تھا۔ اسلئے میرے اطمینان کی غرض سے سخت قہمیں کہا میں۔ اور کہا کہ ہم بخدا امرتے دم تک آپ کے قدموں کو چھوٹیگی اور ہمیشہ وفادار اور ثابت قدم رہیں گے۔ ادھر حرمت نے مجھے اطمینان دیا۔ اب پنج بنانا اور کامیاب ہونا کیا مشکل تھا۔ میں نے

کہا۔ کہ تم لوگ دو منزل آگے چلے جاؤ اور
وہاں میرا در سوداگر و نکاح انتظار کرو سب سے
منظور کرو کر کہا۔ کہ وہاں قریب ہی ہاری
ایک ہیل ہے ہم اپنا سب کام تیار رکھینگے
جب یہ سب باتیں فیصل ہو گئیں۔ تو شگون
کی نسبت گفتگو ہوئی۔ چنانچہ شگون دیکھنے
گئے۔ اور حسبِ خواہ برآمد ہوئے۔ اور دوسرے
روز علی الصبح سب لوگ اسی طرف روانہ ہوئے

باب سیٹا لیٹوان

صاحب جائے مقررہ پر ہم نے ان سوداگوں کو
لے آئے ہماریوں کے جو سب ملکر ڈہتے۔ قتل کیا۔
اور اب ہم کل شہر آدمی تھے۔ یہاں سے جان
بہت قریب تھا اسلئے میرا ارادہ ہوا۔ کہ میں اپنے
میں روپیہ کو جو اب تک زیر زمین ہے اور اسکا
مال کوئی نہیں جانتا ہے نکال کر اس خوش ہیرت
ناک و دن جس نے میری لڑکی کو پرورش کرنا ہم
ما نظر سے منظور کیا۔ حرمت ہی میرے ہمراہ چلنے
راضی ہوا۔ باقی لوگوں کو جنھنے کا پی رونا نہ
رویا۔ اور میں اور حرمت جانو کو معذور ہوئے
لبن اصلی صورت سے جانا مجھ خطرناک معلوم ہوا
ونکہ راجہ کی قطعی اجازت نہ تھی۔ بس ہم نے
بیرانہ طریقہ اختیار کرنا بہتر سمجھا۔ جسم میں بیٹھا

اور ہاوں میں مٹی نکالی۔ لمبی لمبی جٹائیں
بڑھائیں۔ اور ناشگیر و لوٹ ہاتھ میں لیکر
جانوں میں داخل ہوئے۔ ہائے ایک ماہ وقت
تھا کہ میں اسی شہر میں رئیسانہ طریقہ سے
نکلنا تھا۔ اور لوگ میری عزت کرتے تھے۔
اب یہ وقت ہے۔ کہ کوئی نہیں پوچھتا۔ بلکہ
مجھے خوف معلوم ہوتا ہے۔ میری تمام امیدیں
جو آئندہ عمدہ و نتوجہ پیدا کرتیں۔ یکے بعد دیگرے
خیر باد ہو چکیں۔ میری آرزو نکاح و خوشبو چکا
لیکن اسکی قدرت کے کرشمہ کون جانتا ہے
اور کسکو اس میں دخل ہے۔

عجب میں نہ رکھ کا سفارہ خدایک باتیں نہ ہی جانتے
سب سے پہلے شہر میں میرا مکان میری آنکھوں کے
سامنے آیا۔ جگو دیکھ کر میری طبیعت کو ناقابل
برداشت صدمہ پہنچا۔ بڑی شکل سے میں نے
ضبط کیا۔ اب ہم دونوں (میں ماور حرمت)
شہر کو دیکھتے بہاتے دوسرے دروازہ سے
فیصل کے باہر ایک کونے پر پہنچے۔ وہاں سے
میرا روپیہ پوشیدہ کیا ہوا دور نہ تھا۔ اس
جگہ چنے دھونی رانی۔ شہر کے باشندے
ہمارے درشن کرنے آتے تھے۔ کہانا لاتے
تھے۔ منت مانتے تھے۔ اپنی خواہش ظاہر
کرتے تھے۔ لیکن حرمت انکو جواب دیتا تھا۔

کہ گوروجی نے مون سادہ لیا ہے۔ پر لوگ
اطمینان کے ساتھ واپس ہوتے تھے۔ جب
آفتاب غروب ہو گیا۔ اور آسمان پر ستاروں
کی فوج نے اپنے شہنشاہ مانتاب کی آمد کا
سنگر صف باندھ کر سلامی اتاری۔ تو سوائے
میرے اور حرمت کے قیسرے کی صورت نظر
آتی تھی۔ اب میں درختوں کے قریب پہنچا۔
جہان میں نے روپیہ دفن کیا تھا سابق میں
یہ قبرستان تھا۔ لیکن اس وقت یہ زمین مردوں
کے دفن ہونے سے محفوظ تھی۔ شریفی کے درخت
ہر چار طرف لگے ہوئے تھے۔ اور جس مقام پر
میرا روپیہ محفوظ تھا لمبی لمبی گھاس کھڑی ہوئی
تھی۔ یکایک میرا کلیجہ اچھلنے اور دل دبھرنے
لگا۔ کہ کسی رقیب نے مجھ پر نصیب پر صفائی
کا ہاتھ نہ بھیرا ہو۔ اور میں اپنی لڑکی کی ادا
نکر سکون نامے جو وقت وہ ملا اسکی پرورش
کو کسی وجہ سے وبال سمجھا تو کیا ستم ٹوٹے گا
کاش وہ گھر سے نکال دے۔ کسی شیطان کے
ہندے میں پھنس جائے۔ یا غیرت سے اپنے کو
ہلاک کر دے۔ سب سے بہتر یہ ہی ہے۔ کہ
وہ میرے ہمراہ چلے۔ جو کچھ خدا کو منظور ہوگا
وہ ہوگا۔ میں اپنے خیالات کی دیگ پکاتا
ہوا اُس پہر کے قریب پہنچا۔ جسکے نیچے روپیہ

حفاظت سے رکھا ہوا تھا۔ مانے ان خام
خیالات نے پہر ہی مجھے اس پہر کے ہٹانے کی
جرات نہ دی۔ آخر میں نے ہٹایا اور دیکھا کہ
میرا خزانہ پوری حفاظت سے رکھا ہوا ہے۔
میں بہت خوش ہوا۔ اور میں نے اس مٹی کے
گہڑے کو جس میں میرا خزانہ تھا۔ نکال لیا۔
اور قبل اسکے کہ اسکو کھولوں اور دیکھوں
اسکو لیکر شریفیوں کے درختوں میں چلا گیا۔
مجھے مطلق یہ خیال نہ تھا۔ کہ اسکے اندر کیا کیا
شے ہے۔ لیکن مجھے میری امید سے زیادہ ملا۔
یعنی اُس میں تیس اشرفیان اور چار سونے کی
ڈلیان اور ایک ڈبہ میں دو موتیوں کے مار
اور جواڑیور اور کچھ جواہرات تھے۔ ایک
ہیرا بہت ہی آب تاب رکھتا تھا۔ جواہرات کو
میں نے اپنے پاس (کہ داشتہ آید بکار)
رکھنے کا سادہ کر لیا۔ چنانچہ جواہرات کو کوئی
نہر کی قیمت کا تھا اسی جگہ رکھ دیا اور مجھ کو
اس خزانہ کے محفوظ ملنے کی بہت ہی خوشی
ہوئی حرمت سے جا کر میں نے یہ حال بیان
کیا اس نے نہایت خوشی سے مجھے مبارکباد
دی۔ جب شب کے دل بج چکے۔ اور تاریکی
نے اپنا پورا عمل غل کر لیا زمین شہر کے
اندر گیا۔ اور مکان پر پہنچ کر تھک

شک ہوتا ہے۔

مین۔ حضرت میں تنہائی میں کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے طلق خون نہ کیجئے۔ میں بدبیتی سے نہیں آیا ہوں۔ میں ہندو نہیں ہوں۔ بلکہ اسلام کا ایک گنہگار بندہ ہوں۔ دیکھو کلہ پڑھتا ہوں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ مجھے ضعیف ملا جو سچے دل سے خدا کی عبادت میں مشغول رہتا ہے۔ کوئی شخص نقصا پہنچانیکا خیال نہیں کر سکتا۔ چونکہ تم تخلیہ چاہتے ہو۔ اس لئے میں دروازہ بند کر دیتا ہوں۔ صاحب۔ ملا دروازہ بند کر دو پس آیا۔ اور بیشک بغور مجھے دیکھنے لگا۔ تو میں نے کہا میرے شفق ملا (ولی محمد) آپ نے اب تک مجھے نہیں پہچانا۔

ملا۔ آواز سے کچھ شناسائی معلوم ہوتی ہے لیکن صورت سے اب تک نہیں پہچان کر تم کون ہو۔

مین۔ میرا نام ایسا ہے کہ جالون میں لیا جا ایک خوفناک صورت پیدا کرتا ہے۔ لیکن یہاں تو تخلیہ ہے۔ کیا آپ امیر علی کو پہول گئے **ملا**۔ علیحدہ ہو کر۔ اور پیشانی پر بل ڈال کر کہ تو امیر علی تھگ ہے۔ پناہ خدا میں ایسے بد معاش کی صورت دیکھتا ہوں۔

طرچے سوال کیا۔ خوش قسمتی سے اس وقت ملا تنہا اپنے مکان میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور ملا کہا ہوا تھا۔ میں نے مکان کے اندر داخل ہو کر فوراً دروازہ بند کر دیا۔ وہ قرآن کیف پڑھ رہا تھا۔ اسکو مطلق میرے وہاں پہنچنے کی خبر نہ ہوئی جو وقت میں نے اس کے پیر کپڑے توڑ چونکا۔ اور محض حالت میں کو دو کر مکان کے ایک کونے میں کھڑا ہو گیا۔

ملا۔ (جھک کر ہندو فقیر جھک کر) ہندو کا مسلمان کیا قلعہ۔ گشائیں جی کچھ آپ دیوانہ ہیں۔ جو میرے مکان میں بلا اجازت چلے آئے۔

تمہاری صورت سے مجھے خون معلوم ہوتا ہے۔ بلا وجہ آپ میرے وظیفہ خوانی میں مغل ہوئے۔ **مین**۔ حضرت صاف کیجئے۔ میں اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر آپ کے پاس چند باتیں کرنیکی غرض سے آیا ہوں۔ میں آپ کو بخوبی جانتا ہوں۔ گو آپ مجھے اس فقیرانہ لباس میں نہ پہچانیں۔

ملا۔ واقعی میں آپ کو نہیں جانتا۔ اگرچہ آپ کی کوئی خدمت انجام دیکھتا ہوں تو ارشاد فرمائیے مجھے کوئی عذر نہیں ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ ہندو ایک مسلمان کے گہر کسی غرض سے آئے۔ اس لئے مجھے اس لباس و شبابہت

عین۔ ملاجی میں ایسا ہی ہون میسا آپ
 سمجھتے ہیں۔ لیکن میں آپ کو تکلیف و نقصان
 پہنچانے نہیں آیا ہوں۔ آپ نے میری پیاری
 بیوی پر رحم فرمایا۔ اور ضاراء میں اسکی
 تجہیز و تکفین کا سامان کیا میری سخت جگر کو
 اپنے سایہ عاطفت میں لیا۔ اور اب وہ لڑکی
 آپ کے گھر میں ہے۔ اسی وجہ سے تکلیف دینے
 آیا ہوں۔ یہ تو بتائیے وہ خوش و خرم ہے
 میں ہمیشہ آپ کا دعا گو رہوں گا۔

صاحب جب تک ملاجی میری بات کا جواب نہ دے
 میں صبر ہی پریشان رہے اوسان تھا باوا
 کوئی کلمہ اس کے منہ سے ایسا نہ نکلے جو میرے
 زخموں پر نمک پاشی کا کام دے
 ملا۔ اسے امیر علی تو دیوانہ ہے۔ کیا تو نہیں
 جانتا کہ اگر تیرا حالوں میں آنا کیسے کد پخت
 ہو گیا یا کسی نے تجھے فاخت کر لیا۔ تو تیرا
 ہی حال ہو گا جو تیرے باپ کا ہوا۔

عین۔ یہ باتیں میں خوب جانتا ہوں لیکن
 اولاد کی محبت جو کچھ ہوتی ہے اس سے آپ
 بخوبی واقف ہیں اسکے شوق دیدار نے مجھے
 مایا بنا دیا۔ اسکی محبت نے ایسی خطرناک لٹ
 کا کچھ بھی اثر طبیعت میں نہ ہونے دیا۔ برائے
 خدا اسکی خیر و عافیت کا حال کہئے۔ اور کیسے

اسکا دیدار دکھائیے کہ آنکھوں اور کلیجہ
 ٹنڈک ہو۔ میرے پیارے ملاجی میری پھلی
 حالت کا خیال نہ کرو۔ بلکہ اب مجھ پر رحم کرو۔
 ملا۔ اسے امیر علی جیسا فضل تو نے کیا اس کی
 سزا پائی۔ میں اب گزشتہ باتوں کا ذکر کر رہا
 تیری لڑکی بخیریت ہے۔ مگر وہ اب تک تجھے
 اور اپنی ماں کو یاد کرتی ہے مگر شکوہ نہ تیری
 بیوی تیری مصیبت اور میری غمناکی اپنے کانوں
 سے سنے یا آنکھوں سے دیکھے پہلے ہی راہی
 ملک عدم ہوئی۔

عین۔ (خدا یا تیرا شکر ہے تو بڑا کریم و رحیم ہے)
 مہربانی سے یہ تو بتائیے۔ لڑکی بخیریت ہے
 اور کبھی مجھ بد نصیب کو بھی یاد کرتی ہے۔
 ملا۔ وہ تمہیں بہت یاد کرتی تھی۔ لیکن
 مجھے اُس سے کہہ دیا کہ تیرا باپ مر گیا۔ اسلئے
 اُسکو آئندہ غلے کی امید نہ رکھو کچھ تھاری یاد
 کم ہو گئی ہے۔

عین۔ ملاجی آپ نے بڑی دانائی کا کام
 کیا۔ خدا تعالیٰ آپ کو اسکا اجر نیک دے گا۔
 میں اسکا بدل نہیں کر سکتا۔ اب جس غرض
 سے آیا ہوں۔ اگر آپ منظور فرمائیں تو میں
 عرض کروں۔ اور یہ ہی میری آخری ایک
 التجا ہے۔ آئندہ آپ میری نہ کبھی صورت

دیکھیں گے اور نہ نام نیکے۔

ملا۔ میں کوئی وعدہ نہیں کر سکتا۔ جب تک تمہارے سوال کو نہ سنوں۔ کیونکہ تم نے ہزاروں آدمیوں کو فریب دیا ہے پہرہ پر غریب ملا کی کیا طاقت ہے۔

یقین۔ مختصر بات ہے۔ کچھ عرصہ جواب میں نے تھوڑا سا مال ایک کھیت میں دفن کیا تھا۔ خوش قسمتی سے وہ مجھے مل گیا۔ وہ بہت ہی کم ہے۔ اور میرے کسی کام کا اب نہیں ہے۔ میں آپ کے حوالہ کرنا چاہتا ہوں ایک چہارم حصہ اسکی پرورش میں آپ صرف کریں۔ اور تین حصہ اسکی شادی میں۔

ملا۔ بیچارے غریب مسافروں اور مقننوں کے مال کا ٹکڑے گھر میں کیا کام۔ یہ خوش حال سہے زمین مقام پر ہوگا۔ وہاں تو اسی ضرور نازل ہوگا۔ براے خدا مجھے معاف کرو۔ اور انکو مبارک ہو۔ بہتر ہوگا اسے امیر علی کہ تو اس سے کاروبار کر۔ کہ تیری عزت ہو۔

یقین۔ یہ روپیہ میرا فراہم کیا ہوا نہیں ہے بلکہ میری بیوی کا مرہم ہے۔ اس نے اپنے بچے کے واسطے جمع کیا تھا۔ وہ اپنے بیکے سے لائی تھی۔ یہ حلال کاروبار ہے۔ آپ غور کیجئے کہ کوئی شخص وہ خٹے خوشوس ہے اپنے

بچے کو دینا پسند کرتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

ملا۔ قرآن شریف دیکھ اچھا قسم کہا کہ میرا بیان صحیح ہے۔

صاحب۔ میں نے قرآن شریف اٹھا کر سوا انگوٹھ سے لگایا۔ اسکی تعظیم کی۔ اور میں نے جھوٹی قسم کھائی۔ اور ملا سے کہا کہ اب ہی آپ کی تسخیر ہوئی یا نہیں۔

ملا۔ اب میرا اطمینان ہو گیا۔ اور میں تمہاری امانت کی پوری خبر گیری کرونگا۔ کیا روپیہ اپنے ہمراہ لائے ہو۔

یقین۔ اپنے ہمراہ نہیں لایا ہوں۔ بلکہ اپنے ایک رفیق کو دے آیا ہوں۔ مجھے یہ اطمینان نہ تھا کہ آپ اس مہربانی سے پیش آئیں گے۔ مجھے خطرناک حالت نظر آتی تھی۔ اب بہت جلد جا کر لے آتا ہوں۔ آپ دروازہ بند کر لیجئے۔ اور میرا انتظار کیجئے۔

صاحب میں ملا سے رخصت ہو کر خدمت کے پاس گیا جو قریب ہی ایک گلی میں میرا انتظار کر رہا تھا۔ جو وقت میں ملا کے پاس واپس پہنچا ہوں۔ تو ملا مجھے دروازہ پر بیٹھا ہوا ملا اور میں اور ملا مکان میں داخل ہوئے اور میں نے ملا کے سامنے اس ہانڈی کو جس میں کل مال رکھا ہوا تھا خالی کر دیا اور کہا کہ یہی

میر محفوظ سرا یہ ہے۔

حالا۔ میر صاحب گذشتہ باتزن کا کچھ خیال نہ کیجئے۔ آپ کی قسمت میں یہ یہ مصیبت چیلنا لکھا تھا۔ اور امرشدنی اسی طرح تھا۔ ورنہ میر خیال میں آپ پر بہت بیتان لگا یا گیا۔

راوی۔ جی ہاں بجا اور درست۔ اثر فو کو دیکھ کر اور اپنے قبضہ میں لیکر خوشامانہ تین بنانے لگے۔

عین۔ زفحہ تقدیر سے کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ مجھے مطلق غم نہیں ہے۔ وقت گزر جاتا ہے۔ رات تھوڑی باقی ہے۔ آفتاب کے نکلنے سے پہلے پہلے مجھے اپنے ہمراہیوں کے ہمراہ اس سرمد سے نکلنا ہے۔ برائے خدا ایک نظر مجھے میری سچی کو دکھا دو۔ اور یہ اسکا دیدار میرے واسطے آخری ہوگا

حالا۔ میں مناسب نہیں سمجھتا کہ آپ اس کو دیکھیں آپ کی یاد وہ بھول گئی ہے۔ اور مردہ تصور کر چکی ہے۔ اب پھر رنج و الم کے پودے کو سرسبز کرنا تباری دانائی سے بعید ہے۔ دوسرے وہ ہمایہ میں ہے دین بچوں میں کھیل رہی ہوگی۔ اگر تم دوسرے دیکھنا پسند کرو تو میرے ہمراہ چلو۔

صاحب میں دوسرے مکان میں ملنا کے ہمراہ

گیا۔ میں نے دیکھا کہ چند بچے ہنایت خوشی و خرمی سے کھیل رہے ہیں۔ میں نے اپنی پیاری لڑکی کی آواز اسوقت پہچان لی کیونکہ اسکی آواز اور لہجہ اسکی ماں سے ملتا تھا۔ ملانے آہستہ سے دروازہ کو کھولا اور میرے کان میں کہا کہ میں اسوقت انکے کھیل کو دین مباح نہوں گا۔ تم اسطریقہ سے دیکھ لو کہ وہ تھوڑے پکھنے پائے۔ میں نے اپنی لڑکی کو فوراً پہچان لیا جو اسوقت بہت خوش معلوم ہوتی تھی۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ اسوقت میری کیا حالت تھی۔ محبت تقاضا کرتی تھی کہ چل کر گود میں اُٹھا لو۔ طبیعت کا جوش پکارتا تھا کہ پیار کر لو۔ بڑی مشکل سے ضبط کیا۔ اس سے صاحب اولاد خوب واقف ہیں اور وہ ہی میری طبیعت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ دوسرے میری فقیرانہ صورت اور لباس سے مجھے پہچاننا ہی مشکل تھا۔ یہ ہی خیال پیش نظر ہوا کہ وہ ڈھنگی اور آئندہ رنج و الم میں گرفتار رہے گی۔ پس میں نے خدا تعالیٰ سے اسکے خوش و خرم رہنے کی دعا مانگی۔ اور میں وہاں سے ہٹ گیا۔ میرا دل شکستہ ہو گیا۔ میری آنکھوں میں پانی بہر آیا۔ پائے میرے اعمالوں نے مجھے

اس قابل بھی نہ کیا کہ میں اپنی پیاری بیٹی سے
باقین ہی کر سکوں۔

حکلا۔ بس میرے صاحب۔ طبیعت کو سنبھالئے
آپ کی حالت اب مجھے پریشان کرتی ہے داب
آپ تشریف لیجائیے میں آپ کی وصیت پڑھ
کر دن گا۔ اس گریہ و زاری سے کوئی فائدہ
نہو گا۔

صاحب مجبوری حالت میں میں وہاں سے چلا
آیا اور باہر شکر پر آکر ٹا سے کہا۔ ملا صاحب
اب میں ہمیشہ کے واسطے آپ سے رخصت
ہوتا ہوں۔ آپ اس متم لڑکی سے فرزندانہ
محبت کریں گے۔ میں آپ کا کمال شکور رہونگا
اسکی شادی آپ کو اختیار ہے۔ جو کچھ سرمایہ
کہ میں نے دیا ہے۔ وہ اسکی شادی کے واسطے
کافی ہے۔ میں امید کرتا ہوں جس شخص کے ساتھ
میری لڑکی ضوب ہوگی وہ میرے نالایق فعلوں
سے واقف نہو گا۔

حکلا۔ اطمینان رکھو۔ میرے کان (اس لڑکی کا نام
تھا) مطلق فکر نہ کرو۔ اب وہ میری لڑکی ہے۔
میں۔ مجھ کو ہر طرح سے اطمینان ہے۔ اگر فوجی
قسمت سے آئندہ کسی میرا اس طرف گزر ہوا۔
تو میں ضرور آؤنگا۔ اس وقت مہربانی سے مجھ
پر نصیب باپ کو بیٹی سے ملا دو گے۔

صاحب یہ کہہ کر میں وہاں سے چل دیا۔ اور
ایک مین نے بہت ضبط سے کام لیا۔ لیکن
اس وقت جو تنہا تھا۔ تو خود بخود طبیعت بے قابو
ہو گئی۔ آٹھ نوٹھا دیا ہے کہ آٹھ چلا آئے ہے۔
دل ہے کہ بیٹھا جاتا ہے۔ زمانہ کی رفتار علیحدہ
کلیجہ میں چٹکیاں لے رہی ہے۔ فلک ناہنجار
نشر سے کام کر رہا ہے۔ سننا بہت بڑی
تیزی سے میرے جسم میں دورہ کرنے لگا میں
ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ اور جب کسی قدر
طبیعت کا غبار نکل گیا۔ تو مجھے ہوش ہوا
اس وقت میں نے اپنے دل میں کہا شکر ہے کہ
میری لڑکی خوش و خرم ہے اور میں نے اپنی
آنکھوں سے اُسے دیکھ لیا۔ آئندہ نہیں
معلوم کہ میں دیکھوں یا نہ دیکھوں۔ صاحب
یہ ہی ہوا۔ کہ مجھے آئندہ اپنی لڑکی کا دیدار
نصیب نہیں ہوا۔ بلکہ اُسکی خیریت کی ہی
خبر ملی۔ خدا قسط سے میری یہی التجا ہے
کہ وہ اپنے نالایق باپ کے برے فعلوں سے
واقف نہو۔ میں بہت دیر تک وہاں بیٹھا
رہا۔ میری آنکھوں سے فون کے آنسو جاری
تھے۔ ہاں میں اس زمانہ کو جب یہاں رہتا
تھا۔ یاد کرتا تھا۔ حکو اب خراب خیال کہا جا
تو بچا ہے۔ میں نہیں بیان کر سکتا کہ کس قدر

عومہ تک وہاں میں اس خیال میں بیٹھا تھا
 بڑی مایوسی اور حیرانی کے ساتھ میں نے کہا۔
 اے معبود حقیقی تو ہی سب کا حافظ و نگہبان ہے
 اے رب تحقیقی تو ہی گنہگار بندہ کو نجات دیتا
 ہے۔ تو جس حالت میں رکھے میں خوش ہوں۔
 مجھے اب کوئی خواہش نہیں ہے۔ یکایک میں
 خواب غفلت سے جیدار ہوا۔ اور وہ خطرہ و جنگی
 وجہ سے فقیرانہ لباس بنایا تھا یاد آیا۔ فوراً کھڑا
 ہو گیا۔ اور یاس و حسرت کے ساتھ تلا کے سنگا
 کی جانب اور راستہ میں اپنے مکان کو دیکھتا
 ہوا اپنے رفیق حرمیت کے پاس پہنچ گیا۔ اور
 اسی وقت روانہ ہو کر چوتھے روز ہم کاپڑی نیچے
 وہاں میرے سب ہمراہی مع اپنے بال بچوں کے
 موجود تھے۔ اور انجن مشورت ہوئی۔ کہ
 آئندہ کس طرف سفر کرنا چاہئے۔ بڑی بحث
 کے بعد یہ طے پایا کہ کشتی میں سوار ہو کر لکھنؤ
 چلیں۔ جسکے دیکھنے کی جگہ عومہ سے خواہش
 تھی۔ پس مہورت نجومی سے دریافت کر لاد
 کشتی پر سوار ہو کر چند روز میں لکھنؤ پہنچے۔
 اور اپنی بچیلی بوٹ کے روپیہ کو صرف کرتے رہے
 اب ہکو کوئی غم و فکر نہ تھا۔ ایک مکان کرایہ
 پر لیا۔ اور میں نے ان جواہرات کی (جو اپنے
 ہمارا لایا تھا) تجارت شروع کر دی۔ حسین

کچھ زیادہ غافلہ نہ ہوا۔ چونکہ ہم لوگ بالکل
 ناواقف تھے۔ اور لکھنؤ پہنچنے کا یہ پہلا ہی موقع
 تھا۔ اس لئے ہم لوگ ہتھوڑے عومہ تک
 بیکار رہے میں نے سخت غلطی کی کہ میں دکن
 کے زرخیز ملک کو چھوڑ کر اس طرف آیا۔ وہاں
 ضرورت کا میاب ہوتا کیونکہ آپ نے سنا ہو گا کہ
 دکن کے ہنگو نکو ہندوستان کے اعلیٰ افسر
 کی نہایت ضرورت رہتی ہے وہ دکن کے
 ہنگون کی نسبت جست و چالاک ہوتا ہے۔
 اور اعلیٰ افسر ہو جانے پر ملک کے لئے وہاں
 عالمگیر بجاتا ہے۔ یہاں لکھنؤ میں بہت احتیاج
 سے کام کرتا تھا۔ سڑک پر جاتا تھا۔ دوسرے
 واقف نہ تھا۔ اسلئے میں ایک عومہ میں وقف
 ہوا۔ اسی وجہ سے ہم بیکار رہے۔ آخر میں
 نے حیدرآباد والا طریقہ اختیار کیا۔ اور
 شہر کے دو چار آدمیوں کو ہلاک کرنے لگا۔
 دو ماہ تک ہمارا کام بخوش اسلوبی انجام
 رہا۔ کسیکو مطلق خبر نہیں ہوئی۔ ہنسنے سر
 کے بیٹیاں و نکو اپنا شریک کر لیا تھا۔ وہ ہکا
 علیحدہ بیچ بٹلا دیتے تھے۔ دوسرے ہم شہر
 میں روز گشت کرتے تھے۔ اب روپیہ افزا
 سے ہمارے پاس جمع ہو گیا تھا۔ اور ہم نے
 قیس آدمیوں سے زیادہ جود و رخصت کرتے

دور رائے سے بیٹھارے کی معرفت ہمارے
بعض میں آئے تھے ہلاک کئے۔ یہ قوم بڑی
شریر النفس اور لالچی ہے جسکا بیان میں
بیشتر ہی کئی مرتبہ کر چکا ہوں۔ صاحب جو
نعمت میں ہوتا ہے وہ ضرور پیش آتا ہے۔
میرا خیال تھا کہ میری بد قسمتی کا زمانہ ختم ہو چکا
اور اب بقیہ حصہ میری عمر کا بغیر کسی سبب و
الم کے تمام ہو جائیگا۔ مگر رائے ملک گہات
میں تھا۔ دوسرے سبب کلام کا نتیجہ ہمیشہ بُرا
ہوتا ہے۔ ۷

فیقہ کا ربد کا کار بد ہے

ایک رند ہم لوگ جو تعداد میں سوار تھے۔
سات مسافر کو اپنے ہمراہ شہر کے باہر
لیگئے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ جو گاؤں تھا۔
جو ہمارے سبب کے واسطے نہایت خواب ہے
ایک بوڑھا ہنگ جو مجھ کو بچپن سے اور میرے
باپ کو بخوبی جانتا تھا وہ بھی ہمارے شریک
تھا۔ ہم مسافر کو ایک عمدہ ہیل پر لے گئے
جو لکھنؤ سے چار کوس کے فاصلہ پر تھی۔ پس
وہاں چہرئی دی گئی۔ کچھ تو مردہ زمین پر
پڑے ہوئے۔ اور کچھ جاگنی کی حالت میں
تھے اتفاقاً سواروں کا ایک دستہ جو شہر سے
سی پرگنہ کو جاتا تھا وہاں آن پہنچا ہم اپنی

کامیابی پر نازان تھے۔ اور اسی وجہ سے ہم
نے اپنے جاسوس بھی نہیں چوڑے تھے۔
اسلئے نو آدمی گرفتار ہوئے باقی سات آدمی
خوش قسمتی سے بھاگ گئے۔ سواروں نے
گھوڑوں کی باگ دور سے ہمارے ہاتھ
باند دیئے تھے۔ اور ہکھو کہنے لگے ہوئے بجاتے
تھے۔ جو وقت ہم شہر میں پہنچے میں۔ لوگوں
نے وہ شور مچایا کہ آسمان سر ہر اٹھ اٹھ لید۔ وہ
نشین جو جاگنی کی حالت میں تھیں۔ ہمارے
پیچھے پیچھے آتی تھیں۔ سواروں نے ان کے
طلق میں پانی ڈالکر اگو ہوشیار کر لیا تھا انہوں
نے پوری کیفیت بیان کر دی۔ اور ہکھو اپنے
بری ہو نیکی کوئی امید نہ رہی۔ اور ہم چلتا نہ
بھیج دیئے گئے۔ پیرے والوں نے کہا جنگ
شاہی حکم تہاری نسبت صادر نہوا اسی کوڑھی
کی سیر کر دے۔ بد ماہنگ اور میں چونکہ ایک
ہی رشتی سے بندھے ہوئے تھے اسوجہ سے
ایک ہی کوڑھی میں بند کئے گئے۔

باب اترتالیسواں

صاحب اب میں لکھنؤ کے چیلانہ میں مقیم تھا
اگرچہ وہ تکلیف و تعیبت جو جالون میں تھی
میں نہ تھی کوڑھی بڑی اور صاف تھی تاہم

قید خانہ ہی تھا۔ مخلصی کی کوئی تدبیر ذہن میں نہیں آتی تھی۔ اور بہم ہی سمجھ میں آتا تھا کہ اب موت اس جیل خانہ میں لائی ہے۔ جو سر پر سوار ہے مجھے مر نیکا بالکل غم نہ تھا۔ لیکن میرا ہمراہی بڈ ہانگ جسکا دنیا میں کسی سے کچھ ہی تعلق نہ تھا۔ مرنیکے نام سے بگڑتا تھا۔ اور اسی وجہ سے مجھے یا وہ پریشان رہتا تھا۔ ایک ہفتہ پہاڑ سا اسی طرح گزر گیا۔ میں مجھدار لالتجائی اور خوشامد سے دریافت کیا کہ میرا قی سے یہ تو بتائیے کہ میں زندہ رہونگا یا مارا جاؤنگا۔ اس نے میرے سوال پر توجہ نہ کی اور جواب نہ دیا۔ یا تو خود ناواقف تھا۔ یا اس جواب دینا مصلحت نہ سمجھا۔ دوسرے روز کو معلوم ہوا کہ ہمارے ہمراہی جو سافرونگا گلا گھونٹتے وقت گرفتار ہوئے تھے۔ پہانسی کے سزایاب ہوئے۔ اور ہم دونوں کی نسبت کوئی ایسی شہادت نگزری جو قتل کا جرم ہم پر عائد ہوتا۔ نہ تو سافروں نے ہماری شرکت بیان کی اور نہ سواروں نے (جو ہمیں گرفتار کر کے قتل کرتے دیکھا تھا) گموائے غضب ہمارے ایک گھرام ہمراہی نے سب مفصل کیفیت بیان کر دی اور ہم مجرم قرار دیئے گئے۔ اور جس دوام کا

حکم ہوا۔ اس ہوشیار با حکم کی اطلاع ہونے پر جو ناامیدی مجھے ہوئی وہ بیان نہیں کر سکتا ایسی ننگ پڑو کہ ہر پہلو سے ترجیح دیتا تھا ہمیشہ مقید رہنا۔ کہی آزاد نہ ہونا میرے خیالات کو پیچیدگی میں ڈالتا تھا۔ اور مطلق میری سمجھ میں نہ آتا تھا۔ میں نے اس معاملہ میں بہت غور کیا اور سوچا تو یہ ہی ذہن میں آیا کہ میں ضرور پہانسی پانیکا سختی ہوں میرے وہ نالایق فعل میں۔ کہ میں توپ سے آراٹا جاؤں۔ میں نے جیل سے کہا کہ میں ان جرموں کا مجرم ہوں جو زندہ نہیں رہ سکتا۔ آپ مجسٹریٹ سے کہئے کہ وہ میری کرتحقیقات کریں اور سزائے موت کا حکم دیں۔ اس بات پر حلیہ بیت ہوا۔ اور حقارت کی نظر سے مجھے دیکھا اور وزنی اور مضبوط بیٹری ہتکڑی میرے ڈال دی اب میں نے اپنی طبیعت کو مضبوط بنالیا۔ اور سمجھ لیا کہ ابھی زندگی باقی ہے۔ یا زندہ صحبت باقی۔ اب جیل سے نکلنے کی کوئی تدبیر کرنی چاہئے سوچتے سوچتے میرے ذہن میں آیا۔ کہ وہ روپیہ جو میں نے اپنے گرفتار ہونے سے پہلے جمع کیا ہے۔ اور پوشیدہ ہے۔ کسی نگہبان کو دینا مناسب ہے شاید لالچ سے کوئی سپاہی

مدد کوئے۔ میرے اس خیال نے مجھے بہت بڑی شکین دی۔ اور موقع اور وقت کا منتظر رہا۔ کہ کس سے یہ التجا کروں۔ میرے نگہبان میں ایک شخص کسبہ مہربانی سے پیش آتا تھا۔ کہنا بھی عمدہ لاتا تھا پانی بھی خشک اور شیریں ہوتا تھا۔ وہ ہمیشہ اطمینان دیتا تھا کہ امدد پر پہرہ رسد رکھو۔ وہ حل مشکلات ہے۔ ہزار مایہ نسی جنہوں نے تم سے ہی زیادہ جرم کئے۔ جب انکی رہائی کا وقت آیا اور خدا مہربان ہوا۔ تو قدرتی انکی رہائی کا سامان ہو گیا۔ افسروں نے ٹیک چلنی کی سفارش کر دی صاحب شخص ہر طرح سے خبر گیران رہتا تھا۔ کپڑے ڈھلا دیتا تھا۔ قوم کا سید اور جوان انکی تبا۔ خوش خلق اسکے چہرے سے خود بخود بیان ہوتی تھی۔ میں نے اپنے بڑے رفیق سے ذکر کیا کہ میں اس سپاہی سے ملکر اس جیلخانہ سے نکلنے کی تدبیر کرتا ہوں، دوسرے دن جب وہ میرے پاس آیا۔ میں نے کہا براہ کرم شام کے وقت تنہائی میں تشریف لائیے۔ مجھے کچھ عرض کرنا ہے۔ چنانچہ رات کے وقت میرے آیا۔ اور دروازہ پر بیٹھ کر آمستہ سے کہا کہو بہائی کیا کہنا چاہتے ہو۔

میں۔ حضرت میں آپ کے فائدہ کی بات

بتلاتا ہوں۔ اگر آپ مجھے ہمدردی کریں۔ اور براہ راست جوش محبت کو کام میں لائیں۔ اور میری مدد فرماست قبول کریں۔

سپاہی۔ (سید) صاحب ماف صاف بیان کرو۔ شاید میں آپکی امداد کر سکوں۔

میں۔ اچھا ہمارے رہائی کی تدبیر کرو۔

سپاہی۔ کسی قدر وقفہ کے بعد ناگن

میں۔ بہت مردانہ دھندا۔ کیسے سپاہی ہوں
ذرا مرد ہو۔ تدبیر میں بتاتا ہوں۔

سپاہی۔ وہ کونسی تدبیر ہے بتائیے۔

میں۔ اپنے اپنے گرفتار ہونے سے پہلے اپنا

روپیہ ایک محفوظ مقام پر دفن کیا ہے۔ اگر

تم وفاداری سے ہماری امداد کرو تو ہم نصف ملکو دیکھتے ہیں۔

سپاہی۔ روپیہ کقدر ہے۔

میں۔ پانچ سو روپیہ سے زیادہ ہے۔ اور

وہ ایسی جگہ پوشیدہ ہے۔ کہ بغیر ہتھیار نہ

کوئی شخص اس مقام کو دریافت نہیں کر سکتا

اب میں پر عرض کرتا ہوں کہ اگر اب مدد کریں

نصف ہمارا اور نصف تمہارا

سپاہی۔ میں حیران ہوں کہ کیونکہ تمہاری

امداد کر سکتا ہوں۔ اور اگر میری سچی کوشش

سے باہر بھی نکل آئے تو جیلخانہ سے کیونکر باہر

نکل سکتے ہو۔

عین۔ اسکا میں خود بند و بست کرونگا۔

جو کچھ میں نذر کرتا ہوں۔ اسکو قبول کرو۔

سیاہی۔ میں اس معاملہ میں غور کرونگا

اور کل اسی وقت قطعی جواب دوں گا۔

عین۔ خدا تمہاری طبیعت میں مصیبت

زد و نہر مہربان ہونیکا خیال پیدا کرے۔

ساحب و دسراون بڑی بے صبری سے جواب

انتظار میں گذرا۔ اور شام کے وقت اس نے

ایقانے وعدہ کیا۔ اور بدستور سابق ہمارے

پاس بھیج کر کہا۔

سیاہی۔ میں تمہارے معاملہ میں غور کیا۔

اب تم کیا چاہتے ہو۔ حتیٰ الاسکان تمہارے

حکم کی تعمیل کرونگا۔ لیکن پہلے جبکہ اس روپیہ

کا جو تم نے ذکر کیا ہے اطمینان ہو جانا چاہئے۔

قبل اسکے کہ میں اپنے روزگار اور اپنی جان

کو خطرہ میں ڈالوں روپیہ میرے قبضہ میں

آجانا واجب ہے۔

عین۔ میرا بچہ اطمینان ہے۔ میرا دل غفلت

دیتا ہے کہ سید کسی کسی کو دھوکہ نہیں دیتے۔

وہ خدا و رسول سے بہت ڈرتے ہیں۔

سیاہی۔ لامل و لا قوۃ۔ قول مردان

جان مارو۔ خدا گواہ ہے۔ اس خیال

خام کو کبھی دل میں نہ لائیے۔ مزید اطمینان

کے واسطے اگر اسوقت قرآن شریف سوچو

ہوتا تو میں اسکو اٹھا لیتا۔

عین۔ آپ قسم کھائیے۔ میں آپ کو رشکو

اور ایامار جانتا ہوں۔ اسی وجہ سے آپ پر

پورا ہر دوسرے رکھتا ہوں۔ روپیہ کا حال یہ

ہے کہ شمال کی جانب گوستی کے کنارے جو

وہ کہنہ قبریں ہیں کیا تم انکو جانتے ہو۔

سیاہی۔ ہاں میں جانتا ہوں۔

عین۔ اس شکستہ قبر میں ایک ہنڈیا کے

اندروں روپیہ رکھا ہے۔ وہ گمبد جو اس قبر پر

بنائی گئی ہے اسکے شرق میں چار پتھر و کیتھ

ڈھیلے ہیں ہٹانے سے ہٹ سکتے ہیں۔ ایسے

وزنی نہیں ہیں جو دوسرے آدمی کی امداد کی

ضرورت ہو تم بآسانی اس کام کو انجام دیکتے

ہو۔ وہاں تکو روپیہ ملیگا۔ تم نے انا نصف

روپیہ برائے اخراجات ضروری میرا ہوگا۔

اور نصف آپکا۔ اب میں جو کام اس کے

بدل میں چاہتا ہوں وہ یہ ہے۔ کہ دو

چھوٹے چھوٹے تیز سوہن ماریتی اور تین ڈاسا

گہی لا دو۔ جس سے ہم اپنی بیٹری و ہنگری

اور دوداد سے کے لوہے کے گڑ کاٹ ڈالیں

سیاہی۔ میں انشاء اللہ کل ہی وقت اگر

آپکا بیان روپیہ کی قیمت میں نکلا تو آپ کے ارشاد کی تعمیل بجالاؤنگا۔

صاحب وہ رخصت ہوا۔ اور ہم خوشی سے اسکے منتظر رہے۔ اور وقت معینہ پر ہمارے پاس آیا۔ اور کہا یہ دوسوہن جو ولایتی اور نہایت تیز زمین میں آج ہی بازار سے خرید چکا لایا ہوں۔ اور یہ گہی بھی موجود ہے۔ میں اپنا اقرار پورا کر چکا۔

مین۔ اور روپیہ۔

سپاہی۔ اگر روپیہ مجھے ملتا تو تم مجھے اس وقت اپنے پاس نہ دیکھتے۔ یہ سوہن وغیرہ اسی روپیہ سے خرید کر لایا ہوں۔ روپیہ پورا پاسو پاس نکلا۔ جس وقت تم جیل سے نکل گئے آسوقت اپنا نصف روپیہ لے لیا۔ لیکن مجھے سخت حیرت ہے کہ جیلخانہ سے باہر کیونکر نکل سکو گے۔

مین۔ کیا شب کو جیل کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ دروازہ شب کے نو بجے بند ہو جاتا ہے۔ اور کھڑکی ہر وقت کھلی رہتی ہے۔

مین۔ پہرے پر کتنے جوان رہتے ہیں۔

سپاہی۔ پہرے پر صرف ایک جوان ہوتا ہے جو نصف شب گزرنے پر اُدھنے گنتا ہے۔

مین۔ تو اور یہی ہمارے حق میں مفید ہے۔

انجام کچھ ہی عرصہ میں نکلنے کی کوشش ضرور کر لیجئے۔ بالغرض پکڑے ہی گئے تو پہانسی ہو جائیگی۔ یہ ہم خدا سے چاہتے ہیں۔

سپاہی۔ افسوس میں تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتا۔ کل آدھی رات کے بعد میرا پرہ ہو اس وقت تم باسانی اپنے ارادہ میں کامیاب ہو سکتے ہو۔

مین۔ خدا تمہاری ترقی کرے اور برکت دے۔ آج رات کو میٹری وغیرہ کاٹیں گے اور کل رات تمہاری عنایت سے آزاد ہو جاؤ گے۔ میرے پیارے شفق اب تم جاؤ۔ کوئی دیکھ نہ لے۔ ورنہ خدا معلوم کیا نتیجہ پیدا ہو۔

صاحب وہ چلا گیا اور ہم اپنے کام میں مشغول ہوئے۔ مین نے جب تک جھکے کو کاٹنا میرے ہمراہی نے اپنی میٹری کاٹ ڈالی۔ جھکے کے اوپر کاٹنہم نے باری باری سے کاٹا۔ کیونکہ ایک دوسرے کو اپنی میٹ پر سوار کر کے سہارا دیتا تھا۔ صبح ہوتے ہوتے ہم اپنے کام سے فرصت پا چکے تھے۔ لیکن گہی ہو چکا تھا۔ اور سوہن کے رگڑنے کی آواز تیزی سے ہوتی تھی۔ جسکا ہم نے مطلق خیال نہیں کیا

میٹریاں اور لوہے کی سلاخ تھوڑی سی توت کرنے سے علیحدہ ہو سکتے تھے۔ ہم بہت خوش ہوئے

اور ہمیں اس سپاہی پر پورا ہر دوسہ تھا۔ اس لئے یہ ہی خیال پیش نظر تھا کہ اب بہت جلد لکھنؤ کی سرحد سے باہر نکلے جاتے ہیں۔ بہوانی ہماری مدد کرے گی۔ اور عمدہ بیج ہمیں ملین گے۔ اس میں بحث ہونے لگی۔ کہ اب کس ضلع میں بیج تلاش کریں۔ اور کہاں کا داد آدمی ملین گے۔ ہم اسی خیال میں تھے۔ اتفاقاً نصف انہما پر آگیا۔ کہ چند سپاہی اور دارو جیل ہماری کوٹھڑی کے پاس آئے۔ جس سے مجھے کمال خوف پیدا ہوا اور دل ہی دل میں کہنے لگا۔ ہائے قرینہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہمارا حال انہر روشن ہو گیا۔ ہائے بد قسمتی تیرا بڑا ہو۔ اسے فلک تیرا شکم جو روزِ ظلم سے کبھی سیر نہیں ہوتا۔ خیر اسے برادرِ حال نا بٹھے ہنگ پر پوری مایوسی چھائی ہوئی تھی۔ اور وہ سکتے کے عالم میں تھا۔ دارو نے کبھی سے قفل کھولا۔ اور بہت سے سپاہی کوٹھڑی کے اندر گھس آئے اور ہمیں کڑیا میں۔ کیا اب ہم پر کوئی اور نیا ظلم توڑا جائیگا۔ ہم نے کیا گناہ کیا ہے۔ جو اس سختی سے ہمیش آتے ہو۔

دارو غم۔ سپاہیوں سے۔ ذرا ان کی بیڑی تو دیکھو۔

صاحب بیڑیاں دیکھنے سے سب جال کھلیا۔ اور دارو غم نے چیشانی پر بل ڈال کر کہا۔ کہ اسے ہنگوں و چوروں کے سردار تم نے سخت غلطی کی۔ تمہاری ہوشیاری اور چالاکی کچھ کام نہ آئی۔ اگر تم گہی کا کافی ستیا کرتے۔ تو شاید اپنے ارادے میں کامیاب ہو جاتے۔ اب آئندہ تمکو یہ موقع نصیب نہ ہوگا پھر اپنے آدمیوں سے کہا۔ انکی پورے طور پر تلاشی لو۔ صاحب سپاہیوں نے ہم کو بالکل تنکا کر کر علیحدہ کڑا کر دیا۔ اور دو سوہن برآمد ہوئے۔

دارو غم۔ دیکھو۔ اخو یہ تو نئے آدمی تھے جن تکو یہ کس ناہنکار نے لاکر دیئے۔ اور کون تھا اس جگہ پر ایسا رفیق پیدا ہوا۔ اس نے سخت غلطی کی۔ وہ ضرور سزا پائیگا۔

مین۔ (دلیر ہو کر) دارو غم صاحب ہوش میں آئے۔ یہاں سوائے آپ کے ہذا کون رفیق ہے۔ ایسی نوباہتیں بنانے سے کیا نتیجہ۔ یہ ہر دوسوہن میرے پاس ایک عرصہ سے موجود ہیں۔ آپ نے تلاشی لینے میں اسوقت جبکہ ہم جیل خانہ میں آئے تھے غلطی کہائی۔ اور ہم پہنچے ہمارے آئے۔ اپنی موتوفی اور حماقت تو کہتے ہوئے صاحب

معلوم ہوتا ہے۔ اور دوسرے پر الزام کیا جاتا ہے۔

داروغہ۔ ادا معقول تیری چوب زبانی سے ہم بیوقوف نہیں بن سکتے۔ تو بڑا سکاڑا

پورا جھلسا رہے۔ مگر یاد رکھ ہم ہی تیرے گرد گہنشاں میں تیرے فریوں میں کب آتے ہیں۔ گہبانوں کے سوائے یہ کسی کا کام نہیں ہے۔ ایک برقداز پر ہمارا شبہ ہے۔ جو

بہت جلد ظاہر ہو جائیگا۔ اور وہ اپنی سزا کو پہنچے گا۔ (پہرا پہنے سپاہیوں سے کہا) سپاہیو! اب اس کو ٹھہری کے دروازہ کی سلاخوں کو ٹوکیو۔ عجب کو پورا بہرہ دے۔ اسکی بھی خبر لی ہوگی۔ ورنہ یہ کیونکر نکل سکتے تھے۔

صاحب سپاہیوں نے سلاخوں سے قوت آزمائی کی۔ اور تھوڑی دیر میں وہ سلاخ فوراً ہاتھ میں آگئی۔

داروغہ۔ بس یہ ثبوت کافی ہے۔ میری سید امیر علی۔ تو نے سخت حماقت کا کام

کیا ہے۔ وہ قید جگہ تم مستوجب تھے اور تمہیں پہنچائی گئی تھی اسکو خوشی سے قبول کرتے اور

استقلال و صبر سے اپنی مصیبت کاٹتے تو شاید کسی وقت ہماری سرکار کو تم پر رحم آجاتا مائے اب یہ خیال کبھی پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔

تم نے خود اپنے آپ کو زندہ در گور کیا۔ اب پیشانی اٹھائو گے۔ چتاؤ گے اسے بھادیا سپاہیوں ان دونوں قیدیوں کو باہر لیچلو۔ اور انکو تنگ اور محفوظ مکان میں قید کرو۔

صاحب اب ہم ایسی تنگ و تاریک کوٹھری میں بند کئے گئے۔ جہاں ایک آدمی شکل سے نہ چھا ہو کر گزر سکتا تھا۔ کوٹھری کیا تھی فنا تھا۔ جنہیں درندے بند کئے جاتے ہیں۔ اب

ہمارے وزنی بیڑیاں ڈالی گئیں۔ یہاں دروازہ کی سلاخیں بھی مضبوط تھیں اب داروغہ نے کہا۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ اب تو اپنے بہاگ جانیکی کیا تدبیر کرتا ہے۔ اور کیونکر یہاں سے نکل سکتا ہے۔ داروغہ

رخصت ہوا۔ اور اب مجھے پوری مایوسی ہو گئی۔ کہ اب زندگی کا بقیہ زمانہ ہے اور یہ تنگ و تاریک مقام۔ مائے ایک

وہ زمانہ تھا کہ میں بالکل آزاد تھا۔ اور اب اس مصیبت میں مبتلا ہوں۔ اسے

بہوانی اب تو میں نے تیرے خلاف حکم کوئی کام نہیں کیا۔ اور تیرے احکاموں کا پابند

رہا۔ کیا تو مجھے بالکل بھول گئی۔ اسی خیال میں نارنار روئے لگا۔ آخر مجھے مصیبت کی تلچھٹ کا چالہ جو میرے سامنے تہا پٹا پڑا

امید کی پاک صورت نے منہ چھپایا۔ اور دیکھا
وایوسی کی ڈراؤنی اور پھیلائی شکل نے
رونمائی کی۔ میری جستجو و چالاکي اور
ہوشیاری خیر باد ہو گئی۔ جیسے غرر گئے
لیکن میں نے اس بڑے ہنگ سے (کہ میرے
اور اسکے درمیان میں صرف ایک جنگل تھا)
کوئی بات نہ کی۔ خدا بہت کم ہو گئی۔ روز بروز
کمزوری غلبہ کرتی جاتی تھی۔ تعفن اور بدبو
کیوجہ سے میں بہت ہی پریشان تھا۔ اور
ہر مرتبہ موت کا طالب ہوتا تھا۔ لیکن کجخت
موت ہی منہ چھپاتی تھی۔ اب دو برس کا
زمانہ گزر گیا اور طبیعت بھی اس نایاک
اور غلیظ کوٹھڑی میں رہنے کی عادی ہو گئی
اور طبیعت کے پہلانے کے واسطے آئینہ تین
کرنی شروع کر دیں۔ اور پچھلے واقعات اور
گزشتہ معرکوں کا ذکر کرتے تھے۔ اور ایک
ایک دن کے واقعات یاد کرتے تھے۔ جو کچھ
میں نے آپ کے سامنے بیان کیا ہے۔ سب
اسی وقت کا یاد کیا ہوا ہے۔ ایک روز
مجھے اپنے باپ اسماعیل کی آخری بات یاد
آئی کیونکہ اس نے کہا تھا کہ میں تیرا اصلی
باپ نہیں ہوں۔ اس نے میں نے اس
بڑے ہنگ سے سوال کیا کہ اگر تمہیں کچھ

میرے بچپن اور میرے باپ اسماعیل کے
مفصل واقعات معلوم ہوں تو بیان کرو۔
بڑا ہنگ۔ کیا ننگو اب تک معلوم نہیں ہیں
میں یقین کرتا ہوں کہ محمد اسماعیل نے تمہارے
سامنے ضرور بیان کیا ہوگا۔ پھر کسی قدر وقفہ
کے بعد۔ شاید حجاب مانع آیا ہو۔ اور اسکو
اس بیان کرنے کی جرات نہ ہوئی ہو۔
میں۔ میری سمجھ میں اسکا مطلب نہ آیا۔
کہ جرات نہ ہوئی ہوگی۔ کیا میں واقعی اسکا
بیٹا نہیں ہوں۔ اس نے مرتے وقت اس قدر
ضرور کہا تھا کہ میں تیرا اصلی باپ نہیں ہوں
بڑا ہنگ۔ میں تمہارے حالات سے
بخوبی واقف ہوں اور شاید اور لوگ
بھی جاننے والے زندہ ہوں۔ ایک گنیش
ضرور موجود ہے۔

میں۔ کیا گنیش۔ بخدا میری طبیعت اسکی
جانب سے ہمیشہ مشتبہ رہی۔ میں بہتیرا اپنی
طبیعت پر زور دلاتا تھا۔ کہ کوئی بات
یاد آئے۔ کہ کیا وجہ ہے کہ کیون میرا دل
اس سے نفرت کرتا ہے۔ اب تم راست
راست بے کم و کاست میرا حال بیان کرو۔
بڑا ہنگ۔ یہ ایک طویل طویل داستان
ہے۔ میں اپنی طبیعت پر زور دے رہا ہوں گا۔

اور جہاننگ میرا حافظہ ادا دیکھا بیان کروں گا
یہ داستان بہت پریشان کر گئی اور تم خون کے
النویاؤں کے تم در حقیقت ہنگوں کے خاندان کے تھے
عین۔ بہائی ہر اول تاہون چلتا ہے۔ کیونکہ
بیشا جاتا ہے۔ برائے خدا جلد بیان کرو کیا میرے
والدین ہی تہا سے بیخ میں اغل ہوئے تھے۔ یہ
شبہ جو ایک ت سے میرے والدین تھا کیا صحیح ہے
بڈا ہانگ۔ تہا را خبہ ہی قابل تحسین آفرین
ہے۔ غور سے سوچو کچھ مجھے یاد ہے۔ بیان کرتا ہوں
تہا سے باپ محمد اسماعیل کو حسینا جعدار نے ہنگ
بنایا تھا۔ ورنہ وہ بھی تہا ہی طرح شریف خاندان
سے تھا۔ مجھے وہ دن خوب یاد ہے جب وہ ایک
گائو میں جو دہلی سے بہت قریب ہے ہمارے شریک
ہوا تھا۔ میں اس وقت جان تھا۔ اور حسینا
کی ماتحتی میں کام کرتا تھا۔

عین۔ یہ حال مجھے معلوم ہے۔ اسماعیل مجھے
بیان کر چکا ہے۔

بڈا ہانگ۔ تو اسکی اب مکر بیان کرنیکی ضرورت
نہیں ہے۔

عین۔ بیشک۔

بڈا ہانگ۔ اسماعیل اپنی خوش خلقی نیک
فیتی۔ فہم و دانش۔ جو اندری و دلیری سے
حسینا پر سبقت لے گیا اور بہت جلد تیس ہنگوں کا

سردار بن گیا۔ میں اسی زمانہ کا ذکر کرتا ہوں
کہ ایک روز ہم موضع اکلہرہ میں جو مالوہ کے
علاقہ میں ہے جا پہنچے۔ اور اسکے قریب تھے
جہنڈ میں ایک کنوے کے پاس مقام کیا۔

چونکہ برسات کا موسم تھا اس لئے کچھ عرصہ سے
کوئی مسافر ہمارا شکار نہیں ہوا تھا اور ہمیں
بیخ کی بڑی تلاش تھی۔ گنیش اور اسماعیل گائو
میں گئے اور یہ خوشخبری لیکر آئے۔ کہ مسافر دنگا
ایک گروہ اندور جانیوالا ہے۔ وہ گروہ ہمارے
سمراہ سفر کرنے پر راضی ہو گیا ہے۔ جہان محمد
موقعہ دیکھینگے۔ وہیں انکا کام تمام کرینگے۔

میں اور ایک دوسرا آدمی انکی ہنگبانی پر تعینات
ہوئے۔ اور باقی ہمارا بیڑہ اندور کی طرف روانہ
ہوا۔ اسماعیل۔ گنیش اور ہم دو ہنگ تہا سے
سمراہ رہے۔ اور تیسری یا چوتھی منزل پر ہم
اس مقام پر پہنچے۔ جہان ہمارا گروہ مقیم تھا۔
وہ مسافر (یعنی تہا را اصلی باپ جو کہ ہم اپنا بیخ
سمجھتے تھے) ایک جالاک گھوڑے پر سوار تھا۔

ظاہری صورت سے ایک اعلیٰ درجہ کا رئیس معلوم
ہوتا تھا۔ اسکی بیوی (تہا ری مان) اپنے
پیارے بچے کو (تکو) گود میں لئے ہو ایک
ہالکی میں سوار تھی۔ ایک لوندی اور چاند
ساتھ تھے۔ اور اسکا نام یوسف خان تھا۔

عین۔ خاموش نرم بیان کئے جاؤ۔ مجھے کمال حفظ حاصل ہوتا ہے۔ افسہ کچھ خراب و خیال کی باتیں اسوقت پیش نظر ہیں۔ صاحب اسوقت کی حالت کچھ نہ پوچھئے۔ طبیعت کا شوق بے پردہ از کرنگی کو کشش کرتا تھا۔ دل از خود رفتہ۔ طبیعت حواس بہت ناگفتہ بہ حالت۔

بڑا ہانگ۔ اس گائون میں پہنچنے کے بعد اسماعیل و گنیش نفیس لباس پہنکر تمہارے باپ کی ملاقات کو گئے اور تمہاری انکی ملاقات کا باعث ہوئے۔ اسماعیل نے بازار سے کچھ شیرینی خرید کر لے کر رکھ دی۔ اور گائون کے لڑکوں نے تمہارے زبردستی لینا چاہا۔ تو اسماعیل نے اسوقت تمہاری مدد کی۔ اور بخیر و عافیت تمہاری ماں کے پاس پہنچا آیا۔ ان باتوں سے یوسف خان مسخا ایل کا بیت منون ہوا اور اسکے دل میں محبت ہوئی اور اسماعیل کے ہمراہ چلنے پر راضی ہو گیا۔ اور اپنے سوار و نکو رخصت کر دیا۔ آگے کا حال غالباً یاد آگیا ہو گا۔ مجھے بیان کرنگی ضرورت نہیں ہے عین۔ نہیں نہیں۔ سلسل بیان کئے جاؤ۔ گو مجھے کچھ کچھ خیال ہوتا جاتا ہے۔ تاہم بغیر تمہاری امداد کے میں اپنی غمناک ہسٹری کو فراموش کر جاتا ہوں۔

بڑا ہانگ اسماعیل اس زمانہ میں ایک عمدہ گھوڑے پر سوار ہوتا تھا۔ دو تین روز میں وہ تمہاری اور تم اسکی محبت کے گرویدہ ہو گئے۔ تم شوق سے اسکے گھوڑے پر اسکی گود میں جا بیٹھتے تھے۔ اور اسماعیل کو بغیر تمہارے چین نہ پڑتا تھا اس طرح سے ہم اندور کے قریب پہنچ گئے۔ اور ہم نے اپنا قعدہ پورا کرنا چاہا ماسوائے اسکے یوسف خان نے یہ بھی بیان کر دیا تھا کہ میرے پاس نقد روپیہ ہے۔ اسواسطے ہماری طع نفعانی قتل کر نیکار راستہ بتلاتی تھی۔ بس پہ پہنے ایک ندی کے کنارے پھیل قرار دی۔ جسکا پتہ اب بھی بتا سکتا ہوں۔ قبل اسکے کہ یوسف خان وہاں پہنچے اسماعیل نے جہر فی دی اور سبکو قتل کر ڈالا۔ گنیش نے تمہاری والدہ کو مارا۔ اور اس بڑی بی بی کی مین نے خبر لی۔ اسماعیل نے یوسف خان کو مارا تبہین اس کی مطلق خبر نہ تھی۔ تم گھوڑے پر سوار تھے۔ اور ندی کے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے تھے۔ مین نے دیکھا کہ تم گھوڑے سے گر گئے۔ اور مجھے تمہارے زندہ رہنے کی کوئی امید نہ رہی۔ کیونکہ تم میوٹ تھے۔ تھوڑی دیر میں جب تمہیں آفاقہ ہوا۔ تو گنیش تمہاری جانب دوڑا اور رومال تمہارے گلے میں ڈال دیا۔ اسماعیل کو تاب نہ رہی

اور کنیش کو چہرک دیا۔ یہاں تک تکرار ہوئی کہ دونوں نے میان سے تلوار کینچ لی۔ مگر اسٹیل غالب آیا۔ اور ٹکڑا اپنے ہم لودان لیا۔ جہاں نعشیں بڑی ہوئی تھیں اور لوگ ہائی اپنا کام انجام دیر ہے تھے۔ تم اپنی مان کو دیکھ کر از خود رفتہ ہو گئے۔ اور ایسے اسکے سینہ سے چٹنے لڑی شکل سے علیحدہ کیا۔ تمہاری وحشت بڑھتی گئی۔ کبھی گالی دیتے تھے۔ کبھی تہو کہتے تھے۔ آخر ٹکڑا فوٹ دھلا کر خاموش کیا گیا۔ اور تمہاری گردن بھی حور کرنے لگی تھی اسی وجہ سے تم پہر بیہوش ہو گئے۔ اور ہم نے جب سب نعشیں دفن ہو چکیں تو لوٹ کا مال بعد خارج کر لیا۔ اور اسٹیل ٹکڑا اپنی گودی میں لیکر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اب ہمیں شڑک مظم کو چھوڑ دیا۔ اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ میرا خیال تھا کہ تم راست کی تکلیف نہ برداشت کر سکو گے۔ کیونکہ کمزور پچھے تھے۔ اور دوسرے مجال کی گرفت سے گلے میں بھی تکلیف تھی اسی وجہ سے ہمارا سب کا خیال تھا۔ کہ تم مر جاؤ گے لیکن اللہ جل شانہ کو منظور نہ تھا۔ اب ہم ایک گائے میں پہنچے۔ تو میں تمہارے باپ اسٹیل کے مکم سے دودھ لایا۔ اور تین پلایا۔ یہاں پہر کنیش اور اسٹیل میں تمہارے سبب تنازعہ

ہوا۔ کنیش ہر بار یہی کہتا تھا کہ یہ لڑکا زندہ رہنے کے قابل نہیں ہے۔ یہ فرد سمن خواب کریگا۔ اور تم جو کنیش کی صورت دیکھتے تھے تو بے نقط گالی سنانے تھے۔ اب یہی تلوار کینچ گئی۔ مگر ہم لوگوں نے ایک دوسرے کو علیحدہ کر دیا۔ اور میں ٹکڑا کو دمن اٹھار علیحدہ لیا۔ میں نے تمہاری سوجی ہوئی گردن کو لٹا اور اسٹیل نے ٹکڑا تھوڑی سی افیمون کھلا دی جس سے تین فیصد آگئی۔ اور پہر آگے چلے گئے کنیش اور اسٹیل کے دونوں میں فرق آگیا۔ اور آئندہ کبھی دوست نہ ہوئے۔ اور کسی ملکہ کام نکلیا۔ مگر میں دونوں مکتے تھے۔ باطن میں ایک دوسرے سے نفرت کرتے تھے۔ اب اسٹیل ٹکڑا اپنے گھر لیا گیا۔ اسکی شادی ہو چکی تھی۔ لیکن کوئی اولاد نہ تھی۔ اس نے ٹکڑا پرورش کیا۔ اور جس محبت فرزندانہ سے ہمیشہ آیا وہ تم بخوبی جانتے ہو۔ کہ تم نے کتنی جلد ترقی کی مان ایک ذکر نہایت افسوس سے (جب کہ تم بچپن کے زمانہ میں خد کرتے تھے اور دوتے تھے) اسٹیل کیا کرتا تھا کہ اکھڑہ میں میں اسکی چوٹی بہن کو چھوڑ آیا تھا کاش اگر وہ یہی ہمراہ اسکے آجاتی۔ تو ان دونوں کی طبیعت خوب بہتری اور بخوبی پرورش ہو جاتی۔

یقین۔ محبوب ہو کر۔ مین میری چوٹی بہن۔
 بڑا ہنگ۔ تہا ما باپ اسخیل کہتا تھا۔
 کہ لڑکی بہت چوٹی تھی۔ صوبت سخر اٹھائیگی
 قابل نہ تھی۔ اس لئے یوسف خان ایکوہین
 چھوڑ آیا تھا۔ اب تم جب اکلہہ جاؤ اسے دیکھ
 سکتے ہو۔ اور تمہیں یاد نہیں۔ تم نے ان سوار
 فدیہ سے جنگو یوسف خان نے رخصت کیا تھا
 اپنی بہن کیواسطے ایک تنوید اپنے گلے سے اتار کر
 روانہ کیا تھا۔

صاحب اسوقت بڑا ہنگ کا ایک ایک لفظ
 میرے کلیجہ میں سوراخ کرتا تھا۔ مے کیا پیدا کنندہ
 نے مجھے ایسا واسطہ پیدا کیا تھا کہ میں مختلف آدم کا
 شکار بنوں۔ اور غرضدگی کا بارگران اٹھائیگی
 اب تک زندہ رہوں۔ میں اسوقت ظاہر میں
 خوش معلوم ہوتا ہوں۔ لیکن ہڑانے زخم میرے
 دلمین سوزش کر رہے ہیں۔ میں یہ واقعات سننے
 کے بعد اپنے پر ہزار نفرین کرتا تھا۔ اور اپنی بد
 قسمت ہمشیرہ کو یاد کر اور ہسکی صورت کے خیال
 کو پیش نظر رکھ کر خراب سادیکہتا تھا۔ اور یہ ہی
 معلوم ہوتا تھا۔ کہ میرے ملائق ہاتھ اسکی خوبصورت
 گردن کے سونے میں مشغول نہیں۔ یا وہ سکہ کہ
 جسکی وجہ سے یہ خون میری گردن پر سوار ہوا۔
 میرے ہاتھ مزہ ہے۔ شب تاریک میں جنبانی کا

عالم اور تہو کا مقام ہوتا ہے۔ تو یہ خیال مجھے
 بہت پریشان کرتا ہے۔ اسی وجہ سے میں آفیون
 کا استعمال کیا۔ اور اسکی خفاک بڑھائی کہ نشہ
 میں پڑا رہوں گا۔ مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ اور
 میں ایک عرصہ تک مضبوط الہو اس رہا۔ واقعی
 میرا کلیجہ تپہر کا ہے اور جان بڑی عزیز ہے اور
 میری بہن کی موت میرے ہاتھ سے تھی۔ اب
 میں اپنی سوانح عمری یاد کرنے لگا۔ کہ آیا میں
 اپنی بہن کا قاتل ہوں یا نہیں۔ میں نے ہرچند
 کوشش کی۔ کہ اس خیال کو اپنی طبیعت میں
 منقش نہ ہونے دوں۔ میں نے اپنی بہن کو ہرگز
 قتل نہیں کیا۔ لیکن فتح محمد کا بیان اور اس
 بڑے ہنگ کا بیان ایسا مطابق تھا۔ کہ جس نے
 مجھے اپنی طبیعت پر غالب نہ آنے دیا۔ دوسرے
 آپکو یاد ہو گا میں بیان کر چکا ہوں فتح محمد
 نے مجھے شناخت ہی کیا تھا۔ اور میری بہن کی
 شہادت سے مطابقت ہی کی تھی۔ اور میں نے
 باینا ہو کر اسکی بات کو مذاق میں اُڑا دیا تھا۔
 دوسرے اس سکہ کا دینا ہی مجھے یاد آگیا تھا۔ اب
 کوئی ثبوت میرے خیال میں ایسا نہ ملے کہ میں اپنے
 کو قاتل نہ سمجھوں۔ واقعی یہ میں نے بہت ہی
 برا فعل کیا۔ بڑے ہنگ کی زبانی اسستان
 کے سننے کے بعد درواہ میں میری وحدت و شکل مز

ضعف کے باعث اس قدر تغیر و تبدل ہو گیا۔
 کہ لوگ جب کو مشکل سے پہچانتے تھے۔ ایک قسم کی
 حرارت مجھے ہر وقت رہتی تھی۔ جس سے ظلم ہم
 آگ کی طرح جلتا تھا۔ دن کو ناری رات کو اختر
 شماری۔ کبھی بستر خواب اُبھر کر دیواروں سے
 ٹکراتا تھا۔ کبھی حسرت و یاس سے آسمان کو
 دیکھتا تھا۔ میں اپنے کل واقعات یاد کئے۔ لیکن
 کوئی بھی ایسا انگلیں اور درون کا اقعہ نہ نکلا۔
 ہائے مجھے زیادہ بد نصیب اس دنیا میں کون
 ہو گا اور کسی نے یہ ظلم کیا ہو گا میں اپنی زندگی
 پر ہزار نفرین کرتا تھا۔ اور جس اذیت سے مجھے
 ہلاک کیا جاوے اُسکے قابل تھا۔ میرا پورا ناراضی
 چوتھے سال مر گیا کیا اچھا ہوتا اگر وہ میرے اہل
 باپ کے حالات سے واقف نہ ہوتا۔ یا میرے سنانے
 بیان نہ کرتا۔ میں نے آخر وقت میں بہر مزید اطمینان
 کے واسطے دریافت کیا کہ جو کچھ تھے بیان کیا ہے
 کیا وہ بالکل صحیح ہے۔ اس نے نہایت سنجیدگی سے
 جواب دیا۔ کہ میرا صاحب اس میں کوئی غلطی نہ کیگی
 اور میرے بیان کی صداقت گنیش سے جو تمہاری
 مان کا قائل ہے کہہ سکتے ہیں۔ یہ لکھو کہ مر گیا۔ اور
 مجھے تھا اس اند میری کوٹھڑی میں چھوڑ گیا جیلر
 ایک تہہ آتا تھا اور مجھے کہنا پانی اپنے سامنے دھا
 جاتا تھا۔ ایک عرصہ کے بعد جیل نے مجھے کمرہ اور

تاوان دیکھ کر اس قدر مہربانی فرمائی کہ پابندوں
 کی حراست میں میں نصف گھنٹہ تک جیل میں بیٹھا
 جس سے میرے ہاتھ پیروں میں کچھ کچھ قوت آنے
 لگی۔ جب میری قید کا آٹھواں سال ہی نصف
 گزر گیا تو وہ جیلر جسے ہمہ گیر سختی کی تھی مر گیا۔
 یا موقوف ہو گیا۔ یا بھشن پا گیا۔ خوبی قسمت سے
 دوسرا جیلر مہربانی سے پیش آیا۔ اور قید نہائی
 سے نکال کر اور قیدیوں کے ہمراہ پہلی کوٹھڑی میں
 قید کیا۔ یہ فراخ اور کشادہ تھی۔ اور نہ اس قدر
 لوگ آتے جاتے نظر آتے تھے۔ اور میں اُن کی
 حرکات کو شوق سے دیکھتا تھا۔ اب وہ یہود
 خیال میرے ہاتھ رہے تھے۔ جب بارہ سال
 میری قید کو گزر گئے تو اتفاق سے لکھنؤ کا بادشاہ
 مر گیا۔ قیدی خوشی کے فخر سے مارتے تھے۔ جامہ
 میں پہولے نہ ساتے تھے دریافت کرنے سے معلوم
 ہوا کہ یہاں کا یہ آئین ہے۔ کہ جب نیا بادشاہ
 تخت پر بیٹھا ہے تو سب قیدی رٹا ہو جائیں
 صاحب مجھے بڑا انتظار تھا کہ وہ کونسا وقت
 آئیگا۔ کہ جب میں آزاد ہونگا۔ آخر کار وہ وقت
 آیا۔ اور جیلر کے پاس حکم ہی پہنچ گیا۔ اس نے
 ہنگامی بیڑی پہلوادی۔ اور بہت نصیحتیں کیں
 اور ایک چوڑا پورے کپڑے اور پانچ روپیہ نقد
 دیکر چھوڑ دیا۔ جیل سے باہر نکل کر میں بالکل آزاد تھا۔

مین نے خدا کا شکر کیا۔ کہ بارہ سال کے بعد قید سے نجات پائی۔ دن پیر شہر مین اُدھر اُدھر پھرتا رہا۔ شام کی وقت ایک بیٹا کے کی دکان پر کھانا کھایا اور اسکی اجازت سے شہر آئی جگہ آرام کیا۔ یہ اول روز تھا کہ اسقدر عرصہ کے بعد مٹی بنی ہوئی سو یا۔ علی الصبح مین وہاں سے چلے یا سچھے اسکا کچھ خیال نہ تھا۔ کہ مین کس طرف جاتا ہوں۔ اس فراخ دنیا مین مجھے سب مقام یکساں معلوم ہوتے تھے۔ آخر مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر مین بندیل کشتہ پہنچ جاؤں تو شاید اپنے پورانے رفیقوں کے لجاؤں۔ مین نے ایک فقیر سے ایک کلاہ اور فقرانہ لباس کچھ قیمت ادا کر خرید کئے۔ اور فقرانہ صورت بنا کر لکھنؤ کے شمالی دروازہ سے باہر نکلا۔ اس لباس مین مجھے کسی جگہ پر کھانے پینے کی کمی نہ رہا ہر جگہ بغیر سوال کئے ملتا تھا۔ یہاں تک کہ مین جالون پہنچ گیا۔ اور وہ روپیہ جو میلنے مجھے دیا تھا۔ بدستور میرے پاس موجود رہا۔ اب مین سید ہا اس تلاء کے مکان کی طرف روانہ ہوا مجھے میری لڑکی کا ہمیشہ خیال رہتا تھا اور مین ایک نظر اور ہی اُسے دیکھنا چاہتا تھا۔ اُسے افسوس میری کم نصیبی نے بیان نہ ہی لگا سکتا تھا۔ اب ایک اور شخص اُس مکان مین رہتا تھا

جس سے معلوم ہوا کہ کئی سال ہوئے کہ وہ ملا دہلی چلا گیا۔ اور جب مین نے لڑکی کا حال پتہ کیا تو اُس نے جواب دیا کہ ملاجی نے جس لڑکی کو بچنے کیا تھا اسکی شادی کر دی ہے۔ مین اُس شخص کو نہیں جانتا کہ وہ کہاں رہتا ہے اور اسکا کیا نام ہے مین وہاں سے واپس ہوا۔ اور اپنے قریبی مکان کو دیکھا اور دیکھ کر مجھے ہنایت رنج عالم ہوا۔ اور جالون سے باہر نکل کر ایک باغیچہ مین جہاں ایک فقیر مدت سے رہتا تھا۔ اور جسکو مین جانتا تھا۔ پہنچا۔ مین نے صدقہ دیا اور وہ روپیہ پیسہ وغلہ وغیرہ سے اسکی امداد کی ہے۔ اور بہت سا روپیہ خیرات مین دیا ہے۔ اور اب مین بھی مثل اسکے فقرانہ لباس مین ہوں۔ اُسکے سامنے گیا۔ اور سامنے مجھے مطلق نہ پہچانا۔ یہ فقیر بہت ضعیف اور کمزور ہو گیا تھا۔ اسکا باغ جو مختلف پودوں سے ہر ابھرا اور صاف رہتا تھا۔ اب یا تو گھاس نظر آتی تھی۔ یا کوڑے کرکٹ کا انبار تھا۔ یہ فقیر اب اس سے معذور تھا کہ شہر مین جائے اور اپنے کھانے کے واسطے روٹیاں و آٹا مانگ لے۔ مجھے اُسکی یہ حالت دیکھ کر بہت حد تک ہوا۔ مین نے اپنے کو اداہ گرو دھند ظاہر کیا۔ اور درخواست کی کہ اگر آپ بخوشی اجازت دیں تو مین چند روز آپکی خدمت مین رہوں۔ اور جو

کچھ شہر سے لائن اس مین سے نصف آپ کو
 ودن۔ فقیر نے فوراً منظور کر لیا۔ اور مین اس
 امید پروان رہنے لگا۔ کہ شاید کسی وقت ہنگ
 گروہ اس طرف سے گزے۔ اور مین اپنا حال
 ان پر ظاہر کر دین۔ ایک روز مین نے اس فقیر سے
 دریافت کیا کہ کیا کوئی ہنگ جاہل مین ہاتھی
 کے پیروں میں کھلوا گیا تھا۔ اس نے وہ حال
 کل بیان کیا خصوصاً میرا حال بڑے افسوس
 اور پردردی سے بیان کیا۔ اور سچے ضمن کی
 طبع رنج ظاہر کیا۔ کہ میری آنکھوں سے آنسو
 نکل آئے۔ اور مین اپنے کو نہ روک سکا۔ اور
 مین نے اپنا حال کل اس سے کہہ دیا۔ کدہ بہ
 امیر علی مین ہی ہوں۔ اور اس وقت پریشان
 کی حالت میں اماں اپنا ہوتا ہوں۔ فقیر کو کمال
 حیرت ہوئی پھر جب اس نے جبکہ بخوبی پہچان
 لیا۔ تو میرے رفیقوں کا حال بیان کیا بہت
 سے مر گئے تھے۔ بہت سے سزا یاب ہو چکے تھے۔
 بعض بعض اور آدھرا دھرا رہ پھرتے تھے۔ اور
 بہت سے نئے ہنگ پیدا ہو گئے تھے۔ جن میں ایک
 جوان آدمی سی فرنگی سب پر سبقت لیگیا تھا
 اور بڑا نام پیدا کیا تھا۔ میرے زمانہ میں یہ بچہ
 تھا۔ چار مہینے تک مین اس فقیر کے پاس رہا۔
 اور شہر کی گلی گلی کو چرچہ مانگتا پھرا اور اپنا

اور اس فقیر کا شکم میرا کرتا رہا۔ یہ میرا گداہی
 کرنا صرف اس غرض سے تھا۔ کہ کسی وقت ہنگ
 قافلہ ملے۔ اور مین پر انکا افسر ہوں۔
 مصنف قصہ۔ امیر علی ہنگوں کا افسر۔
 ایسا جلد بیخاند کی تکلیف بھول گیا اور پھر اپنی
 مالیت فعل کی طرف متوجہ ہوا۔

مین۔ ہان صاحب۔ اب میرا دل سختیوں اور
 مصیبتوں کو برداشت کرتے کرتے بہت سخت
 ہو گیا ہے۔ برخلاف اسکے ایک شوق طبیعت
 مین موجزن ہے۔ میرے سینہ میں آگ لگ
 رہی ہے۔ کہ اپنے پورے اہل پاک کپڑے جسم
 اتار کر ہینکدین۔ مجھے اس بات کی یہ عادت نہیں کہ
 کہ افسری بھاؤں۔ بلکہ جو عہدہ اس گروہ میں
 ملے اسکو بخوشی قبول و منظور کر دین۔ گو میری
 ڈاڑھی اور سر کے بال سفید ہو گئے مین۔ اور
 تفکرات نے میری صورت کو بالکل تبدیل کر دیا
 ہے میری عمر زیادہ نہیں ہے۔ میرا جوش کم
 نہیں ہوا ہے۔ میری کمر بہت پست نہیں ہے۔
 مین اپنے ارادوں میں ویسا ہی مضبوط اور
 توانا ہوں جیسا کہ پہلے تھا۔ صاحب اب
 مین موضع تنڈی کی طرف روانہ ہوا۔ کیونکہ
 مجھے امید تھی کہ وہ جوتشی ہڈت شیخ نصیر الدین
 کا دست ملے گا۔ اسکا حصہ مین چاروں سے

پہلے روانہ کر چکا تھا۔ گو کوئی رسید اس کی نہیں آئی تھی۔ مگر وہ یہ اس کے پاس ضرور پہنچ گیا تھا۔ تھوڑے روز میں میں متاوی پہنچ گیا۔ اور مجھے امید ہوئی کہ ہنگو نکافرتہ جلد دیکھا کیونکہ رستہ میں بہت سے نشانات ایسے نظر آئے جس پایا جاتا تھا۔ کہ ہنگو نکا گردہ بیان سے اعروہ فردا میں گیا ہے۔ مگر اے افسوس اس سے بھی محروم رہا۔ پہر میں اس خوشی کے پاس گیا وہ اپنے مندر میں موجود تھا۔ وہ خوش خلقی سے پیش آیا۔ اور باوجود میری استغدر بد قسمتی کے اس نے معقول طور سے غلطو واضح کی چونکہ وہ اپنا تعلق کسی عقد ہنگو کے ساتھ رکھتا تھا۔ سنے اس نے کہا۔ کہ رامدین جعدار کی ماتحتی بن بیٹا ہنگو نکا گردہ کل ہی نربدا کی طرف گیا ہے۔ اور تم بہت آسانی سے ان تک پہنچ سکتے ہو۔ انکو ایک اعلیٰ سردار کی خدمت سے۔ خوشی تباہی ماتحتی میں وہ کام کرنا پسند کریں گے۔ نہار نام ایک عالم میں مشہور ہے۔ ورنہ تم میری چٹھی لیتے جاؤ۔ یہ تمہاری ضرور امداد رہیگی۔ اسنے اسی وقت چٹھی لکھ کر میرے حوالے لی۔ پھر میں دو ماں توقف کرنا فضول سمجھا۔ فوراً نربدا کی جانب انکی تلاش میں روانہ ہوا۔ خوبی قسمت سے میں دو سکر روز انکے پاس

پہنچ گیا۔ وہ مجھے بہت گرجو شئی سے ملے۔ اور مجھے زندہ دیکھ کر حیران ہوئے۔ کیونکہ مجھے مردہ تصور کر چکے تھے۔ پس اسی وقت مجھ پر شاک مجھے پہنائی اور اپنے گردہ میں ہی مجھے سمجھنے لگے اور برادرانہ برتاؤ سے پیش آئے۔ انکے اس برتاؤ نے میرے پڑ مردہ دل کو تروتازہ کر دیا اور رامدین سے یہ فیصلہ ہوا کہ ہمارا تمہارا برابر کا حصہ رہا۔ اور میں نے اپنا رفیق رومال ہاتھ میں لیا اور رسمیات معمولی ادا کر نیکی بھگ کر کہا گیا۔ صاحب آپ میرے معرکوں کا بیان جو ساز و ن کے ساتھ ہوئے سنتے سنتے اور لکھتے لکھتے تھک گئے ہونگے۔ اس نے اس بیان کو مختصر کرنا ہوجا اور نہ کوئی معرکہ رامدین کے ہمراہ ایسا پیش آیا جو قابل بیان ہو۔ اب ہم کپنی کے ملک سے جتھے ہوئے اور سینہ ہیا کے ملک میں ہوجے ہوئے برمان پور پہنچے۔ اور وہاں اسی کے وقت اونکار ناتھ جی کے جو نربدا پر واقع ہے دشمن کئے۔ خوش قسمتی سے بیان ہم نے جاتریو بھی ایک جماعت کو بھلایا اور جام گھاٹ پر ادھین کو جاتے ہوئے اہ نکو قتل کیا۔ لوٹ کا بہت سا مال ہمارے ہاتھ آیا۔ خاص ہیر حصہ میں چار سو کئی روپیہ آئے تھے۔ اب میرے اقبال کا تارہ پہر چمکا۔ لیکن رامدین کو میری

حاصل اور تدبیر اور ترقی پر حسد پیدا ہوا۔ اس
چند مرتبہ تازہ ہوا۔ میوہری حالت میں چین
آسکا اور اس نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور
میں نظام کے ملک میں اپنی قسمت آزمائی کی
غرض سے روانہ ہوا۔ مائے یہ میری قسمت
میں نہ تھا۔ اور راستہ ساگر ہو کر تھا۔ راستہ
میں میرا ہر نادا وقف کارکنش ملا۔ جو ایک
چوٹے سے خراب وختہ گروہ کا سردار تھا مجھے
اسکی صورت سے نفرت تھی اسلئے خدا قصہ
آیا۔ اور مجھے اپنی سہری اور اس بڈ بڈنگ
کی داستان جو میل کے اندر سنی تھی یاد آئی۔
پھر یہی میں نے اپنی نفرت کو اس پر ظاہر ہونے دیا
اور ضبط سے کام لیا۔ اور اپنے خیال اور
غصہ کو آئندہ موقع مناسب پر ملتوی کیا۔
اسکے ہمراہ ایک ہنگ تھا جسکو میں عمدہ سے
چانتا تھا۔ یہ گنیش کی تنگ مزاجی اور کج
خلق سے ناراض تھا۔ اسنے مجھے درخت
کی۔ کہ تم کو اپنی ماتحتی میں کام کرنیکی اجازت
دو۔ تو ہم گنیش سے علیحدہ ہو کر اسکی زیادتی
سے محفوظ رہیں۔ میں نے منظور کر لیا اور
اور چالیس آدمی میری ماتحتی میں ہو گئے۔
اور اب میں پر لیک عمدہ اور معقول قافلہ
کا جہاز بن گیا۔ اور پھر رتوان کی طرف

روانہ ہوئے۔ اور موقع ہندیا کے قریب
ایک مقام پر ہم نے اپنی سکونت اختیار کی۔
اور ہر طرح سے محفوظ تھے۔ اور دو برس بڑے
خوش اقبالی سے گزرے۔ اور اب امیر علی نے
(یعنی میں نے) بہت بڑی شہرت حاصل کر لی
تھی۔ اور میرے نام سے لوگوں کو خوف معلوم
ہوتا تھا۔ اب میں نے اپنا معمم ارادہ کر لیا تھا
کہ اگر اس سال میں مجھے دو چار ہزار روپیہ
کسی معقول بیج سے مل گیا تو آئندہ کہیں اس
پیشہ کی طرف خیال ہی نہ لاؤنگا۔ اور اپنی
بقیہ عمر اپنی لڑکی کے پاس جس کا ہتہ مجھے
دریافت ہو گیا تھا بسر کرونگا۔ یہ ایک فحش
چلی کا سا خیال تھا۔ ورنہ جو ہر روز ازل کلک
تقدیر سے لکھا جا چکا ہے۔ وہ کیونکر کم ہوش
ہو سکتا ہے۔ لیکن انسان کی مینودہ اغراض
اسکو اپنے خیال خام کے پورا کر نیکو مجبور کرتی
ہیں۔ اور کہیں مغلوب نہیں ہونے دیتی اور ہمیشہ
امید دلاتی رہتی ہیں۔ چنانچہ میں نے اہمرتہ
کلکتہ کے سفر کی تیاری کی۔ اور یہ بھی ارادہ
کر لیا۔ کہ کالی کی سندرمین ضرور پہنچا کر دیکھا۔
شگون موافق نکلے۔ اور نہایت خوشخبری
کے ساتھ روانہ ہوئے۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا
کہ گورنمنٹ نے میری گرفتاری کیلئے پانچ سو روپے

اشتہار دیا ہے۔ مجھے اسکا سطلق خیال نہ تھا۔ بلکہ میں اپنی شہرت ادا نام اور یکا کافی ثبوت سمجھ کر نازان تھا۔ کہ خدا یا تو نفس رقبہ پر پہنچایا۔ ایک زمانہ میرے نام سے خوف کرتا ہے میں بہت خوش تھا کہ اے امیر علی تو تاریکی سے نکل آیا اور تیرے ہم کا ایک عالم میں بقارہ بجلیا۔ جو ایک عرصہ تک قائم رہیگا۔ اور مجھ پر جو مجھے ڈراتا تھا اسکا مقابلہ کرتا تھا۔ صاحب یہ میری معین طاقت تھی۔ اس دنیا میں نہ کوئی کسی کا رفیق اور نہ کوئی کسی کا شفیق۔ دنیا ہے اور مطلب۔ مجھے شگون کے مبارک ہونے سے کال پہر دوسرہ تھا۔ کہ کپنی کے اضلاع میں گرفتار ہونے سے بچ جاؤنگا جہاں ہنگون کے فلاں پوری کامیابی سے کارروائی ہو رہی تھی۔ ساگر ہمارے راستہ پر تھا۔ اور شاید میں اس بچہ پر بی چلا جاتا۔ مگر مجھے اپنی چالاکی اور کامیابی پر پہر دوسرے۔ دوسرے شگونوں کی عمدگی تیسرے تقدیر اسی طرف کپنے لئے جاتی تھی۔ اور وہاں قسمت در پردہ کچھ اور ہی شگون فرچوڑ رہی تھی۔ جب ہم اس علاقہ میں پہنچ گئے۔ تو شب سفر کرتے تھے۔ اور کسی دیران مقام پر قیام کرنے۔ آبادی سے بچ کر نکلتے۔ بچ کی تلاش سطلق نہ تھی۔ نہایت احتیاط سے آگے بڑھتے

اور تھوٹے تھوٹے فاصلہ پر چوکیاں بنی ہوئی تھیں۔ جہاں کالی دودھی والے سگ الموت ہماری نظر میں چھتے تھے۔ پہر ہی تین چار آدمیوں کی بھوانی کے نام پر ہم نے قربانی کی۔ کچھ مال ہمارے ہاتھ نہ آیا صرف گوشت کی رسم پڑ گئی

انجام یا اختتام

ہم ایک روز دور و دراز کی منزل طے کر کر ایک گاؤں میں جو ساگر سے بہت قریب تھا پہنچے۔ اور ایک خالی مکان میں جسکو ہم بخوبی جانتے تھے قیام کیا۔ بہت جلد کہانا پکایا۔ اور کھا کر سو گئے اور ہم نے ایک آدمی نگہبانی کے واسطے چھوڑا کہ اگر کسی قسم کا خبہرہ ہووے۔ تو وہ ہکو فوراً خبر کر دے۔ شب بخیر معافیت گزری علی الصباح نسیم سحر کے خنک ہو کون سے سب پہلے میں بیدار ہوا اور میں نے سب کو ہوشیار کیا۔ اور اسی وقت ہم سب لوگ وہاں سے روانہ ہوئے میں نے اپنے رفیقوں سے کہا کہ خطرہ جیش نظر تھا وہ جاتا رہا دو پہر تک ہم دس بارہ کوس کے فاصلہ پر پہنچ جائینگے۔ پھر راستہ صاف ہے۔ اطمینان سے سفر کریں گے صاحب میرا خیال غلط تھا۔ فلک شہدہ باز اور ہی فکر میں تھا۔ افسوس میرے گروہ میں سے دو آدمیوں نے

وفا کی وہ خبری کرچکے تھے۔ اور میرے گرفتار
کرائے فکر میں تھے۔ جبکہ حال بعد میں معلوم ہوا
وہ گارڈن ہاری نظروں سے غائب ہو گیا۔ بعد
سرک اعظم پر ہم چل رہے تھے۔ جبکہ دونوں طرف
کشادہ میدان تھا۔ ایک خرگوش بھڑکھڑا
کاٹ کر چلا گیا۔ اس بدشگون سے میرا دل بہت
گھبرا یا۔ اور میں نے اس راستہ سے سفر کرنا
نہ جانا۔ لیکن وہ دونوں گھوڑوں سے میرے
اس ارادے کے مانع آئے۔ اب آفتاب ہی نکلا
تھا۔ اور دو تین گھنٹے پہلے ہو چکا تھا۔
کہ ایک نادر راستہ میں ملا۔ چونکہ ہم میں سے
کسی نے بھی صبح کی وقت مانتہ نہ نہیں دہو یا تھا
اس لئے سب اس بات پر متفق ہوئے۔ کہ فردیہ
سے بیان فراغ ہو جانا چاہئے۔ سب سے پہلے
وہ دونوں دغا باز گھوڑے سے اترے اور زار
کے کنارہ جا بیٹھے۔ صاحب خریدہ کو دیکھ کر
خرپوزہ رنگ بدلتا ہے۔ سب لوگ ہتیار
کھینچ کر امداد پرے آ کر پانی کے کنارہ جا بیٹھے۔
چند من گزرے ہو گئے۔ کہ کچھ سوار وید لوٹ
جوشید گہات میں بیٹھے ہوئے تھے ہم پر حمل کیا۔
میں آج اپنی طاقت پر کمال افسوس کرتا تھا۔ اور
سخت نادم تھا۔ اور دل میں کہتا تھا کہ اے
امیر علی تیرا جو بہ کمان گیا۔ تو کبھی ہتیار اپنے

جسم سے علیحدہ نہ کرتا تھا۔ اور آج اس قدر
پر رکھ دیے۔ میں تیر کی طرح اس طرف لپکا۔
اس وقت اُن دونوں مکاروں نے ہم پر حملہ
اور بچے چٹ گئے۔ میں نے کوشش کی کہ ان
مکاروں کے ماتھے سے نہات پاؤں۔ کبھی کاٹتا
تھا۔ کبھی گالیان دیتا تھا۔ اور جو ماتھے خالی
تو گھونٹا مارتا تھا۔ لیکن وہ بہادروں کے پنجے
سے نہیں چھوٹا۔ کہ سوار ویدل میرے پاس
پہنچ گئے۔ اور جھگو گرفتار کر لیا۔ میرے ہراس میں
نے مقابلہ کیا۔ بعض پیاد گئے بعض زخمی ہو کر
اور بعض فوراً گرفتار ہو گئے۔ یہ کارروائی بہت
جلدی ختم ہو گئی۔ مجھے بیان کرنے میں دیر ہوئی
لیکن وہاں اس قدر ہی واقعہ نہیں ہوا۔ میں نے
اُن مکاروں کو سخت لعنت و طاعت کی۔ کاش
اگر وہ مجھے نہ روکتے تو میری زندگی گرفتار نہ ہوتا
دش پانچ سوار وید لوٹ کر قتل کرتا۔ اور وہی
جگہ مارتا۔ اب اُن بد ذاتوں کی بن آئی اور
میں نے سخت دست کھائے کہ اسکا جواب مجھے
دینے لگے۔

پہل شخص۔ کہے حضرت اب آپ کا گلہ کے
سفر کا ارادہ کیا ہوا۔ جسار صاحب خوب
رکھو گے۔ کہ ہم نے آپ کو ایک دور و زار سفر سے
باز رکھا۔ اب ساگر میں واپس پہنچ کر ایک فراغ

بکان میں رہے۔ اپنے قدیم دوستوں سے ملاقات کیجے اس کام کی داد دیجئے۔
 دوسرا۔ اب تہاری زینت کا پانہ لہریز ہو
 جو دیدہ و دانستہ اس جھل میں آئے جہان ایک
 شیر بر رہتا ہے اور اسکے منہ انسان کا خون
 لگا ہوا ہے۔ کیا آپ اس اشتہار کو بھول گئے
 حسین آپ کی گزشتاری اور ہاں نور و پید کا انعام
 درج ہے۔ وہ جرات و دلیری اب کہاں ہے۔
 وہ تیر کا چلانا۔ تلوار کا چکانا خیر باد ہو گیا
 کہاں ہے ترا تیر پہلو گزارا
 کہاں ہے ترا خنجر آبدار
 تر از روز بازو گیا اب کہاں
 کہاں ہے تراب و خونِ فغان
 بہت تو نے خونِ نیری خلق کی
 بس آخر کو تیری سزا تھی یہ ہی
 سوار و نکاح سردار۔ زیادہ بک بک نہ کرو۔
 یہ جو وہ باتوں سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ تم واقعی
 قابلِ ملامت ہو۔ تم نے اپنے سردار کے ساتھ
 بیوفائی کی۔ اس قدر شنی کرنے سے کہیں تمہارے
 انعام میں فرق نہ آہائے۔

صاحبِ وہ دونوں شخص خوفِ کہا گئے۔ اور
 خاموش ہو رہے سواروں اور پیا دون نے
 جو معارت کی نظر سے دیکھا تو ادھی نام کو

یہ سوار جبکو گرفتار کئے ہوئے اسی رہتے سے
 ساگر لیجاتے تھے۔ جس رہتے سے میں خوش
 خرم آزادی کے ساتھ ہنڈی ہنڈی ہوا
 کہانا اور سیر کرتا ہوا آیا تھا۔ اب میں اپنی
 غلطی پر سخت ناہم تھا۔ کہ میں نے شکون پر
 کیوں نہیں عمل کیا۔ اور کیوں راستہ کو غمناک
 مننے کو بعد از جنگ اید پر کلہ خود باید زد۔ یہ
 قیسا مرتبہ تھا کہ میں قید ہوا۔ اس مرتبہ مجھے
 رانی کی قطعی امید نہ رہی تھی۔ پہلے ہر مرتبہ
 کچھ نہ کچھ امید مجھے ہوتی تھی۔ اس مرتبہ بالکل
 مایوسی ہو گئی۔ اول اس زمانہ میں جو ان تھا۔
 اور جو ان آدمی کا دل۔ طبیعت۔ خیال۔ ارادہ
 ہمیشہ تسکین بخش ہوتا ہے۔ میری ملی انگین
 اور طبیعت کے خوش سب سرد ہو چکے تھے۔ لیکن
 متواتر تجربوں اور آزاد زندگی کی جراثیم
 نے ان بچے ہوئے شعلوں کو پھر پھر کا دیا تھا۔
 موت بالکل مجھے اپنے قریب دکھلائی دیتی تھی۔
 میں اگر نیری قانونی سختی سے جبری واقف تھا
 کہ شگون۔ رہزنوں کے فو قہر خواہ وہ کیسے
 ہوں۔ رجم نہیں کیا جاتا۔ خاص کر مجھے جیسے شخص
 پر جسکا نام ایک زمانہ میں مشہور ہے مایک
 عالم میں اس کے انعام کا اشتہار ہو چکا۔ اس پر
 میرا حال نہایت خراب تھا۔ اور یہی خیال تھا

کہ میں پیاسی پاؤں لگا۔ افسوس جو میری
خواہش تھی کہ میں کسی سرکہ میں مارا جاتا
اور تمام حاصل کر کر سید ایشیت کو ملا جاتا
وہ پوری نہیں ہوئی۔ اب میرے جرموں کا
بار میری گردن پر اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ
میری روضہ کو حد سے پہنچا ہے۔ اور دوزخ
کاذاب مجھے دکھلائی دیتا ہے۔ ہزاروں گنہگار
خیال میری طبیعت میں بڑی تیزی سے دھڑ
کر رہے تھے۔ جس سے ایک خوفناک صورت
پیدا ہوتی تھی۔ اور داغ بگڑتا چلا جاتا تھا۔
سوار و پیادے مجھے گھیرے ہوئے تھے۔ اور
میں بچی نگاہیں کئے انکی حراست میں جاتا تھا۔
اور کوشش کرتا تھا۔ کہ اپنے گئے ہوئے جہاں
آئندہ موت کے نظارہ کے واسطے جمع کروں۔
مگر سیانہ۔ مجھے کالی یقین تھا کہ میں فوراً
قتل کیا جاؤنگا جب جیسے مجرم کی تحقیقات
کی ہی ضرورت نہیں ہے۔ سارے پہنچنے کے بعد
مجھے کالی حفاظت سے اس افسر کے پاس لگے
جو برٹش گورنمنٹ کی جانب سے ہنگون کی
گفتاری کے واسطے مقرر تھا۔ یہ لگنے جوں
لمبا چوڑا خوبصورت اور موزون آدمی تھا۔
اسکی صورت پر رعب اس قدر برتن تھا۔
کہ دیکھتے ہی مجھے خیال ہوا۔ کہ میں اب خوفنا

ہلاک کر دیا جاؤنگا۔ ہم نے اسکو مطلق حصہ
دے ملا تھا۔ مین اقرار کرتا ہوں کہ جو وقت
وہ افسر مجھے مخاطب ہوا۔ زمین کا پتہ لگا
افسر۔ امیر علی آخر تک گرفتار ہوئے تم جاننے
ہو کہ تمہارے کیا الزام قائم کئے گئے ہیں (منشی
سے مخاطب ہو کر) اس مجھول کے جرموں کی
فہرست جو بنائی گئی ہے وہ بڑا بڑا سادہ۔
صاحب منشی نے میرے جرموں اور قتل کی
فہرست مفصل نکال کر پڑھی۔ جنگوں میں جانا
تھا۔ واقعی سب واقعات صحیح درج تھے۔ صرف
چند واقعات درج نہ تھے۔ اپنے دل میں غما
حافظہ کیا۔ اور کوئی امید نہ رہی۔ تاہم میں نے
اپنی طبیعت کو سنبھالا۔ اور کہا۔
حقین۔ میں نے برٹش گورنمنٹ کے دل
انصاف کی بہت تعریف و توصیف سنی ہے۔
جو جرم مجھ پر لگائے ہیں۔ وہ غلط ہے مجھے یقین
کہ آپ تحقیقات فرما کر میرے نسبت حکم مناسب
نافذ فرمائیں گے۔

افسر۔ فرما کیسے ہی سنگین جرم ہوں جب تک
تمہارے جرموں کا کافی ثبوت نہ ملے گا۔ اور
معتدل شہادت نہ ملے گی کوئی حکم نہیں دیا جاسکتا۔
اطمینان رکھو تحقیقات کی جائیگی (ایک
چوڑی سے مخاطب ہو کر) اچھا ایک ایک جرم کو

ممبر وار آنے دو۔ اور وہ امیر علی کے سامنے
 امیر علی کے جو موٹی کیفیت بیان کرے۔
 صاحب پہلا خبر جو آیا۔ یہ وہ شخص تھا جو میری
 مصیبت کے زمانہ کے شروع ہونے سے پہلے میرے
 شریک تھا۔ اس نے فتنی برج لال اور اسکے
 بیٹے کی نسبت میرا اگنیش کا تنازعہ اور شیخ
 نصیر الدین سوداگر کے قتل کا حال لفظ بلفظ
 بیان کر دیا۔ امدان معرکوں کا حال میری
 طبیعت پر ایسا نقش ہو گیا۔ کہ زمین کوئی
 سوال کر سکا اور نہ جواب دیکھا۔ پھر اس نے
 ہمارا راجہ جالون سے آپ میرے بیان کی تصدیق
 کر لی تھیں۔ دوسرے امیر علی کی چٹانی پر جو بلیغ
 ہے وہ بھی میرے بیان کی شہادت دیتا ہے۔ پھر
 جیسے کہا کیا میر صاحب میرا بیان غلط ہے ہرگز
 نہیں۔ میں اکیلا ہی نہیں ہوں۔ میری طرح
 بہت سے آدمی یہاں موجود ہیں جو سب ہر
 واقعات سے واقف ہیں جناب بعد از صاحب
 بہت سی قبریں کھودی گئیں۔ جس میں تم نے اپنے
 بیچ کی آسامی دفن کی تھیں۔ امدن نشیں نکال کر
 شناخت کی گئیں۔
 حق۔ تم کا لفظ کیوں استعمال کرتے ہو بلکہ تم
 لفظ کہو۔ کیا تم نے جو گنیش کی مدد کی تھی اس سے
 شک ہو سکتے جو۔

صاحب میرے اس کہنے پر ہر چہ طرف سے آواز
 آئی کہ مجرم نے اپنے جرم سے اقبال کیا۔
 افسوس۔ خاموش رہو۔ خاموش رہو۔ امیر علی
 تم جانتے ہو تم نے کیا کہا۔ تم نے اپنے ہنگ اور
 ملازم ہونیکا اقرار کر لیا۔
 عین۔ کف افسوس ملکر۔ میں نے جو کہا سو کہا
 نہ میں اس سے شکر ہو سکتا ہوں۔ اور نہ ملکر
 کہنا چاہتا ہوں۔ آئندہ کوئی لفظ میری زبان
 سے آپ نہ سنیں گے۔ جھپٹ جھپٹ مزاج چاہے
 تشہد دیجئے اور چاہے جیسی سختی سے پیش آئے
 اور سنگین سے سنگین سزا تجویز فرمائیے۔
 صاحب میرے اس کہنے سے کوئی نتیجہ نہ نکلا۔
 بلکہ تحقیقات ہوتی رہی۔ اور بہت سے خبریں
 ہنگ جو چھپکے جانتے تھے۔ باری باری سے
 آئے اور اپنا بیان لکھو اگر رخصت ہوئے۔
 اب وہ دفابان آئے جنہوں نے اس وقت مجھے
 گرفتار کرایا تھا۔ وہ برس سے سیر کر رہے تھے۔
 سب واقعات بیان کئے اور مقتولوں کی قبروں
 کے نشان بتلائے۔ تحقیقات مقدمہ ختم ہوئی۔
 اور میں قید خانہ میں بسید یا گیا۔ میری پوری
 طوع سے حفاظت کی گئی۔ فردنی یریاں پہنا
 گئیں۔ اور ایک تنہا تنگ تاریک کوٹھڑی
 میں میں قید کیا گیا ایک عرصہ تک کوٹھڑی پران

حال نہوا۔ تو میں نے یہ نتیجہ نکال لیا تھا۔
کہ میری قسمت کا آخر فیصلہ ہو گیا۔ مگر وہ
غشی جسکو میں نے کچھری میں دیکھا تھا۔ ایک
جمعہ دار اور دو خبر ونگو ہوا دیکھ میرے پاس
آیا اور کہا۔ امیر علی ہم صاحب کے حکم سے
تکو حکم سنانے آئے ہیں۔

میں۔ میں حکم سنانہیں چاہتا۔ میں ہی
اور رون کی طرح پہانسی پاؤں لگا چکا مجھے
مطلق خوف نہیں ہے۔ بہت نامی گراہی ہو
میرے سامنے مارے گئے ہیں۔ آپ کو معلوم
ہو جائیگا کہ امیر علی مرنے سے نہیں ڈرتا ہے۔
غشی۔ تمہارا قیاس یہ ہے۔ تمہارے زندہ
رہنے کی کوئی امید نہیں رہی ایک دور زندہ
میں آخر حکم ہو جائیگا۔ جاؤں کے راجہ نے
تمہارے دوست کن حالات تحریر کئے ہیں اور
خبر رون کے بیان سے ملے ہیں۔ زندہ رہنا
تمہارا قطعی نامکن معلوم ہوتا ہے۔ ردھی منرا
ہو بھی پہانسی۔ یا جس دوام بعور دیکھا شہدہ
ہیں۔ نہیں غشی جی۔ خدا کا لا بائی کیسکو
نہ دیکھائے اس سے تو پہانسی ہی بہتر ہے مجھے
یہ ہی دریافت ہوا ہے جو لوگ دمان پہنچ جاتے
میں انکو پرہندوستان دیکھنا نصیب نہیں
ہوتا۔ اور جب تک زندہ رہتا ہے۔ بیڑیاں

پہنے ہوئے لوہے کا کام کرتا ہے۔ ہائے میں نے
کام کبھی نہیں کیا۔ میں اپنی تکلیف کی کیونکر
برداشت کروں گا۔ اس سے تو پہانسی کا ملنا
اچھا ہے۔

جمعہ دار۔ میر صاحب گہراؤ نہیں موت زندہ
تمہارے اختیار میں ہے۔ یہ خبر اسکی کیفیت بیان
کر سکتے ہیں اور ہم اگلے ساتھ کس سلوک اور
مہربانی سے پیش آتے ہیں تم تو تحصیل دہوشیا
ہو جلد باتیں سمجھتے ہو۔

میں۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ امیر علی دغا
کا دہیہ اپنے پاک اور صاف دامن پر لگائے۔
میں اپنی زندگی کے واسطے اور ونگو گرفتار
نکراؤں گا

غشی۔ ارے نالایتی۔ ہاجی۔ ہم تیری غشتہ
نہیں کرتے۔ تیری منت نہیں کرتے۔ تو خدا
جو مون سے پہانسی پائیگا مستحق ہے۔ تیرے نام
سے تمام ملک کا پنتا ہے۔ تیری قسمت میں جو
کہا ہے اسکو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا ہے
تیری بہتری کی تدبیر مٹائی۔ چاہے قبول کر
یا نہ کر۔ کوئی جبر نہیں کیا جاوے۔ میں بحث نہیں
کرتا۔ فوراً جواب دو کہ تم خبر بتا جاتے ہو یا
نہیں۔ اس حالت میں زندہ رہو گے۔ مجھ
کہا نا ملے گا۔ پاک اور صاف لباس کو پہنا دیا

دیکھو میرا وقت قیمتی ہے جلد جواب دو۔
 لاؤ نون چمچ۔ امیر علی منشی کا کہنا ماؤ۔
 دیدہ و دانستہ بیوقوف نہ بنو۔ پہرہ وقت
 ماہتہ نہ آئے گا۔
 صاحب میں اس وقت ہی پریشان تھا
 اور دو متضاد خیال میری طبیعت میں تیزی
 سے دورہ کر رہے تھے۔ آخر یہ ہی خیال غالب
 آیا کہ ایسی زندگی ہر ہزار نفرین ہے۔ جو رگ
 دغا کا لفظ امیر علی کے ساتھ استعمال کریں اور
 کہیں کہ اپنی جان کو عزیز سمجھ کر اپنے ہم پیشہ
 ساتھیوں کے ساتھ بدسلوکی کی۔ پس میں نے
 منشی سے کہا۔ ہر بانی سے آپ جائیے۔ اور
 اپنے آقا۔ ولی نعمت سے کہہ دیجئے۔ کہ امیر علی
 اس بات کو منظور نہیں کرتا۔ بلکہ حقارت کی
 نظر سے دیکھتا ہے۔ امد مرنے سے نہیں ڈرتا
 ہے۔ وہ لوگ واپس ہوئے۔ اور میں نے پھر
 اس معاملہ پر غور کیا۔ تو یہ ہی معلوم ہوا کہ
 اب آخر وقت قریب آگیا۔ میں موت کو لڑکھٹکا
 کہیل سمجھتا تھا۔ اور میرا خیال تھا۔ کہ میں
 سیدہ ابیشت میں چلا جاؤں گا۔ اور وہاں اپنے
 والدین اور پیاری بیوی عظیمہ سے ملونگا۔
 تھوڑی سی تکلیف برداشت کرنا کچھ مشکل نہیں ہے
 جب میں نے مکرر سوچ کر غور کیا۔ تو میرے خیالات

بدل گئے۔ میں پیانسی ہاؤسنگا۔ کیونکر۔
 نامردوں۔ چوہنہ زن کی طرح۔ بہادر اور
 سپاہی کی طرح نہیں مارا جاؤں گا۔ جو وقت
 میں پیانسی پر چڑھوں گا۔ کوئی لعنت کریگا
 کوئی میرا سہ چڑائیگا۔ جان تڑپ تڑپ کر
 بڑی شکل سے نکلے گی اس وقت جھکوا ایک شخص
 کی حالت یاد آگئی۔ جسکو پیانسی اس زمانہ
 میں جبکہ بدی ماہتہ میرے ہمراہیوں میں
 تھا ملی تھی۔ اور میری آنکھوں کے سامنے لٹکی
 تصویر بن گئی۔ ایک طرف ان خیالات کا
 ہارتھا۔ دوسری طرف پیاری زندگی کا خیال
 یہ مجھ ہے کہ غلامی کی زندگی ہے۔ مگر پھر زندگی
 ہے۔ لہذا میں بغیر ہنسنے پر راضی ہو گیا۔ اور
 خیال ہوا کہ شاید گورنمنٹ کلرکری و قادیاری
 ایمانداری و حسن کارگزاری پر کیونکر دم
 آجاوے اور میں پر آزاد ہو جاؤں۔ مدت تک
 میں اپنے دل سے بحث کرتا رہا۔ آخر کار
 مجھے خبر ملی کہ کل تیرے مقدم کی تحقیقات
 ہے۔ اور میری قسمت کا قطعی فیصلہ ہو جاؤں گا
 پیانسی کی سخت مصیبت سے روح کا ہنسی تھی
 درپائے شور کے خوف سے بخار چڑھتا تھا۔
 منشی کی نصیحت بہتر معلوم ہوتی تھی لیکن لفظ
 دغا سب ارادے بدل دیتا تھا۔

صاحب میری ہتکڑی و برہمی اس وقت
کہو لہی گئی۔ اور ایک ہلکا سا لوہے کا
ڈنڈا جس میں ایک کڑا لگا ہوا تھا میری
ران میں باندھ دیا گیا۔ جس سے میں بہت
آسانی سے چل پھر سکتا تھا۔ مگر وہ نہیں
سکتا تھا۔ اب میں خبر جنگیا۔ اور یہ خوف
دیا گیا کہ اگر آئندہ اس کام سے تو پہلو ہتی
کر لیگا تو فوراً پھانسی دیا جائیگا۔ کچہری
پہنچتے ہی افسر نے سوال کیا۔ کہ تم گنیش کو
جاتے ہو۔

قین۔ ہاں بخوبی جانتا ہوں۔ میری طرح
اسکے واسطے ہی انعام مقرر کیا ہے۔ آپ کو
اب تک معلوم نہیں ہے۔ وہ اب ہی ساگر
کے قریب ہی موجود ہے۔

افسر۔ کیا تم میرے آدمیوں کو گنیش کے پاس
پہنچا سکتے ہو۔ اس بات کا خیال رکھو کہ یہ
بلا کام تمہارے سپرد کیا جاتا ہے۔ اس بات کو
کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کہ تمہیں نہایت
احتیاط اور ہوشیاری سے اس وقت کام کرنا
لازم ہے۔ گنیش بڑا دور اندیش اور جالاگ
آدمی ہے۔ اسکی گرفتاری کی جتنی کوششیں
اب تک کی گئی ہیں سب میں ناکامی رہی ہے اور
وہ ہوشیار ہو گیا۔

اس وقت گنیش یاد آیا۔ اور اسے محض
لینے کے خیال نے پہر طبیعت کو شیر بنا دیا۔ کہ
میں یہی وقت اچھا ہے۔ ورنہ دل کا ارادہ
دل میں ہی رہے گا۔ میری زندگی میں میرے
ساتھ اسے پیانسی دیجائے تو بہت مناسب
البتہ۔ میں اسے کہنے کی جگہ خوب جانتا
ہوں۔ اسکی گہا تو فکھ پھانتا ہوں۔ پس میرا
پختہ ارادہ ہو گیا اور میں نے درخواست کی
کہ وہ فشی جو اول مرتبہ میرے پاس آیا تھا۔
اب پھر میرے پاس بھیجا دے۔ چنانچہ وہ
آیا۔ اور میں نے کہہ دیا کہ فشی ہی تمہاری خواہش
سے اتفاق کرتا ہوں۔

فشی۔ اب تم ماہ راست چرائے۔ اور
دانی کی بات کہی۔ اگر تم صدق دل سے
اپنی خدمت محنت کو انجام دو گے۔ تو بہت
خوش رہو گے۔ ورنہ سخت سزا پاؤ گے۔
قین۔ فشی جی، بتا دیجے کہ مجھے کون کون
سی خدمت انجام دینی ہوگی۔ پھر آپ کبھی
مذ سے کہلو اور دیکھا کہ امیر علی واقعی ایک سچا
اور وفادار اور نمک حلال اور گورنمنٹ کا
بلاغیر خواہ ہے۔

فشی۔ اچھا تو میرے ہمراہ کچہری چلو، مان
لکھو، ایات کیجا میں گی۔

مین۔ میں اپنی ہوشیاری و ہالاک کی کے نسبت اس وقت کچھ عرض کرنا نہیں چاہتا وہ خود ظاہر ہو جاوے گا۔ مجھے چہرہ سپاہی بہادر اور منجھلے ایسے دیئے کہ جنگ میں بیس ہل ڈالوں اور پہر اپنے ہمراہ لیکر گنیش کے پاس پہنچوں۔ اسکو میری گرفتاری کا حال اب تک معلوم نہیں ہے۔ میں اسکو اپنے ہمراہ حضور میں لے آؤنگا۔ مجھے یقین ہے بہت جلد یہی اسکے ساتھ رہتا ہے۔

افسر۔ ہاں بہت ہی ایسا ہی خراب اور بد معاش ہے۔ جیسا کہ گنیش۔
علین۔ خیر بہت جیسا ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ آپ چہرہ سپاہی جیسے میں چاہتا ہوں منجھب کیجئے۔ انکو ہتیاروں کی بھی ضرورت ملے گی۔ اور میں ہی ایک تلوار مانگتا ہوں۔

افسر۔ یہ ناممکن بات ہے۔ تیرا ہی پورا ہتھیار نہیں ہو سکتا کیا تعجب ہے کہ تم کسی وقت غفلت میں میرے سپاہیوں کو قتل کر ڈالو۔

علین۔ حضور کو اختیار ہے۔ اعتبار کریں یا انگریز۔ لیکن اسقدر ضرر عرض کرنا ہوں کہ امیر علی۔ دروٹو۔ دھوکہ دے۔ نہیں ہے جبقتہ آپ مجھ پر اعتبار فرمائیں گے میں اسقدر کوشش کرونگا۔ اور شبہ حالت میں میرا

اطمینان بھی شبہ پیدا کر دیگا۔ صاحب یہ انگریزی افسر بڑا عالی درجہ۔ روشن ضمیر۔ بیدار مغز تھا۔ اس نے ہر پہلو پر غور کر کر فوراً نتیجہ نکال لیا۔ کہ اگر امیر علی بغیر تلوار کے گنیش کے پاس جائیگا۔ تو اسکو شبہ پیدا ہو گا۔ اور کچھ تعجب نہیں کہ قابو سے نکل جائے اور بٹانیا یا کام بگڑ جائے۔ ایک ملازم سے کہا کہ امیر علی کی تلوار امیر علی کو دیدو۔

(مجھے مخاطب ہو کر) امیر علی اپنی تلوار کو لے لو۔ اور اب تمکو جلدی کرنی چاہئے۔ سپاہی باہر تمہارے منتظر کھڑے ہیں۔

مین۔ جب تک گنیش کو گرفتار نہ کرادونگا۔ کہانا پینا حرام سمجھونگا۔ حضور کو منہ نہ دکھاؤ صاحب میں کچھری سے باہر آیا۔ اور چہرہ زندہ دل جوانوں کو جو مسلح تھے اپنے منتظر کھڑے ہوئے پایا۔ میں نے ان سے کہا کہ سپاہیو۔ اس کاری درودی کو اتار ڈالو۔ اور ساوے معمولی کپڑے پہن لو۔ اور ایسی صورت بناؤ کہ کچھ

والا فوڑا یہ معلوم کر لے کہ یہ ایک دودھ دار کی منزل کر کر آئے ہیں۔ رہے گا کڑا جو میرے پیروں میں تھا میں نے اسکو اس طریقہ سے بانٹ دیا کہ اسکی آواز مطلق نہ نکلتی تھی۔ اور آواز سے پتہ چارہ پہن لیا۔ اور ان جوانوں کو ہمراہ لیکر

روانہ ہوا۔ شام کی وقت شاہراہ عام کو چھوڑ کر آبادی سے بیکر پٹیل میدانوں کو طے کرتا ہوا دور نکل گیا۔ اور میں نے کہا کہ اگر ہم اسی طرح چلتے رہے تو آخری رات کے پہلے پہلے گنیش کے پاس جا پہنچیں گے۔

وہ قہدار۔ (ان سپاہیوں کا افسر) گنیش لیان رہتا ہے۔

میں۔ وہ فلاں گاؤں کے پٹیل کے مکان پر غیرانہ صورت میں رہتا ہے۔

وہ قہدار۔ گنگا جی کی قسم میں نے اسکو دیکھا ہے وہ قہدار اور پچھتا جوان ہے۔ اور ترحی نظر سے دیکھتا ہے۔

میں۔ ہاں وہ گنیش ہی ہے۔ کیا بغیر میرے تم شناخت کر سکتے تھے۔

وہ قہدار۔ کاش میں یہ خبر ہوتی۔ تو ایک ہفتہ پہلے اسکو گرفتار کر لیتے۔

میں۔ اچھا تو اب گرفتار کر لینا۔ گنیش کا گرفتار کرنا کچھ دل لگی نہیں ہے۔ بہائی تمہیں

بڑی ر رہنا چاہئے۔ کیا تم میرا اعتبار کرو گے۔ وہ قہدار۔ مجھے تمہارا لیان ہے۔ اور میں یہ

یہ یقین کرتا ہوں کہ تم جو خالی کر کے ہمارے روزگار میں فرق نہ ڈالو گے۔ اور آئندہ بھی

رجو کہ غم دے۔ ہم یہی ہر طرح سے جانتے ہیں

مکان میں ہے امداد کرتے رہیں گے۔

میں۔ مجھے گنیش سے ایک خاص عداوت ہے اور اسکا عرض لینا ہے کیجئے میری شکایت ہے

صاحب اس قسم کی باتیں کرتے ہوئے گیارہ بجے شب کو اس گاؤں میں پہنچے۔ اس وقت تاریکی کا

پورا عمل دخل تھا۔ سنائی میں کاسیا جی پر مبارک باد دیتی تھی۔ اور تاریکی امداد کرتی تھی

اول تو کسی نے دیکھا نہیں۔ اور جو دیکھا بھی تو شب تاریک میں پہچانا نہیں۔ پٹیل کے مکان پر

پہنچ کر میں نے دفعدار سے کہا تم میرے ہمراہ چلو اور ان جوانوں کو ہمیں کھڑا رہنے دو۔ میں

تمہارے ہمراہ گنیش کو باہر لے آتا ہوں۔ اس وقت فون گرفتار کر لیا۔ میری اس گفتگو پر دفعدار

گھبرا یا۔ استقلال اس شخصت ہوا۔ تو میں نے کہا۔ اگر تمکو کچھ فون معلوم ہو تب سے تو نہ چلو۔

میں تمہارا شکا۔ لیکن ساگر پنچک تمہاری اس بزدلی اور پست ہمتی کا حال ضرور کہہ لوں گا۔

وہ قہدار۔ ہرگز نہیں۔ قطعی نامکن ہے۔ کہ میں تمکو اپنی نظروں سے دور کر دوں۔ مجھے

سخت مانعت ہے۔ خواہ کچھ ہی صورت پیش آئے۔ میں تمہارے ہمراہ چلوں گا۔ پھر سپاہیوں

سے مخاطب ہو کر۔ کہ اگر میں وہیں نہ آؤں تو تو تم سجدہ لینا۔ کہ میں مارا گیا۔ خود اسکو روک

چلے جانا۔ اور صاحب سے اطلاع کر دینا۔
صاحب مجھے اسکی پست ہمتی اور بیوقوفہ خیال
پر بہت افسوس ہوا۔ اور ہنسنے لگا۔ کہ یا تم
تو بڑے بوجھ ہو۔ بڑے فدا کر ہمت جست
کرو۔ خوف کو پاس نہ آنے دو۔

و فہدار۔ ہاں میرے صاحب چلے۔ یہ کیسے لیجے
کہ میری تلوار ہی میان میں کھلی ہوئی ہے۔ اگر
مجھے کچھ بھی شبہ ہو تو تمہیں زندہ بچھڑو ننگا
میں۔ کیسی نادانوں کی سی باتیں بناتے ہو۔
کیا میرا اعتبار نہیں را۔

و فہدار۔ تجربہ کے بعد اعتبار کامل ہوتا ہے۔
میں۔ اچھا جو میں کہتا ہوں اسکو یاد رکھو۔
تم وہاں کسی سے کچھ نہ بولنا۔ اور جو قتل
باہر آؤں۔ تو تم اپنے ہتیاروں سے ہوشیار
رہنا۔ اگر وہ ٹکودیکھ کر کسی قسم کا شبہ کرے یا
مہانگے کی کوشش کرے۔ اور میں دریافت
کروں کہ ساگر کتنی دور ہے۔ اسوقت تم بہت
علازمین گنیش سے ہنگت لو ننگا۔ برابر کی
کارروائی ہے۔ دو دو آدمی دو طرف میں
اور گنیش بہت کی نسبت اچھا تلوار کا ہنر جانتا
و فہدار۔ ہاں جرح سے تم کہو گے میں عمل کرو
تمہاری باتیں صاف صاف ہیں۔ جن میں
و غاداری کی بو آتی ہے۔

صاحب میں نے مکان پر ہنسنے کی ہنگی کی زبان
میں ٹیل کو آواز دی۔ جسوقت۔ پٹیل جسوقت
جسوقت۔ کون ہے ہائی۔

میں۔ ابھی سے سو گئے۔ میں ہوں امیر علی
جمہدار۔ اٹھو دروازہ کھولو۔ صاحب جسوقت
اٹھو دروازہ کھولا چادرہ اوڑھ کر باہر آیا۔ کہا
ہیں امیر علی جمہدار تم اسوقت کہاں۔

میں۔ ہاں میں تمہارا دوست ہوں۔ گنیش اور
ہمت کہاں ہیں۔

جسوقت۔ دونوں اندھو تے ہیں۔ اُن سے
آپ کو کیا کام ہے۔ اور اسقدر رات گئی تم یہاں
کیونکر آئے۔ میں سمجھتا تھا۔ کہ تم کلکتہ کے قریب
پہنچ گئے ہو گے۔

میں۔ میں نے کلکتہ کا سفر ترک کر دیا۔ مجھے خطرہ
نظر آتا تھا۔ جاؤ گنیش کو جگا دو اور خبر کر دو کہ
جلد باہر آجائے۔ میں ایک بیخ تیار کر لایا ہوں
صبح ہوئے پہلے میں فارغ ہو جانا چاہیے۔
جسوقت۔ بہت اچھا جانا ہوں۔

میں۔ جلدی جاؤ زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ ورنہ
تمہارے حصہ میں فرق آجائیگا۔ صاحب ٹیل
اندر گیا اور میں نے اپنے ہمراہی کو ہوشیار کیا۔
کہ میرے اشارہ کو بھول نہ جانا۔ پٹیل نے اندھا کر
گنیش کو جگایا۔ جن گنیش کی آواز سنی۔ کہ

بے وقت جگانے پر وہ ناراض ہوا۔ عجیب
میرا ذکر کیا۔ تو اس نے نہایت شوق سے
دریافت کیا۔ کیا امیر علی آیا ہے اے درگے
بیوانی امیر علی مجھے کیا چاہتا ہے۔ یہ الفاظ
کہتا ہوا۔ وہ باہر آیا۔ میں اپنے دل میں
بہت خوش ہوا۔

گنیش۔ بیانی امیر علی تم کہاں ہو۔ اس
تاریخی میں تم مجھے نظر نہیں آتے۔

مین۔ تمہارے پاس تو کٹھامون، بھین
کہو لو غور سے دیکھو۔ لاؤ ہاتھ بڑھاؤ۔ باہر
صاحب گنیش نے آگے بڑھ کر ہاتھ ملایا۔ دونو
بنٹلیکھ ہوئے۔ میں نے کہا ایک مختصر سانچ
ہے۔ ہم دو آدمی ہیں اور وہ چار ہیں۔

اسی وجہ سے تمہارے پاس آیا ہوں۔
گنیش۔ پر وہ لوگ کہاں ہیں۔

مین۔ گلی کے دوسری طرف جو شڑک ہے
وہاں موجود ہیں۔ میں چلم بہرنے کے بیانہ
سے آیا ہوں۔

گنیش۔ یہ تمہارے ہمراہ کون ہے۔
مین۔ یہ ہی ہمارا رفیق ہے۔

گنیش۔ کیا یہ ہمارے محاورات سمجھ سکتا ہے۔
مین۔ مطلق نہیں۔ ابھی بیٹا ہے۔ لیکن بچلا۔
بہادر ہے۔ اور ہوشیار معلوم ہوتا ہے۔ بہت بات

گنیش۔ وہ اندر سوتا ہے۔ ایک لمحہ توقف
کرو۔ جو تہہ پن آؤں۔ اگر تم کہو تو بہت کو بی
ہمراہ لیتا آؤں۔ کیونکہ تم چار آدمی بتلاتے ہو۔
مین۔ نیکی اور پوچھ پوچھ۔ بچ کی کاسیالی
میں ہی کوئی شبہ نہیں رہیگا۔ مگر بار جلدی
توقف کی حالت میں شاید وہ مجھ پر شبہ کریں۔
صاحب وہ اندر گیا۔ اور بہت جلد بہت کو ہمراہ
لیکر واپس آیا۔ اور میری اسکی سلام علیک ہوئی
اور روانہ ہوئے۔

گنیش۔ بیانی امیر علی اس گلی میں ایک کنواں
ہے جو بیل کے کام کو موزوں ہے۔

مین۔ بیشک مناسب کچھ درہی نہیں ہے
انہیں باتوں میں ہم اپنے ہمراہیوں کے پاس بچکے
ایک نے آواز دی کہ کون آتا ہے۔

مین۔ سید امیر علی۔
سیاہی۔ اچھا۔ آئندہ روشنی

لیکر نکلا کر د۔
مین۔ (قریب پہنچ کر) بیانی یہاں سے
سار گنتی دور ہے۔

صاحب یہ لہکر میں گنیش سے اس قوت سے
چلا۔ کہ دونوں زمین پر گر گئے۔ گنیش
نے خیر نکالا۔ اور مجھ پر حملہ کرنا چاہا۔ مگر
میں نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور دونوں

سپاہیوں نے میری مدد کی۔ اور میں علیحدہ ہوا۔ اور کہا اسے گرفتار کر لو۔ اور اسکے منہ میں کپڑا پھر دو ورنہ غلہ شور مچا کر تمام گاؤ کو جمع کر لیگا۔ اور بنانا یا کام بگڑ جائیگا۔ اسوقت میرے کہنے کی تعمیل ہوئی اور ہم گنیش اور ہمت کو حسرت میں پکیرا کر روانہ ہوئے۔ راستہ میں سب خاموش تھے۔ جب دن نکل آیا۔ تو میں نے گنیش کی طرف دیکھا۔ اور اسکے پاس چار موہن۔ گنیش نے میری طرف ایسی تند اور تیز نظر سے دیکھا کہ میرا کلیجہ ہل گیا۔ میں نے ایک سپاہی سے کہا کہ اب کپڑا اسکے منہ میں سے نکال لو۔ اور جو کچھ کہنا چاہے اسے کہنے دو۔

گنیش۔ اے امیر علی آخر کار تو نے اپنے بیہودہ خیال کا بدلہ لیا۔ خدا تجھ کو غارت کرے۔ یہو انی تجھ سے فرور بدلہ لے گی تو نے جو اسکے بچاری کو سنا یا ہے۔ تو یہی اسکا خمیازہ اٹھائیگا۔ اور جو مان و تمک تو اس بے غیرتی سے کہتا ہے وہ تیرے حلق میں زہر ہو جائے

عین۔ مان و اتقی میں نے بدلہ لیا۔ مگر اے اندوس کچھ بھی نہیں۔ ادنا لایق شیطان

تیری کون کون سی نالایق حرکت یاد کروں کجبت تو میری والدہ کا پی قاتل ہے۔ گنیش۔ درین چہ شک۔ تو اسوقت نہایت کمزور اور بے ہوش ہوجا تھا۔ مگر بد نصیب اسماعیل نے چھکوبچایا اس نے اپنی نالایق حرکت کی سزا پائی۔ تیری موت اس سے بھی بدتر حالت میں ہوگی۔

عین۔ تجھ دیکھنا نصیب ہوگا۔ اور میں چھکوسگ ناپاک کی طرح لٹکتا ہوا دیکھوں گا اور خوش ہونگا۔

و فہدار۔ پہاڑی امیر علی جانے دو۔ کیون اسکے منہ لگتے ہو۔

عین۔ میری اسکی لاگ ڈانٹ مدت سے چلی آتی ہے۔ اگر میرا قابو ہوتا۔ تو اس کو پہاڑی پانے کے وقت تک حقارت کی نظر سے دیکھتا۔ اسکا منہ چڑاتا۔ اس نے میری مان کو قتل کیا۔ کاش اگر یہ اس فعل کو نہ کرتا۔ تو میں اپنی بہن کا قاتل نہ بنتا۔ یہ اسی کجبت کا بیج بویا ہوا ہے۔ جب میں اسکو دیکھتا ہوں تو میرے جاگر کے پورے زخم ہرے ہو جاتے ہیں۔ مگر خیر اب میں خاموش رہوں گا۔

صاحب اب ہم ساگر پہنچے۔ اور جس خوشی

افسوس گنیش کو میرے قبضہ سے لیا۔ مین
بیان نہیں کر سکتا۔ اور مجھے کہا اے
مین تو نے اپنا منصبی کام بہت خوبصورتی
سے انجام دیا۔ مین تجھے بہت خوش ہوں۔
یونکہ اس بد معاش کے گرفتار ہونے سے
اب ہنگی کی کمر شکست ہو گئی۔ اب میرا
دور رتقی کرنا گیا اور میری عزت زیادہ
ہو گئی۔

مین کے مقدمہ کی تحقیقات شروع ہوئی۔
اور اسکے خلاف میرا بیان بہت صحیح اور قابل
اطمینان سمجھا گیا۔ اور گواہوں نے بھی میری
بیان کی تائید کی۔ پس اسکو پھانسی کا
عقوبہ ہوا۔ مین نے بہتری خواہش کی کہ ایک
مرد بہت پر گنیش سے دو دو باتیں کر دے۔
مگر میرے افسرانے آئے۔ کہ اسوقت
تہا اخیال تمہاری شرافت کے خلاف
ہے۔ بلکہ ایسے شخص کو جس پر موت
دار ہے برا بھلا کہنا انسانیت سے بعید
ہے۔ مین نے اسکو اور بیٹے آدمیوں کے
ساتھ پھانسی پاتے ہوئے دیکھا۔ گنیش نے
مجھے اسوقت بہت ہی حقیر نظر سے دیکھا
جو بالکل بے سوہوتا۔ یہ لوگ باری باری
سے دلیری اور جانمردی سے تختہ پر

چڑھ گئے۔ اور پھانسی کا پینڈا اپنے گلے میں
خود ڈال لیا پھانسی دینے والوں کو ہاتھ
تک نہ لگانے دیا۔ اور کہا کہ بہوانی کے
پیارے پنڈے اور افضل پجاری میکینڈ
کو جاتے مین۔ یہ کہہ کر سب لوگ جو ایک
دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ تختہ
سے کود پڑے۔ گنیش سب سے زیادہ تڑپا
اور اسکی غلبہ زرع بڑی مشکل سے نکلی۔
میرا اطمینان ہو گیا۔ کہ میرا جو قرضہ گنیش بہ
واجب تھا وہ آج وصول ہوا۔ اب میری
زندگی کا زمانہ عیش و آرام سے گزرنے لگا۔
مین نے ایک ایک ہنگ کا پتہ لگا کر گرفتار
کرادیا۔ یہاں تک کہ کوئی باقی نہ رہا۔
میری زندگی کی کارروائی ختم ہو چکی۔ اور
اب میرا حرف یہ تعلق گورنمنٹ سے رہ گیا۔
کہ جب کبھی کسی ایسے ہی مقدمہ کی تحقیقات
ہوتی۔ تو میری عدالت میں طلبی ہوتی۔
اب خود بخود اپنے دل سے یہ دریافت
کیا کرتا ہوں کہ اس طرح تو زندہ کیوں
ہے۔ جس زندگی میں نہ تجھے کچھ خطا ہے۔
نہ خوشی۔ نہ آرام۔ نہ فکر۔ نہ رنج و مصیبت
مین اپنے پچھلے سب کام اور انکی باتیں
بھول گیا تھا۔ غم و خوشی دونوں دور تھے۔

بہ صرف پیشانی ہی قویہ تھی کہ جگہی جتو
 ارفع نہوگی۔ کہ میں اپنی لڑکی کی شادی
 رسکا۔ اب مجھے اسکا ہی خیال نہیں ہے
 ہ اپنے گھر فوش و خرم رہے۔ اور خدا تعالیٰ
 بری یا واسکے دل سے پہلا دے بلکہ خیال
 ہی اس طرف نہ لائے اور وہ میرے حالات
 سے واقف نہو۔
 صاحب مجھے انوس ہے کہ میں نے اپنی
 ہسٹری کے حالات بیان کر کر آپ کو بہت
 تکلیف دی۔ میں نے اپنا اور اپنی قوم
 کا کچا چٹھا آپ کے سامنے بیان کر دیا۔
 اور کسی بات کو پوشیدہ نہیں رکھا ہے۔

میں یقین کرتا ہوں کہ آپ نے انکو بہت
 خوبصورتی سے تحریر فرمایا ہوگا۔ مجھے
 امید ہے کہ آپ کے درست اسکو نہایت
 دلچسپی سے مطالعہ کریں گے۔ آپ نے ہنگون
 کی رسمیات اور طریقے اور حالات۔ اور
 واقعات کا عمدہ فوائد کھینچا ہے۔
 اور مجھے فخر ہے کہ امیر علی کا نام اب ایک
 عرصہ تک اس دنیا میں قائم رہے گا۔
 اور شایقین فنا نہ نہایت ذوق و شوق
 سے امیر علی کی داستان پڑھیں گے۔
 اور میں ہمیشہ زندہ رہوں گا۔

یہ

جملہ اقسام کی کتب کتب خانہ رائے بھوانی پرشاد

وگر دھر لال دہلی دریاہ کلان سے

قیمت نقد پریا بذریعہ

دریو ملکتی

میں

۱	۱	۱	۱
۲	۲	۲	۲
۳	۳	۳	۳
۴	۴	۴	۴
۵	۵	۵	۵
۶	۶	۶	۶
۷	۷	۷	۷
۸	۸	۸	۸
۹	۹	۹	۹
۱۰	۱۰	۱۰	۱۰
۱۱	۱۱	۱۱	۱۱
۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۱۳	۱۳	۱۳	۱۳
۱۴	۱۴	۱۴	۱۴
۱۵	۱۵	۱۵	۱۵
۱۶	۱۶	۱۶	۱۶
۱۷	۱۷	۱۷	۱۷
۱۸	۱۸	۱۸	۱۸
۱۹	۱۹	۱۹	۱۹
۲۰	۲۰	۲۰	۲۰
۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۲۲	۲۲	۲۲	۲۲
۲۳	۲۳	۲۳	۲۳
۲۴	۲۴	۲۴	۲۴
۲۵	۲۵	۲۵	۲۵
۲۶	۲۶	۲۶	۲۶
۲۷	۲۷	۲۷	۲۷
۲۸	۲۸	۲۸	۲۸
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۳۱	۳۱	۳۱	۳۱
۳۲	۳۲	۳۲	۳۲
۳۳	۳۳	۳۳	۳۳
۳۴	۳۴	۳۴	۳۴
۳۵	۳۵	۳۵	۳۵
۳۶	۳۶	۳۶	۳۶
۳۷	۳۷	۳۷	۳۷
۳۸	۳۸	۳۸	۳۸
۳۹	۳۹	۳۹	۳۹
۴۰	۴۰	۴۰	۴۰
۴۱	۴۱	۴۱	۴۱
۴۲	۴۲	۴۲	۴۲
۴۳	۴۳	۴۳	۴۳
۴۴	۴۴	۴۴	۴۴
۴۵	۴۵	۴۵	۴۵
۴۶	۴۶	۴۶	۴۶
۴۷	۴۷	۴۷	۴۷
۴۸	۴۸	۴۸	۴۸
۴۹	۴۹	۴۹	۴۹
۵۰	۵۰	۵۰	۵۰
۵۱	۵۱	۵۱	۵۱
۵۲	۵۲	۵۲	۵۲
۵۳	۵۳	۵۳	۵۳
۵۴	۵۴	۵۴	۵۴
۵۵	۵۵	۵۵	۵۵
۵۶	۵۶	۵۶	۵۶
۵۷	۵۷	۵۷	۵۷
۵۸	۵۸	۵۸	۵۸
۵۹	۵۹	۵۹	۵۹
۶۰	۶۰	۶۰	۶۰
۶۱	۶۱	۶۱	۶۱
۶۲	۶۲	۶۲	۶۲
۶۳	۶۳	۶۳	۶۳
۶۴	۶۴	۶۴	۶۴
۶۵	۶۵	۶۵	۶۵
۶۶	۶۶	۶۶	۶۶
۶۷	۶۷	۶۷	۶۷
۶۸	۶۸	۶۸	۶۸
۶۹	۶۹	۶۹	۶۹
۷۰	۷۰	۷۰	۷۰
۷۱	۷۱	۷۱	۷۱
۷۲	۷۲	۷۲	۷۲
۷۳	۷۳	۷۳	۷۳
۷۴	۷۴	۷۴	۷۴
۷۵	۷۵	۷۵	۷۵
۷۶	۷۶	۷۶	۷۶
۷۷	۷۷	۷۷	۷۷
۷۸	۷۸	۷۸	۷۸
۷۹	۷۹	۷۹	۷۹
۸۰	۸۰	۸۰	۸۰
۸۱	۸۱	۸۱	۸۱
۸۲	۸۲	۸۲	۸۲
۸۳	۸۳	۸۳	۸۳
۸۴	۸۴	۸۴	۸۴
۸۵	۸۵	۸۵	۸۵
۸۶	۸۶	۸۶	۸۶
۸۷	۸۷	۸۷	۸۷
۸۸	۸۸	۸۸	۸۸
۸۹	۸۹	۸۹	۸۹
۹۰	۹۰	۹۰	۹۰
۹۱	۹۱	۹۱	۹۱
۹۲	۹۲	۹۲	۹۲
۹۳	۹۳	۹۳	۹۳
۹۴	۹۴	۹۴	۹۴
۹۵	۹۵	۹۵	۹۵
۹۶	۹۶	۹۶	۹۶
۹۷	۹۷	۹۷	۹۷
۹۸	۹۸	۹۸	۹۸
۹۹	۹۹	۹۹	۹۹
۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰

